نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ
جملہ حقوق طباعت بحق ادارہ توحید و سنت محفوظ
قصص القرآن الکریم
حصہ دوم
مؤلفہ
مفتی اللہ بخش صاحب عفا اللہ عنہ
ناشر: ادارہ توحید و سنت و مسجد اہلحدیث
اشرف کالونی نزد چوک رحیم معصوم شاہ روڈ ملتان

فہرست مضامین قصص القرآن حصہ دوم

قصص القرآن حصہ دوم

حضرت طالوتؑ کا واقعہ

(طالوت علیہ السلام کا انتخاب بذریعہ وحی نہ بذریعہ جمہوریت)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (پ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۳۲ آیت ۲۴۶ و ۲۴۷)

"(ترجمہ) کیا تو نے بنی اسرائیل کی اس جماعت کی طرف نہیں دیکھا جو موسیٰ کے بعد تھی جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے لئے بادشاہ مقرر کرو ہم اللہ کے راستے میں لڑائی کریں کہا کیا تم سے یہ امید بھی ہے کہ اگر تم پر لڑائی فرض کر دی گئی تو تم لڑائی نہیں کرو گے، انہوں نے کہا ہمارے لئے نا ممکن ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں لڑائی نہ کریں۔ حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے نکالا گیا پھر جب ان پر لڑائی فرض کر دی گئی تو وہ پھر گئے مگر تھوڑے ان میں سے اور اللہ ظالموں کو

جاننے والے ہیں اور ان کو ان کے نبی نے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے انہوں نے کہا وہ ہم پر کیسے بادشاہ بن سکتا ہے حالانکہ ہم اس سے بادشاہی کے زیادہ حق دار ہیں اور اس کو تو مالی وسعت نہیں دی گئی۔ فرمایا بے شک اللہ نے اس کو تم پر چن لیا ہے اور اس کو علم اور جسم کی فراخی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا تذکرہ کیا ہے، جو موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد گذری ہے ان کو مسلسل جہاد میں شکست ہوتی تھی وہ اپنے مخالفوں کے سامنے ہمیشہ ذلیل رہتی تھی اسی لئے انہوں نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کریں، جس کی قیادت میں ہم جہاد فی سبیل اللہ کریں تاکہ دنیا میں بھی عزت نصیب ہو اور آخرت کا اجر عظیم بھی ملے۔

جہاد فی سبیل اللہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی توحید کی عظمت کیلئے لڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی عزت اور آخرت کی فلاح نصیب کرتا ہے۔ جب انہوں نے اپنے وقت کے نبی سے یہ مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے طالوت علیہ السلام کو ان کا بادشاہ بنا دیا۔

مسلمانوں کا نظام امارت وخلافت

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا نظام امارت وخلافت جمہوری نہیں ہوتا بلکہ ان کے نظام امارت میں صلاحیت واستعداد کا زیادہ عمل دخل ہوتا ہے چونکہ طالوت علیہ السلام میں امارت وخلافت کی استعداد وصلاحیت دوسرے افراد سے زیادہ تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے امیر

اور بادشاہ بنادیا، لیکن قوم کا مزاج فاسد تھا، انہوں نے پیغمبر کے انتخاب پر اعتراض کرکے اپنے مال اور دولت کی کثرت کو امارت وخلافت کیلئے ضروری سمجھتے ہوئے کہا کہ بادشاہ کیلئے زیادہ مالدار ہونا ضروری ہے لہٰذا طالوت سے زیادہ بادشاہی کے ہم حق دار ہیں کیونکہ اس کے پاس مالی وسعت نہیں اللہ تعالےٰ کے نبی نے کہا کہ میں نے اسے بادشاہ نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہ بنایا ہے اور اس میں بادشاہ بننے کی صلاحیت تم سے زیادہ ہے کیونکہ بادشاہ کیلئے وسعت علمی کے ساتھ بارعب ہونا ضروری ہے اس میں یہ دونوں خوبیاں ہیں ویسے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا سب پر لازم ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بادشاہی دے دیتا ہے وہ وسیع علم والا ہے اس کے کاموں میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں۔

طالوت علیہ السلام کی حکومت کے نشان

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ (آیت ۲۴۸)

(ترجمہ) اور ان کے نبی نے ان کو کہا بے شک اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف تمہارے لئے تسلی ہوگی اور بقایا جات ان نشانیوں کے جن کو موسیٰ اور ہارون کی آل نے چھوڑا تھا، اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے، بیشک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے نبی نے طالوت علیہ السلام کے

بادشاہ ہونے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نشانی بتائی کہ جب اقتدار طالوت علیہ السلام کے سپرد ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے ان کے پاس وہ صندوق اٹھوا کر پہنچا دیں گے جس کے پہنچنے کے بعد پوری قوم کے سینوں میں تسلی بیٹھ جائیگی اور بے چینی کی کیفیت دور ہو جائے گی۔ نیز اس صندوق میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی اولاد کی چھوڑی ہوئی نشانیاں ہوں گی جس سے پتہ چل جائے گا کہ اب امانت مستحق امانت کے پاس پہنچ گئی ہے اور وراثت اصل وارث کے سپرد ہو گئی ہے۔ بعض لوگ اس سے آل موسیٰ اور آل ہارون کے تبرکات مراد لیتے ہیں جبکہ قرآن وسنت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ برکتیں ایمان اور عمل کی بدولت ملتی ہیں، برتنوں اور لکڑیوں میں برکتیں نہیں ہوتی۔ بلکہ برکتیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہتا ہے برکتوں سے نوازتا ہے اسی لئے فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

برکتوں والی وہ ذات ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے

اصحاب طالوت کی جنگی مہم میں اکثریت کی ناکامی

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ۔

(آیت ۲۴۹)

(ترجمہ) پھر جب طالوت اپنے لشکر کو لے کر چلا ۔ بے شک اللہ تمہارا امتحان نہر کے

ذریعہ کرنے والا ہے جس نے اس نہر سے پانی پی لیا، وہ میرا ساتھی نہیں، اور جس نے اس پانی کو چکھا تک نہیں وہ میرا ساتھی ہے مگر جس نے اپنے ہاتھ سے چلو بھر کر پی لیا، پھر سب نے اس نہر سے پانی پی لیا، مگر تھوڑے لوگوں نے ان میں سے (نہیں پیا) پھر جب اس نہر سے پار ہو گئے، وہ بھی اور اس کے مومن ساتھی بھی تو (پانی پینے والوں نے کہا) ہم جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان لوگوں نے کہا جو اللہ کی ملاقات کا یقین رکھتے تھے کہ بہت وقت (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ تھوڑی جماعت بہت بڑی جماعت پہ غالب ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت طالوت اپنے لشکر دں کو لے کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھروں سے نکلے تو آگے ایک نہر آئی جس کو عبور کر کے اس سے آگے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑنا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے اگر طالوت علیہ السلام نبی نہیں تھا، اور اگر وہ خود اللہ تعالیٰ کا نبی تھا تو اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پورے لشکر کا امتحان لیا کہ جو شخص اس نہر سے پانی نہیں پیئے گا وہی جہاد فی سبیل اللہ کر سکے گا، اور جو اس نہر سے پانی پی لے گا وہ جہاد پر جا ہی نہیں سکے گا۔ کیونکہ جو شخص پیاس پر صبر نہیں کر سکتا، وہ میدان جہاد میں بھی صبر نہیں کر سکے گا، جب حضرت طالوت نے اپنے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا تو پوری کی پوری قوم اس حکم سے باغی ہو گئی، اور اسی لئے قوم نے جی بھر کر نہر سے پانی پی لیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بے صبری کی وجہ سے ان پر بزدلی مسلط کر دی تو پوری قوم نے جہاد میں جانے سے جواب دے دیا۔ مگر تھوڑے سے آدمی جنہوں نے نہر سے پانی نہیں پیا تھا۔ وہ لوگ جہاد کے لئے ثابت قدم رہے۔ انہوں نے تعداد کی کمی کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا بلکہ انہوں نے

کہا کہ اگرچہ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں اور دشمن ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں لیکن یوں بھی ہوتا رہتا ہے کہ بہت بڑی تعداد پر تھوڑے سے مجاہد اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ باہمت لوگوں کی مدد کرتا ہے، بزدلوں کا اللہ بھی ساتھ نہیں دیتے، یہ کہہ کر مجاہد لوگ جہاد کے شوق سے لبریز ہو کر آگے بڑھے۔

اصحاب طالوت کی فتح

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (آیت ۲۵۰ و ۲۵۱)

(ترجمہ) اور جب جالوت اور اس کے لشکروں کے آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب پلٹ دے ہم پر صبر اور جمادے ہمارے قدموں کو اور ہماری مدد فرما کافر قوم پر پھر انہوں نے ان کو شکست دی اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اس کو حکومت اور حکمت دی، اور اس کو علم دیا جو چاہا اور اگر اللہ کا دفع کرنا بعض کو بعض کے ذریعے نہ ہوتا تو زمین فاسد ہوجاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جہان والوں پر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدوں کے کارناموں کو بیان کیا کہ جب وہ مجاہد جالوت اور اس کے لشکروں کے مدمقابل کھڑے ہوئے تو سب سے پہلا کام جو ان مجاہدوں نے کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کو پکار کر عرض کی کہ اے اللہ ہم پر ثابت قدمی اور صبر کو پلیٹ دے یعنی ہمیں اتنی ہمت دے کہ ہم کافروں کے سامنے ڈٹے رہیں ہمارے پاؤں کافروں کے سامنے سے ایک انچ بھی نہ ہٹنے پائیں اور بالآخر ہمیں کافروں پر فتح نصیب کر جب انہوں نے اللہ تعالٰے سے دعا کر کے لڑائی شروع کی تو اللہ تعالٰے نے فتح نصیب کی کافر شکست کھا گئے حدیث میں آتا ہے کہ اصحاب طالوت کی تعداد اتنی تھی جتنی کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد بدر میں تھی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اصحاب طالوت میں سے ایک مجاہد سپاہی تھے اللہ تعالی نے جالوت کافر کی موت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدر فرمائی تھی۔ داؤد علیہ السلام نے جب جالوت کو قتل کیا تو اس کے بعد اللہ تعالی نے داؤد علیہ السلام کو حکومت اور نبوت سے سرفراز فرمایا اور علوم نبوت بھی سکھائے،

فلسفہ جہاد

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الخ سے اللہ تعالی نے جہاد کا فلسفہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی جہاد سے اللہ تعالی کافروں کو مسلمانوں کے ذریعے دفع کرتا ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالی اس طرح نہ کریں تو کافر زمین پر فساد برپا کریں گے۔ پوری دنیا کو کافر مشرک بنانے میں مصروف ہو جائیں گے۔ اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں کی عزت اور کامیابی جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

داؤد علیہ السلام کا واقعہ

داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۙ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ
اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ (پ۲۲ سورۃ سبا رکوع ۲ آیت ۱۰ و ۱۱)

(ترجمہ) اور بیشک بات ہے ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضیلت دی اے پہاڑو تسبیح بیان کرو اس کے ساتھ اور پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے اس کیلئے لوہے کو نرم کردیا کہ بنائے زرہیں اور کڑیوں کے جوڑ ملا دے اور عمل صالح کرو بیشک میں تمہیں دیکھنے والا ہوں۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے داؤد علیہ السلام پر کئے تھے۔ سب سے پہلا انعام یہ ذکر کیا کہ ہم نے داؤد کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا اس طرح کہ جب داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے تو پہاڑ بھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔

حدیث میں اشارہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوش آوازی کی نعمت سے نوازا تھا۔ حدیث اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری کی خوش آوازی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ اُوْتِيَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔ یعنی اس کو آل داؤد کی خوش آوازی کا کچھ حصہ دیا گیا ہے۔

داؤد علیہ السلام پر دوسرا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ پرندوں کو بھی ان کے تابع کر دیا گیا جب داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تو پرندے ان کے پاس اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ پرندے داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی سے ان کی طرف کھچے آتے تھے۔

تیسرا انعام اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو یہ دیا کہ لوہا ان کے لئے موم کر دیا۔ لوہے کو ہاتھ سے پکڑ کر جدھر چاہتے تھے موڑتے جاتے تھے زرہ بناتے کڑیاں جوڑتے وقت ان کو لوہا گرم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ان انعامات کو اللہ تعالیٰ نے ایسے انداز میں بیان فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا داتا اور حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا صرف اسی کو اپنا مالک و مختار مان کر اسی سے مانگنا چاہیئے۔

داؤد علیہ السلام کے عالم الغیب اور مختار کل ہونے کی نفی

داؤد علیہ السلام کی آزمائش کا واقعہ اور اس سے پہلے انعامات کا ذکر سورۃ صٓ رکوع ۲ آیت ۱۷ سے ۲۵ تک۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ
ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۔

(ترجمہ) اور ذکر کر ہمارے بندے داؤد کا جو طاقت والا تھا بے شک وہ جھکنے والا تھا بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ تابع کر دیئے وہ بھی صبح و شام تسبیح بیان کرتے تھے اور پرندے جمع ہونے والے سب اس کے آگے جھکنے والے تھے، اور ہم نے اس کی بادشاہی کو مضبوط کیا اور ہم نے اس کو حکمت اور واضح بیان دیا اور کیا تجھے پہنچی ہے بات جھگڑنے والوں کی جب وہ عبادت خانے میں گھس گئے جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا، انہوں نے کہا خوف نہ کر ہم دو جھگڑنے والے ہیں۔ بعض نے بعض پر زیادتی کی ہے۔ ہمارے درمیان سچا فیصلہ کر اور زیادتی نہ کر اور ہمیں سیدھے راستے کی راہنمائی کر بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے یہ کہتا ہے وہ بھی میری کفالت میں دے دے اور مجھ سے باتیں کرنے میں بھی غالب ہے کہا اس نے ظلم کیا تجھ پر کہ وہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملا لینا چاہتا ہے اور بے شک بہت حصہ دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور وہ بہت تھوڑے ہیں اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کی آزمائش کی ہے تو پھر اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور رکوع میں گر گیا اور جھک گیا، تو پھر ہم نے اس کو اس بات کی معافی دے دی اور بے شک وہ ہمارے نزدیک قرب والا اور عمدہ ٹھکانے والا ہے۔

ان آیات میں سے پہلی چار آیتوں میں وہی انعامات مذکور ہیں، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ تابع کر دیئے اس طرح کہ وہ پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے تھے۔

صبح وشام اور اسی طرح پرندے بھی داؤد علیہ السلام کے گرد جمع ہو کر اس کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے تھے اور ہم نے اس کے ملک کو مضبوط بنا دیا اور اس کو نبوت سے نوازا اور اس کو فصیح بلیغ خطاب دیا۔ یعنی جب وہ قوم کو وعظ فرماتے تو اُن کا وعظ قوم کے دلوں میں اتر جاتا تھا۔

دو آدمیوں کا عبادت خانہ میں گھس جانا

ان انعامات کے بعد ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام عبادت خانے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے کہ دو آدمی جھگڑنے والے دیوار پھاند کر داؤد علیہ السلام کے عبادت خانے میں گھس گئے تو داؤد علیہ السلام ان سے ڈر گئے کہ شاید یہ میرے دشمن ہیں جو اندر زبردستی گھس آئے ہیں، داؤد علیہ السلام کے ڈرنے سے دو مسئلے معلوم ہو گئے

۱۔ کہ داؤد علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے اگر داؤد علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو ان کو ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ وہ فرشتے تھے جو انسانی شکل میں مدعی مدعی علیہ بن کر ان کے سامنے پیش ہوئے تھے یا حقیقتاً دو آدمی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے داخل ہوئے تھے آپ کے دشمن نہیں تھے۔

۲۔ مسئلہ یہ بھی حل ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام مختار کل اور حاجت روا مشکل کشا نہیں ہوتے ورنہ ڈرنے کا کیا مطلب کیا مختار کل بھی کسی سے ڈرتا ہے، بہر کیف ان دونوں جھگڑنے والوں نے داؤد علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ گھبرائیں مت ہم آپ کے دشمن نہیں بلکہ ہم تو آپ سے فیصلہ کرانے کی غرض سے اندر گھس آئے ہیں پھر انہوں نے اپنا جھگڑا سنایا۔ ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے، یہ میری ایک بھیڑ بھی مجھ سے

زبردستی چھین کر اپنی بھیڑوں سے ملانا چاہتا ہے اس ایک آدمی کا بیان سن کر داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ واقعی اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے کہ تیری دنبی بھی تجھ سے لے کر اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانا چاہتا ہے اسی طرح بہت لوگ جو ایک دوسرے کے ساتھ حصہ دار ہیں ایک دوسرے پر زیادتی کر کے ایک دوسرے کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں مگر مومن نیک عمل کرنے والے ایسا نہیں کرتے لیکن ایسے صالح لوگ بہت تھوڑے ہیں جب داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ سنا دیا تو دونوں اگر فرشتے تھے تو غائب ہو گئے۔ اور اگر آدمی تھے تو باہر چلے گئے جب وہ چلے گئے تو اس وقت داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ شاید یہ دونوں جھگڑنے والے میری آزمائش کیلئے میرے پاس آئے تھے۔

داؤد علیہ السلام کی آزمائش کس بات پر ہوئی

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ آزمائش کیا تھی تو اس کے بارے اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں ان کے وزیر یا سپاہی کی ایک بیوی تھی جس پر نعوذ باللہ داؤد علیہ السّلام فریفتہ ہو گئے تھے اس کی بیوی کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اس کے خاوند کو جہاد پر بھیج دیا کہ وہ وہاں جہاد میں شہید ہو جائے گا تو میں اس کی بیوی کو اپنی بیوی بنا لوں گا۔ اس لئے یہ دونوں فرشتے انسانی شکل میں مدعی، مدعی علیہ بن کر حاضر ہوئے تاکہ داؤد علیہ السّلام کو ان کے اس ارادے سے باز رکھا جائے لیکن یہ بات نہ قرآن میں ہے اور نہ احادیث میں بلکہ یہ اسرائیلی روایت اس لئے گھڑی گئی تاکہ انبیاء کی عصمت کو داغدار کیا جا سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اکثر مصروف رہتے تھے۔ لیکن لوگ آپس کے تنازعات میں باہر بہت تنگی محسوس کرتے تھے

وہ جب ہی فیصلہ کے لئے داؤد علیہ السلام کے پاس آتے تو ان کو عبادت میں مصروف پاتے تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیج کر داؤد علیہ السلام کو یہ مسئلہ سمجھایا کہ تو عبادت میں مصروف رہتا ہے اور باہر لوگ آپس کے جھگڑوں کے فیصلے کے لئے مارے مارے پھرتے رہتے ہیں لہٰذا بجائے اندر بیٹھ کر عبادت کرنے کے باہر بیٹھ کر لوگوں کے جھگڑوں کو نمٹاؤ اور تبلیغ کرو، اس مفہوم کا قرینہ یہ ہے کہ ان آیات سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الخ۔	اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں بادشاہ بنایا ہے لوگوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرو اور اپنی خواہش کی اتباع نہ کرو ورنہ یہ چیز اللہ کے راستے سے ہٹا دیگی۔

یعنی اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں کے درمیاں حق کے فیصلے کرو، یعنی جب آپ کو بادشاہ بنایا گیا ہے تو آپ کا فریضہ ہے کہ باہر بیٹھ کر لوگوں کے درمیان فیصلے کرو، اندر بیٹھ کر عبادت میں مصروف نہ ہو اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ داؤد علیہ السلام کی آزمائش اس بات پر ہوئی ہے کہ انہوں نے ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ دے دیا تھا، جبکہ ان پر لازم تھا کہ دونوں فریقوں کی باتیں سن کر فیصلہ کرتے اسی بات سے انہوں نے استغفار کی، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔

اصحاب السبت کا واقعہ

وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ کَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِیْهِمْ

كَذٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۔ (پارہ ۹ سورۃ اعراف رکوع ۲۱ آیت ۱۶۳ سے ۱۶۶ تک)۔

(ترجمہ) اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو دریا کے کنارے پر تھی جب وہ ہفتے کے دن میں زیادتی کرتے تھے جب ان کے پاس مچھلیاں ہفتے کے دن ظاہر ہو کر آتی تھیں، اور جب ہفتے کا دن نہیں ہوتا تھا تو وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں اسی طرح ہم نے ان کی آزمائش کی ان کی بے فرمانیوں کی وجہ سے اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو، جن کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے کہا تمہارے رب کے ہاں بہانہ دور کرنے کے لئے اور تا کہ وہ بچ جائیں پھر جب انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا تو ہم نے برائی سے روکنے والوں کو بچا دیا اور ظالموں کو سخت عذاب سے پکڑ لیا ان کی بے فرمانیوں کی وجہ سے پھر جب انہوں نے سرکشی کی روکے ہوئے کاموں سے تو ہم نے انہیں کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بستی کا ذکر کیا ہے جو دریا کے کنارے پہ واقع تھی جس میں قوم یہود کے افراد رہتے تھے چونکہ یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پیچھے کا ہے قرین قیاس یہی ہے کہ یہ واقعہ داؤد علیہ السلام سے بھی بعد کا ہے اسی لئے اس کو داؤد علیہ السلام کے واقعہ

کے بعد لکھا گیا ہے۔

حیلہ سازی کا نتیجہ

وہ قوم بہت حیلہ ساز تھی وہ اپنے گمان میں ہفتہ کی حرمت کا بھی لحاظ رکھتے تھے لیکن اس کے ساتھ وہ مچھلیوں کو مخصوص گڑھیوں میں بند کر کے اتوار کے دن شکار کر لیتے تھے ان کے اسی حیلہ سازی کی وجہ سے ان کو بندر بنا دیا گیا۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی آزمائش اس طرح تھی کہ جب ہفتے کا دن ہوتا مچھلیاں پانی کی سطح پر نمایاں نظر آتی تھیں اور ہفتے کے دن کے علاوہ مچھلیاں پانی کی تہ میں بیٹھ جاتی تھیں تو انہوں نے یوں کیا کہ مخصوص تالاب بنا کر دریا کی طرف سے راستہ بنا کر ہفتہ کے دن پانی کو تالاب میں چھوڑ دیتے تھے جس سے مچھلیاں ان تالابوں میں آجاتی پھر دریا کی طرف سے راستہ بند کر دیتے تھے تا کہ مچھلیاں واپس دریا میں نہ جا سکیں پھر اتوار کو شکار کر لیتے تھے۔ اب اس قوم کے افراد تین جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ایک جماعت شکار کرنے والی، دوسری جماعت ان کو روکنے والی، اور تیسری جماعت خاموش تماشائی تھی جو روکنے والوں کو کہتی تھی تم ان کو شکار سے کیوں روکتے ہو، ان کو اللہ تعالےٰ ہلاک کر دیں گے یا ان کو سخت عذاب دیں گے لیکن منع کرنے والے کہتے تھے کہ ہم انہیں اس لئے روکتے ہیں تا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہمیں سمجھانے اور روکنے والے نہیں آئے تھے اور نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری تبلیغ سے ڈر جائیں لیکن جب وہ لوگ تبلیغ سے نہ سمجھے تو اللہ تعالیٰ نے صرف روکنے والوں کی نجات کا ذکر فرمایا ہے اور شکار کرنے والوں کو بندر بنانے کا ذکر کیا ہے خاموش رہنے والوں کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ

خاموش رہنے والوں کو یا تو اللہ تعالیٰ نے شکاریوں کے ساتھ تباہ کر دیا، یا بچنے والوں میں ان کو بچا دیا، ان کے ذکر نہ کرنے سے دونوں باتیں معلوم ہوتی ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی

پارہ ۱۹ نمل سورۃ، رکوع ۲ میں آیت ۱۶ سے سلیمان علیہ السلام کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۔

(آیت ۱۶ سے ۱۹ تک)

(ترجمہ) اور سلیمانؑ داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر شئے دی گئی ہے بے شک یہی تو واضح فضل ہے اور سلیمانؑ کے لیے لشکر اکٹھے کیے گئے جنوں انسانوں اور پرندوں سے پھر ان کو نمبروار کھڑا کیا گیا، حتیٰ کہ جب چیونٹی کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ تمہیں سلیمان اور اس کے لشکر کہیں لتاڑ نہ دیں۔

اور انہیں معلوم بھی نہیں ہو گا۔ پھر مسکرایا، اس کی بات سے ہنستے ہوئے اور کہا اے میرے پالنے والے مجھے توفیق دے کہ میں شکر ادا کروں ان نعمتوں کا جو تو نے مجھ پر کیں، اور میرے ماں باپ پر کیں اور میں ایسے اچھے عمل کروں جن سے تو راضی ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔

آیات کی وضاحت

ان آیات سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلیمانؑ اپنے باپ داؤد علیہ السلام کا وارث بنا یعنی نبوت اور علوم نبوت کی وراثت سنبھالی منصب نبوت پر فائض ہوتے ہی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احسانات بیان کرنے لگ گئے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالےٰ نے ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی ہے، اور دنیوی زندگی کی ضروریات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر عظیم احسان ہے، اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکروں کو ترتیب دی۔ وہ لشکر جنوں انسانوں اور پرندوں کے تھے جب تمام لشکروں کو ترتیب دے کر سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں وادی نمل پر سے گذرے تو ایک چیونٹی نے جو ان کی سردار تھی باقی چیونٹیوں کو حکم دیا کہ اے تمام چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ کیونکہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمہیں اپنے پاؤں کے نیچے رگڑ دیں گے، اور انہیں پتہ ہی نہیں چلے گا۔ کہ ہمارے پاؤں تلے کوئی چیز رگڑی گئی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی اس بات سے یہ بتا دیا کہ چیونٹی بھی نبیوں، ولیوں کو عالم الغیب نہیں سمجھتی تھی، چیونٹی کی یہ بات اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس سورت کا نام بھی سورۃ النمل رکھ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی بات چیونٹی کے منہ سے نکلے تو اللہ تعالیٰ کو پیاری

لگتی ہے اگر مولویں پیروں اور عام انسانوں کے منہ سے نکلے تو اللہ تعالیٰ کو کتنی پیاری لگے گی، نیز اس چیونٹی کو اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخ نہیں کہا اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اولیاء کو عالم الغیب نہ ماننا گستاخی بے ادبی نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ چیونٹیاں بھیڑوں کی طرح بڑی تھیں یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ بھیڑ انسان کے پاؤں میں نہیں رگڑی جا سکتی، پاؤں کے نیچے رگڑی جانے والی چیونٹیاں آج کل کی چیونٹیاں جیسی ہی ہو سکتی ہیں جن کے رگڑے جانے کا انسان کو علم ہی نہیں ہوتا۔ نیز اس واقعہ کا ربط ما قبل کی آیت سے یوں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی ہے چیونٹی بھی ایک پرندہ ہے گرچہ وہ بہت چھوٹا پرندہ ہے اسی لئے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر اور سمجھ کر مسکرا دیئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی بات تین میل سے سن لی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء عالم الغیب ہوتے ہیں یہ بات بھی غلط ہے، قرآن کے الفاظ کے خلاف ہے قرآن مجید کے الفاظ یوں ہیں۔ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ الخ۔ یعنی جب سلیمان علیہ السلام اور اس کے لشکر چیونٹی کی وادی پر پہنچ گئے تو اس وقت ایک چیونٹی بولی اس سے معلوم ہوا کہ تین میل والی بات بھی غلط ہے اور اس پر مبنی مسئلہ انبیاء کا عالم الغیب ہونا بھی غلط ہے۔

سلیمان علیہ السلام اور ہدہد

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ دوسرا واقعہ ہدہد کا بیان کرتے ہیں جس سے منطق الطیر کا دوسرا نمونہ ظاہر ہوتا ہے:۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْلَاَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ آیت ۲۰ سے ۲۴ تک۔

(ترجمہ) اور اس نے پرندہ کو گم پایا پھر کہا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا یا غیر حاضر ہونے والوں میں سے ہے میں اس کو سخت عذاب دوں گا، یا اسے ذبح کر دوں گا یا لائے میرے پاس کوئی دلیل واضح پھر زیادہ دیر نہ کی پھر کہا میں نے وہ چیز معلوم کی ہے جس کا تجھ کو علم نہیں اور میں تیرے پاس لایا ہوں، یقینی خبر بے شک میں نے پایا عورت کو جو ان کی ملکہ ہے اور دی گئی ہے ہر چیز اور اس کا بڑا تخت ہے میں نے پایا اس کو اور اس کی قوم کو سجدہ کر رہے تھے، سورج کو اللہ کے سوا اور شیطان نے ان کے عملوں کو مزین کیا پھر روکا ان کو سیدھی راہ سے پس وہ ہدایت پانے والے نہیں۔

آیات کی توضیح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہدہد کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان علیہ السلام نے اسے گم پایا اور تلاش کے باوجود نہ پایا تو ناراض ہو کر فرمانے لگے مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا یعنی شاید یہاں موجود ہے لیکن جانور یا انسان کے اوٹ میں ہے یا سرے سے یہاں موجود نہیں یعنی غیر حاضر ہے جب تسلی ہو گئی کہ غیر حاضر ہے تو اب اس پہ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس کی غیر حاضری کی سخت سزا دوں گا یا سرے سے اسے

ذبح کر ڈالوں گا، یا وہ اپنی غیر حاضری کی معقول دلیل پیش کرے گا یعنی اگر غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتائی تو یا اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا۔
بعض جدید مفسرین کہتے ہیں کہ ہدہد نامی ایک آدمی تھا جس کی غیر حاضری پر سلیمان علیہ السلام ناراض ہوئے تھے ایسے لوگوں کو اس آیت میں غور کرنا چاہیئے کہ کیا کسی انسان کو بھی سزا کے طور ذبح کیا جاتا ہے نیز ذبح کا لفظ حیوانوں کیلئے ہوتا ہے انسانوں کیلئے مارنا یا قتل کرنا ہوتا ہے بہر کیف جب سلیمان علیہ السلام نے اس کی غیر حاضری کی سخت سزا سنائی تو وہ اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے حاضر ہو گیا اور حاضر ہوتے ہی اس نے ایسی بات کہی کہ سلیمان علیہ السلام کا غصہ جاتا رہا، اس نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے نبی میں وہ چیز معلوم کر کے آیا ہوں جس کا آپ کو پتہ بھی نہیں اور میں ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں وہ یقینی خبر یہ ہے کہ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا ہے جو مردوں پر حکومت کرتی ہے اور دنیاوی ترقی اور مادیات کی وہاں اتنی بہتات ہے کہ اسے ہر چیز ضرورت کی مہیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے لیکن وہاں دین کی رتی بھی نہیں کیونکہ جہاں توحید نہیں وہاں دین ہی نہیں میں نے اس ملکہ کو اور اس کی قوم کو دیکھا ہے وہ سورج کو سجدہ کر رہے تھے، اور شیطان نے ان کے لئے شرک جیسے برے کام کو مزین کر کے دکھایا ہے اسی لئے وہ صحیح راستہ سے ہٹے ہوئے گمراہ ہیں۔
یہ عبارت اگر ہدہد کا مقولہ ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والا پرندہ بھی سخت وہابی بن جاتا ہے، کیونکہ اس نے سلیمان علیہ السّلام کے علم غیب کا بھی انکار کیا اس نے کہا کہ میں ایسی چیز معلوم کر کے آیا ہوں جس کا آپ کو پتہ بھی نہیں اور اگر آج والا کوئی بریلوی مسلمان وہاں ہوتا تو فوراً کہتا کہ ہدہد وہابی ہو گیا ہے، یہ گستاخ رسول ہے

یہ کہتا ہے کہ میں وہ چیز معلوم کر آیا ہوں جس کا نبی کو بھی پتہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی سلیمان علیہ السلام اس پر ناراض نہیں ہوئے کیونکہ اس نے جو کچھ کہا سچ کہا تھا نیز اس پرندہ کو اس بات پر زیادہ تعجب ہوا کہ پوری قوم ملکہ سمیت سورج کو سجدہ کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سجدہ کسی کے لیے جائز نہیں، پیغمبر علیہ السلام کی صحبت میں رہنے والا پرندہ صحیح العقیدہ مشرک انسانوں پر تعجب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے ملکہ اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کی پوجا کر رہے تھے۔

سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سباء

آگے فرمایا:۔ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ اِذْھَبْ بِّکِتٰبِیْ ھٰذَا فَاَلْقِہْ اِلَیْھِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْھُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ۔ آیت ۲۵ سے ۲۸ تک

(ترجمہ) انہوں نے کیوں نہیں سجدہ کیا اللہ کا جس نے آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو نکالا اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو، اور جو تم ظاہر کرتے ہو اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ سلیمانؑ نے کہا عنقریب ہم دیکھیں گے کیا تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے یہ میرا رقعہ لے جا، اور ان کی طرف ڈال کر واپس آجا، پھر دیکھ کیا جواب دیتے ہیں۔

ان آیات میں سے پہلی آیت کا مضمون یا تو اسی ہدہد کی کلام کا حصہ ہے یا اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو سمجھانے کے لیے یہ اضافہ فرمایا ہے، یعنی

لوگوں کو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے جو آسمانوں اور زمین کے مخفی خزانوں کو جانتا بھی ہے اور ان کو نکال کر مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے اور مخلوق کے مخفی اور ظاہر رازوں سے بھی باخبر ہے بے اختیار اور بے علم شمس وقمر کا پجاری انتہائی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں جب ہدہد نے توحید کی تقریر کی اور مشرک قوم کے حالات سلیمان علیہ السلام کو بتائے تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ہم تحقیق کریں گے، کیا تو نے سچ کہا ہے یا تو نے جھوٹ بولا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تحقیق کرنا پیغمبروں کا طریقہ ہے اللہ تعالیٰ کے نبی ہمیشہ تحقیق کی دعوت دیتے رہے تقلید سے بچانے کی کوشش میں لگے رہے لیکن کافروں نے ہمیشہ تحقیق کے مقابلہ میں تقلید ہی کو بہتر سمجھا اور اسی پر ڈٹے رہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے، کیوں کہ عالم الغیب کو تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے سامنے ہر چیز عیاں اور واضح ہوتی ہے سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی اس خبر کی تحقیق کے لئے جو طریق کار اختیار کیا اس کا اگلی آیات میں اس طرح ذکر ہے۔

سلیمانؑ کی تبلیغ توحید

قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ (آیت نمبر ۲۷ سے ۳۱ تک)

(ترجمہ) کہا سلیمانؑ نے ہم تحقیق کریں گے کیا تو نے سچ بولا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔ یہ میرا رقعہ لے جا اور ان کی طرف پھینک کر

واپس آجا، پھر دیکھ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں، ملکہ نے کہا اے میرے درباریو!
میری طرف ایک عزت والا خط پہنچایا گیا ہے وہ سلیمان کی طرف سے ہے
اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا
ہے میری مخالفت نہ کرو اور میرے پاس مسلمان ہو کر آجاؤ۔

سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی خبر کی تحقیق کے لئے ملکہ سبا کو ایک خط لکھا
جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی رقعہ میں سب سے پہلے سلیمان علیہ السلام نے
اپنی رسالت کا تعارف کراتے ہوئے لکھا۔ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ یہ رقعہ سلیمانؑ کی
طرف سے ہے رقعہ کا مضمون یہ ہے کہ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ کہ ہر
کام میں صرف اللہ سے مدد مانگو، کیونکہ وہ سب سے زیادہ مہربان اور بہت
بڑا رحم کرنے والا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ سارے قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ
ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا خلاصہ
صرف نکتہ باء کیونکہ باؑ استعانت کے لئے ہے جس کا معنی یہ ہے کہ استعینوا
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یعنی ہر مشکل میں اور ہر حاجت میں صرف اللہ تعالیٰ سے
مدد مانگو یہ مسئلہ سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو سمجھایا نیز یہ بھی فرمایا کہ: اَنْ لَّا
تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ کہ تم اس مسئلہ میں میری مخالفت نہ کرو، اور یہی مسئلہ
مان کر مسلمان بن کر میرے سامنے پیش ہو جاؤ جب ملکہ نے یہ رقعہ اپنے درباریوں
کے سامنے پڑھا اور انہیں کہا:

ملکہ سباء اپنے درباریوں سے مشورہ لیتی ہے۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ۔ (آیت ۳۲ سے ۳۴ تک)

(ترجمہ) اے میرے درباریو! میرے اس کام میں مجھے مشورہ دو میں کسی کام کا حتمی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم شہادت نہیں دو گے، انہوں نے کہا کہ ہم بڑی طاقت والے اور بہت ماہر جنگجو ہیں اور حکم تیرے ہاتھ میں ہے، پس تو سوچ لے تیری کیا رائے ہے کہنے لگی کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور اس بستی کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، اور وہ اسی طرح کرتے ہیں۔

یعنی سلیمان علیہ السلام کے رقعہ کا جواب دینے کے لئے اس نے اپنی پارلیمنٹ کے ارکان کو طلب کر کے ان سے مشورہ لیا کہ اب اس رقعہ کا کیا جواب دینا چاہیئے انہوں نے جواب میں کہا کہ سلیمان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم اس سے لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن اختیارات تیرے ہاتھ میں ہیں جیسے تو چاہے ہم تیرے ساتھ ہیں تو اب اس نے اپنی رائے پیش کر کے اس پر عمل درآمد کرنے کا فیصلہ کر لیا جیسا کہ اگلی آیات میں ہے۔

ملکہ سبا سلیمانؑ کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی ہے

وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ۔ (آیت ۳۵ سے ۳۷ تک)

(ترجمہ) اور میں بے شک بھیجنے والی ہوں ان کی طرف ہدیہ پھر دیکھوں گی، ہدیہ لے جانے والے کیا جواب لاتے ہیں، پھر جب وہ آیا سلیمان کے پاس

تو کہا سلیمان نے کیا تم میری امداد مال سے کرتے ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے تم لوگ اپنے تحفوں پر خوش ہوتے ہو اس ہدیے کو واپس لے جا ان کی طرف ہم ان کے پاس ایسے لشکر لائیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے، اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دینگے۔

ملکہ بلقیس کی رائے یہ تھی کہ پہلے یہ معلوم کر لیا جائے کہ سلیمان علیہ السلام صرف بادشاہ ہے یا نبی بھی ہے اس غرض کے لئے اس نے تحفے ہدیے بھیجے کہ اگر وہ صرف بادشاہ ہے تو وہ تحفے تحائف پر خوش ہو جائے گا۔ اور اگر وہ نبی ہے تو تحائف پر خوش نہیں ہوگا، چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام نے ان کے تحائف کو ٹھکرا دیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ صرف بادشاہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے تو اس نے مسلمان ہونے کو ترجیح دی۔ لیکن سلیمان علیہ السلام نے ان کو صحیح اسلام سمجھانے کے لئے اس کے تخت شاہی کو اٹھواتے کا پروگرام بنایا۔

سلیمان علیہ السلام کا معجزہ

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (آیت ۳۸ سے ۴۰ تک)

(ترجمہ) کہا اے میرے درباریو! تم میں سے کون ہے جو میرے پاس اس کا تخت اٹھا لائے پہلے اس کے کہ وہ مسلمان ہو کر آجائیں ایک طاقت ور جن نے کہا

میں تیرے پاس اس کو لاؤں گا، پہلے اس سے کہ تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو، اور بے شک میں اس پر طاقت والا، امانت والا ہوں، اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اس کو تیرے پاس لاؤں گا۔ پہلے اس کہ مڑے تیری طرف تیری نگاہ پھر جب دیکھا اس کو اپنے پاس کھڑا ہوا تو کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ میری آزمائش کرے کیا میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا اس کا کفر کرتا ہوں اور جو شخص اس کا شکر کریگا پس وہ اپنے فائدے کے لئے اس کا شکر کریگا اور جو شخص کفر کریگا تو میرا رب بے پرواہ سخی ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کا تخت اٹھوانے کیلئے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو جلدی سے جلدی اس کا شاہی تخت اٹھا کر میرے سامنے لائے تو اس کے جواب میں ایک طاقت ور جن بولا کہ میں اس کو آپکی مجلس برخواست ہونے سے پہلے لاؤں گا، اور میں اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں نیز میں اس میں کسی قسم خیانت بھی نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے جواب میں اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اس کو تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لاؤں گا، بس اتنی گفتگو کے بعد دیکھتے ہیں کہ ملکہ کا تخت سامنے کھڑا ہے تو اسی وقت سلیمان نے فرمایا کہ ملکہ کے تخت کا میرے سامنے فوری پہنچ جانا یہ میرے رب کا فضل ہے اس سے معلوم ہوا ملکہ کا تخت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ملک سبا سے اٹھا کر سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا تھا نہ کسی جن نے اسے وہاں پہنچایا، اور نہ کسی وزیر آصف بن برخیا وغیرہ نے، جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف اسم اعظم جانتا تھا، اس نے اسم اعظم کے زور سے ملکہ کا تخت آنکھ جھپکنے میں وہاں پہنچا دیا اس سے مشرک استدلال پکڑتے ہیں کہ ولی کامل ایسا تصرف کرتے ہیں کہ ویسا نبی بھی نہیں کر سکتے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ قرآن مجید میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ جب سلیمان علیہ السلام ملکہ بلقیس کا تخت شاہی اپنے سامنے کھڑا پایا تو فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ میرا امتحان لے کیا میں اس کا شکر گزار بنتا ہوں یا اس کا ناشکر گزار، پھر سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ملکہ کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ ملکہ اس تخت اٹھوانے کے ذریعے ہدایت پہ آتی ہے۔ یا نہیں۔

ملکہ سباء کا اسلام

نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ (آیت ۴۱ سے ۴۳ تک)

(ترجمہ) تبدیلی کر دو اس کے لئے اس کے تخت میں دیکھیں کیا ہدایت حاصل کرتی ہے یا رہتی ہے ان لوگوں میں جو ہدایت حاصل نہیں کرتے، پھر جب وہ آگئی کہا گیا کیا اسی طرح تیرا تخت ہے کہنے لگی گویا کہ وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے علم ہو گیا تھا اور ہم مسلمان ہو گئے تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے صرف اپنی طاقت یا رعب دکھانے کیلئے اس کا تخت نہیں اٹھوایا تھا، بلکہ اس کو مسلمان بنانے کیلئے تخت اٹھوایا تھا تاکہ اسے معلوم ہو کہ سلیمان علیہ السلام عام بادشاہوں کی طرح بادشاہ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کی رسالت کی تصدیق اس معجزے سے ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے پیغمبر سلیمان علیہ السلام کی تصدیق کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے ملکہ کا تخت اٹھا کر سلیمان علیہ السلام کے آگے رکھ دیا تاکہ ملکہ کو یہ معلوم

ہو جائے کہ سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور پیغمبر کا معجزہ پیغمبر کا فعل نہیں ہوتا جو شخص معجزہ کو پیغمبر کا فعل سمجھتا ہے، وہ پیغمبر کو اللہ تعالےٰ کے کام میں شریک مانتا ہے اسی لیے مشرک مسلمان نہیں ہوتا بلکہ مشرک کافر ہی رہتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ملکہ سلیمان علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی کافر رہی کیونکہ وہ صحیح اسلام نہیں سمجھ سکی تھی اس نے سلیمان علیہ السلام کے پاس آتے ہی جب اپنا تخت وہاں دیکھا تو اس نے یہی سمجھا کہ یہ کمال سلیمان علیہ السلام کا ہے حالانکہ یہ کمال سلیمان کا نہیں تھا بلکہ یہ کمال اللہ تعالیٰ کا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سلیمانؑ کی صداقت کے لئے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ نبی کے ہاتھ سے ظاہر کر دیا تاکہ ملکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سچا نبی مان لے لیکن ملکہ نے اگرچہ سلیمان علیہ السلام کو سچا رسول تو مان لیا تھا لیکن ان کا یہ معجزہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ نہیں سمجھا تھا بلکہ سلیمان علیہ السلام کا کمال سمجھا تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ،۔ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ الخ۔ کہ وہ ملکہ ویسی کی ویسی کافر رہی، کیونکہ وہ پہلے ہی غیر اللہ کی پجاری تھی اس لئے اسے توحید سمجھ نہیں آسکی تھی، بلکہ اس نے سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ کہ ہمیں آپ کے کمالات کا علم پہلے ہو چکا تھا، اس لیے ہم اب مسلمان ہو کر آگئے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملکہ کے دعوی اسلام کے باوجود اس کو کافر اسی لئے کہا کہ وہ معجزے کی حقیقت نہیں سمجھ سکی تھی اسی لئے سلیمان علیہ السلام نے دوسرے طریقہ سے اسے معجزے کی حقیقت سمجھائی جیسا کہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

معجزے کی حقیقت

قِیْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (آیت ۴۴)

(ترجمہ) ملکہ کو کہا گیا کہ محل میں داخل ہو پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اس کو پانی کی موج سمجھا، اور اپنی پنڈلیوں سے کھولنے کا ارادہ کیا فرمایا یہ محل شیشے سے جڑا ہوا ہے کہنے لگی اے میرے رب بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ کے لئے فرمانبردار ہوگئی ہوں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

یعنی جب ملکہ محل میں داخل ہوئی اور اس محل میں نیچے پانی اور اوپر شیشہ جڑا ہوا تھا، اس نے سمجھا کہ پانی سے گذرنے کے لئے پنڈلیوں سے کپڑے کو اٹھانا پڑے گا جب اس نے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھانے کا ارادہ کیا تو سلیمانؑ نے فوراً ٹوک دیا۔ اور فرمایا یہ محل ایسا ہے کہ نیچے پانی بہہ رہا ہے اور اوپر سے شیشہ جڑا ہوا ہے۔ اب اسے مسئلہ توحید سمجھ آیا، اور معجزے کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ جیسے یہاں میرے ذہن نے دھوکہ کھایا کہ پانی کے منظر کو پانی سمجھ بیٹھی۔ اسی طرح پیغمبر تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا فعل اس کے ہاتھ سے ظاہر کیا ہے۔ اصل میں یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اسی لئے اب وہیں کھڑی ہوئی اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگی کہنے لگی، اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، کیونکہ میں نے تیرے نبی کو تیرے کام میں شریک سمجھا، اب میں سلیمان کی معیت میں اس کی

صحابیہ بن کر اللہ کی فرمانبردار بن گئی ہوں جیسے سلیمان تیرا فرمانبردار اسی طرح اب میں بھی تیری فرمانبردار ہو چکی ہوں

عزیر علیہ السلام

قرآن مجید میں عزیر علیہ السلام کا نام

عزیر علیہ السلام کا نام سورۃ توبہ پارہ ۱۰ میں ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ بْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارٰى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ۔ (آیت ۳۰)

(ترجمہ) اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ ان کی منہ کی باتیں مشابہت رکھتی ہیں ان کافروں کی باتوں سے جو پہلے گذر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیر علیہ السلام کا مقام یہودیوں کے ہاں وہی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کا مقام عیسائیوں کے ہاں ہے یعنی یہودی عزیر علیہ السلام کو پوجتے ہیں جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو پوجتے ہیں، دونوں گروپ نبیوں کے پجاری ہیں اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت کی بد دعا فرمائی لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ انہوں

اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا، آج کل مسلمان مشرک بھی نیک لوگوں کی قبروں پر ان کے قدموں کی طرف سجدہ کی جگہ رکھے ہوئے ہیں وہاں رو رو کر سجدہ کر کے ان سے مرادیں مانگتے ہیں آج کل مسلمان مشرک یہود و نصاریٰ سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

عزیر علیہ السلام کا واقعہ

جو عدم سماع انبیاء علیہم السلام بعد از موت پر دلالت کرتا ہے

تیسرے پارہ میں آیت ۲۵۹ میں عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے:۔

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ بقرہ ۱)

(ترجمہ) یا مثل اس شخص کے جو گذرا ایسی بستی پر جو اپنے چھتوں پر گری ہوئی تھی اس نے کہا کیسے زندہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کی موت کے بعد پھر موت دے دی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ایک سو سال کے لئے پھر اس کو زندہ کیا پوچھا کتنا عرصہ تو موت کے عالم میں ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا ایک دن یا کچھ حصہ دن کا فرمایا بلکہ تو ٹھہرا ہے سو سال پھر دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو اس میں تبدیلی نہیں آئی اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیں اور دیکھ ہڈیوں کی طرف

کیسے ہم اٹھاتے ہیں پھر کیسے ہم اس پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب اس نے اس کو دیکھ لیا، تو کہا میں سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں مشہور قول کے مطابق عزیر علیہ السلام مراد ہیں یہی آیت مردوں کے نہ سننے کی سب سے بڑی دلیل ہے بلکہ حیات انبیاء بعد از موت کی فیصل کن دلیل ہے۔ کیونکہ عزیر علیہ السلام کسی بستی سے گذرے کہتے ہیں وہ بستی بیت المقدس تھی جس کو بخت نصر نے تباہ کر دیا تھا۔ جب عزیر علیہ السلام اس اجڑی بستی سے گذرے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس اجڑی بستی کو کیسے زندہ کرے گا۔ پیغمبر کے دل میں یہ وسوسہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے وسوسہ کو دور کرنے کے لئے خود اسے موت دے دی لیکن صرف ایک سو سال کے لئے ہمیشہ کے لیے نہیں دی، پھر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر کے سوال کیا، کَمْ لَبِثْتَ یعنی تو موت کے عالم میں کتنا عرصہ رہا۔ تو اس نے جواب دیا، لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ کہ میں موت کے عالم میں ایک دن رہا۔ یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ بلکہ تو موت کے عالم میں ایک سو سال رہا ہے۔

اس واقعہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو ایک سو سال کے لیے موت دے کر پھر زندہ کر کے اس سے پوچھا پوچھنے والا اللہ تعالیٰ اور بتانے والا پیغمبر دونوں سچے کسی طرف جھوٹ کا احتمال نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں مریں گے۔ قبر میں جائیں گے۔ تو اس وقت پتہ لگ جائے گا کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ایسے شبہات بھی دور کر دیئے فرمایا کہ تم اپنی موت کے بعد مسئلہ سماع موتی کی تحقیق کی انتظار میں نہ رہو میں نے اپنے ایک پیغمبر کو موت دے کر پھر اس کو زندہ کر کے خود میں نے اس سے پوچھا

کہ اے میرے پیارے پیغمبر تو بتا کہ تو کتنا عرصہ موت کے عالم میں رہا ہے کیا تجھے موت کے بعد دنیا کے حالات و واقعات کی کوئی خبر ہے یا نہیں کیا تجھے سو سال کے اندر طلوع ہونے والے سورج کا پتہ چلا یا نہیں، اسی طرح سو سال کے غروب ہونے والے سورج کا بھی علم ہے یا نہیں یعنی سو سال کی راتوں کا اور سو سال کے دنوں کا اور سو سال کی گرمیوں اور سردیوں کا اور آندھیوں اور بارشوں کا کوئی علم ہے یا نہیں اسی طرح کے دیگر انقلابات کی بھی کوئی خبر ہے یا نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسول نے اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مجھے موت کے عالم میں گئے ہوئے صرف ایک دن یا بعض دن گذرا ہے تو پتہ چلا کہ موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کو بھی دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں ہوتی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون قبر پہ آیا اور کون نہیں آیا۔ کیا کہا کیا مانگا وغیرہ ذلک کسی چیز کا بھی علم نہیں ہوتا جب انبیاء کو پتہ نہیں چلتا تو دوسرے مردوں کو کیسے پتہ چل سکتا ہے کیا دوسرے مردے انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہوشیار ہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں تو کہیں ذکر نہیں کہ وہ مرنے والے نبی تھے۔ آپ نے کیسے اس سے نبی مراد لے لیا ہے۔

جواب: قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے سوال کیا کَمْ لَبِثْتَ اور اس نے اللہ تعالیٰ کو جواب دیا۔ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی تھا۔ اللہ تعالیٰ نبیوں کے سوا کسی سے بات نہیں کرتے جیسے فرمایا۔ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا الخ۔

حکایت: ایک مولوی صاحب سے مسئلہ حیات النبی کے بارے میری گفتگو ہوئی جب میں نے مردوں کے نہ سننے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات

دنیاوی کی نفی کے بارے یہ دلیل پیش کی تو مولوی صاحب کہنے لگے اس آیت سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد زندگی ہوگی، اور بس میں نے جواباً عرض کیا مولانا صاحب موت کے بعد کی زندگی تو ان کے زندہ ہونے سے ثابت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا۔ اور نبی کا جواب دینا یہ کس غرض کے لئے ہے تو مولوی صاحب سے اس کا کوئی جواب نہ بن سکا تو گذارش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو زندہ کر کے اس سے سوال وجواب کیا پھر قرآن میں لکھا تاکہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو یقین دلایا جائے کہ موت کے بعد انسان کو خواہ نبی ہو یا غیر نبی دنیا کا کچھ بھی پتہ نہیں چلتا اسی لئے اسی آیت میں ہے وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ یعنی اے میرے نبی میں نے تجھے موت دے کر پھر زندہ کر کے تجھ کو سوال وجواب کر کے قرآن میں اس لئے لکھا ہے تاکہ ہم تجھے تمام لوگوں کے لئے آیت بنا دیں تجھ سے موت کے بعد کے حالات کے نہ جاننے اور حیات برزخی سمجھنے کا استدلال کر سکیں اور ہماری طاقت وقدرت سمجھنے کے لئے اپنی خوراک طعام اور پانی کو دیکھ لے جس طرح تو اپنی خوراک کو لے کر چلا تھا۔ اسی طرح من وعن محفوظ ہے اگر کھانا گرم تھا تو دیکھ لے اسی طرح گرم ہے اور اگر ٹھنڈا تھا تو اسی طرح ٹھنڈا ہے کھانا تو کجا ہم نے تیرے پینے کے پانی کو بھی محفوظ رکھا ہے اس میں بھی ہم نے تبدیلی نہیں آنے دی، اور اب تو اپنے گدھے کو دیکھ وہ گل سڑ چکا تھا، ہڈیاں ہو چکا تھا، دیکھ ہم کیسے اس کی ہڈیوں کو اٹھا کر ملا کر جوڑتے ہیں پھر کیسے ہم اس پر گوشت پوست چڑھاتے ہیں جب عزیر علیہ السلام نے یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بے ساختہ زبان سے کہا اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ

کی قدرت کا نظارہ کیا ہے۔

زکریا و یحییٰ علیہما السلام

زکریا علیہ السلام کی دعا

زکریا علیہ السلام کا واقعہ سورۃ مریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۔

(آیات ۱ سے ۶ تک کٓھٰیٰعٓصٓ)

(ترجمہ) اللہ اعلم بمرادہ یہاں ذکر ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی جب اس نے پکارا اپنے رب کو آہستہ آواز سے کہا اے میرے رب بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کے شعلے مار رہا ہے اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ اور بے شک مجھے اپنے پیچھے گدی نشینوں کا بڑا خوف ہے اور میری عورت بانجھ ہے پس بخش دے مجھے اپنی طرف سے متولی جو وارث بنے میرا اور پورے خاندان یعقوب کا اور بنا اسے اے میرے رب اپنا پسندیدہ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگتے مانگتے بوڑھے ہوگئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت

سے ابھی تک مایوس نہیں ہوئے تھے، اب انتہائی بڑھاپے میں جو دعا کی
اللہ تعالیٰ نے پہلے دعا کی قبولیت کی تمہید باندھ کر فرمایا کہ یہاں تیرے رب
کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے پیارے بندے زکریا علیہ السلام پر فرمائی
جب اس نے اپنے رب کو خفیہ پکار کر کہا اے میرے رب میرے جسم کی اب ہڈیاں
بھی کمزور ہوگئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے کے **شعلے** مار رہا ہے، لیکن باوجود اس
کے اے میرے رب میں تجھے پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ یعنی اتنا عرصہ پکارنے
کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اب تک مایوس نہیں ہوئے تھے، اب بھی
اتنے بڑھاپے میں بھی امید لگا کر اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگتے ہیں۔

سوال: زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کو آہستہ آواز سے کیوں پکارا
جواب: زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کو آہستہ آواز سے اس لئے
پکارا تاکہ کوئی مشرک یہ نہ کہہ سکے کہ اے وہابی تو نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کو
پکارا اللہ تعالیٰ نے تجھے کیا دیا چل ہمارے مشکل کشا کو پکار دیکھ کیسے وہ تیری
مشکل کشائی کرتا ہے یا اس لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ دیکھو بوڑھے کو اس عمر میں بھی
اولاد کا شوق ہے حالانکہ اس عمر میں اولاد مانگنا قرین قیاس نہیں۔

سوال: زکریا علیہ السلام نے دعا میں فرمایا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے بعد
اپنے گدی نشینوں کا خوف ہے ان کو اپنے وارثوں سے کونسا خوف تھا۔

جواب: یہ ہمیشہ کا اصول رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد یا اولاد در اولاد
میں سے کئی لوگ دوبارہ شرک کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، پھر باقاعدہ
طور پر شرک کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں جیسے پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۵۹ میں ہے

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ	پھر ان کے بعد کئی ایسے برے جانشین
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ	ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا

فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے ایسے لوگ گمراہی کو ملیں گے۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کے برے جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے منصب اور مشن کی مخالفت کی اور گمراہ ہو گئے زکریا علیہم السلام کو بھی ایسے گندے جانشینوں کا خوف تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا بیٹا مانگا جو پورے خاندان نبوت کی وراثت دینی کو سنبھالے یہاں وراثت مالی مراد نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت کوئی نہیں سنبھالتا، جیسے حدیث میں ہے:۔

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ فَھُوَ صَدَقَۃٌ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ ہوتا ہے۔

یہی حدیث حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت عباس کو سنائی تھی جس کے بعد انہوں نے وراثت کا مطالبہ ترک کر دیا تھا۔

نیز آیت میں ہے کہ پورے خاندان نبوت کی وراثت کو سنبھال لے پورے خاندان کی مالی وراثت کو ایک شخص قانوناً و شرعاً نہیں سنبھال سکتا، یہی قرینہ ہے کہ یہاں وراثت سے وراثت دینی مراد ہے اللہ تعالیٰ نے زکریا کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔

زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہو گئی

یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اِسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ

مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت ۷ تا ۹)

(ترجمہ) اے زکریا بے شک ہم تجھے بیٹے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس کے لئے کوئی ہم نام نہیں بنایا عرض کیا اے میرے پروردگار کیسے ہوگا میرے لئے بیٹا حالانکہ میری عورت بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں فرمایا اسی طرح تیرے رب نے فرمایا یہ کام مجھ پر آسان ہے، اور تحقیق میں نے تجھے پہلے پیدا کیا حالانکہ تو کوئی چیز نہیں تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں مختار کل ہوں جب چاہوں کسی کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازدوں نہ چاہوں تو کوئی اپنی مرضی نہیں چلا سکتا زکریا علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا۔ اے زکریا ہم تجھے یحییٰ بیٹے کی خوشخبری سناتے ہیں اس خوشخبری پر خوش ہوکر زکریا علیہ السلام نے عرض کی اے میرے اللہ مجھے کیسے بیٹا ملے گا، کیا میری بوڑھی بیوی بیٹے کو جنم دے گی یا ویسے ہی تو اپنی رحمت سے بیٹا ہماری گود میں گرادے گا بوڑھی بیوی کا بیٹے کو جنم دینا عقلاً عادتاً ماتحت الاسباب محال ہے کیوں کہ وہ بھی انتہائی بانجھ ہے اور میں تو کسی کھاتہ کا نہیں ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ تمہیں بیٹا اسی طرح ملے گا جس طرح ماتحت الاسباب والدین کے گھر اولاد ہوتی ہے کیونکہ مجھ پر اسباب کو درست کرنا مشکل نہیں میرے حکم کی دیر ہوتی ہے کام کے ہونے میں دیر نہیں ہوتی۔ میری قدرت کو سمجھنے کے لئے تو اپنی تخلیق کو دیکھ لے تو کچھ نہیں تھا میں نے تجھے پیدا کر دیا، تو تیرے بیٹے کو پیدا کرنا میرے لئے مشکل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کا مختار کل ہونا تو کجا پیغمبر علیہ السلام

کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ بیٹا مجھے کس طرح ملے گا اسی طرح تو سوال کیا کہ :۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ الخ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بیٹا دینے کا پختہ وعدہ کر لیا تو اب زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں :۔

زکریا علیہ السلام کیلئے بیٹے کی نشانی

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (آیت ۱۰)

(ترجمہ) عرض کیا اے میرے پروردگار بنا میرے لئے نشانی فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے پوری تین راتیں کلام نہیں کر سکے گا۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ جیسے انبیاء علیہم السلام مختار کل نہیں ہوتے، اسی طرح عالم الغیب بھی نہیں ہوتے ورنہ نشانی مانگنے کی کیا ضرورت تھی اللہ تعالیٰ سے بیٹا ملنے کی نشانی مانگنے کی ضرورت صرف اسے ہوتی ہے جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ بیٹا کس سال کس مہینے اور کس رات کو ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے لئے نشانی یہ بتلائی کہ جب تو لوگوں سے بات کرنا چاہے گا، تو نہیں کر سکے گا یعنی جب تیری چلنے والی زبان رک جائے گی تو سمجھ لینا کہ اب رکا ہوا رحم چلنے لگ گیا ہے اب بیٹا مل رہا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک دن زکریا علیہ السلام لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے مخاطب ہوئے تو نہ بول سکے۔ فرمایا۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا (آیت ۱۱)	پھر نکلے قوم پر عبادت خانے سے تو ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ صبح و شام تسبیح بیان کیا کرو۔

یعنی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد جب تبلیغ کے لیے قوم کے پاس آئے اور تبلیغ کرنے کے لئے بولنے لگے تو نہ بول سکے۔ تو پھر قوم کو اشارہ سے تبلیغ فرمائی کہ صبح وشام یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیا کرو جب زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بیٹا دے دیا تو اب یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نبوت سے سرفراز فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

یحییٰ علیہ السلام اور اس کے اوصاف

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَّاٰتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (آیت ۱۲ سے ۱۵ تک)

(ترجمہ) اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم دیا اور وہ ہماری طرف سے تحفہ تھا، اور پاکیزگی اور پرہیزگار تھا اور وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا تھا۔ اور سرکش بے فرمان نہیں تھا، اور اس پر سلام جب وہ پیدا ہوا اور جب وہ مرے گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جائیگا۔

ان آیات میں صرف یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچپن میں نبوت سے سرفراز فرمایا اور وہ زکریا علیہ السلام کے لئے تحفہ تھا اور وہ پاکی طہارت کا مجسمہ تھا، وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والا تھا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے والا تھا۔ وہ ماں باپ سے سرکش اور بے فرمان نہیں تھا، سورۃ آل عمران پارہ ۳ رکوع ۱۲ میں ہے کہ زکریا علیہ السلام مریم کے پاس جب ہی جاتے تو اس کے پاس رزق پڑا ہوا پاتے ایک مرتبہ زکریا علیہ السلام نے مریم سے پوچھا۔

قَالَ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔ (آیت ۳۷)	زکریا نے کہا اے مریم یہ رزق تیرے لئے کہاں سے آیا اس نے کہا یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے بے شک اللہ رزق دیتا ہے جسے چاہے بغیر حساب کے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی زکریا علیہ السلام نے مریم صدیقہ سے یہ سوال کیا کہ یہ رزق تجھے کس نے دیا، اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ رزق مجھے آپ کے وسیلہ سے ملا ہے یا فلاں نبی نے بھیجا ہے بلکہ کہا کہ یہ رزق مجھے اللہ تعالیٰ نے بغیر اسباب کے براہ راست اپنی رحمت سے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق پہنچاتا ہے ۔ اسی بات سے زکریا علیہ السلام کے دل پر ضرب لگی کہ جو قادر مطلق مریم صدیقہ کو بغیر اسباب کے رزق پہنچا سکتا ہے وہ مجھ جیسے بوڑھے کو بغیر اسباب کے بیٹا بھی دے سکتا ہے اسی لئے وہیں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو اگلی آیات میں مذکور ہے ۔

زکریا علیہ السلام کی دعا اور دعا کی قبولیت

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَهُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (آیت ۳۸ سے ۴۱ تک)

(ترجمہ) اسی جگہ پکارا زکریا نے اپنے رب کو کہا اے میرے رب بخش دے مجھے اپنی طرف سے پاک اولاد بے شک تو ہی دعاؤں کا سننے والا ہے، پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے اور وہ عبادت خانے میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ تجھے یحیٰی کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمے کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور سردار اور خواہشوں سے رکنے والا اور نیک نبیوں سے ہوگا اس نے کہا اے میرے رب میرے لئے نشانی بنا دے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک کلام نہیں کر سکے گا سوائے اشارہ کے اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور پچھلے اگلے پہر اللہ کی تسبیح بیان کر۔

ان آیات میں سے پہلی آیت کے اندر فرمایا کہ زکریا علیہ السلام نے اسی جگہ اور اسی وقت مریم صدیقہ کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ اے اللہ مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا کر۔

اپنی طرف سے اس لئے کہا کہ اولاد کے لئے ماں باپ کا اولاد کے قابل ہونا ضروری ہے لیکن یہاں ماں باپ دونوں میں سے کوئی بھی ما تحت الاسباب سبب نہیں تھا۔ اسی لئے عرض کیا کہ اپنی طرف سے

مریم صدیقہ کی ولادت

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۵)

(ترجمہ) جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پالنے والے، بے شک تیری منت مانتی ہوں جو کچھ میرے پیٹ میں ہے تیرے لئے آزاد ہوگا تو مجھ سے قبول کر بے شک تو ہی تو سننے جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ہے کہ مریم صدیقہ کی ماں نے جو عمران کی بیوی تھی، اللہ تعالےٰ کی منت مانی ان الفاظ سے کہ اے میرے رب میں تیری نذر مانتی ہوں کہ اگر تو نے مجھے بیٹا دیا تو میں اپنے بیٹے کو تیری عبادت اور تیرے دین کے لیئے آزاد کر دوں گی۔ اس سے دنیا کا کوئی کام نہیں کراؤں گی، اے اللہ میرے اس نذر کو قبول فرما یعنی مجھے بیٹا نصیب کر۔ کیونکہ تو ہی تو سب مخلوق کی پکاروں کو سننے والا اور سب کے حالات کو جاننے والا۔ اس آیت سے کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

۱:۔ نذر منت صرف اللہ تعالیٰ کی ماننی چاہیئے، کیونکہ نبوت کے خاندان کی عورت کسی نبی کی نذر نہیں مانتی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی نذر مانتی ہے۔

۲:۔ حاجات مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیئے، کیونکہ خاندانِ نبوت کی عورت صرف اللہ تعالیٰ کو پکار کر اس سے بیٹا مانگتی ہے، نیز یہ بھی کہتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہی سب مخلوق کی پکاروں کو سننے والا، اور سب کے حالات کو جاننے والا ہے۔

۳:۔ مَافِی بَطْنِیْ مُحَرَّرًا کے لفظ سے اشارۃً بیٹا مراد ہے کیونکہ بیٹیاں آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت یا دین کی تبلیغ نہیں کر سکتیں ہزاروں موانع حائل ہو جاتے ہیں اور بیٹے پوری آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت یا اس کے دین کی تبلیغ کر سکتے ہیں اسی لئے مریم صدیقہ کی والدہ نے جب مریم صدیقہ کو جنم دیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے:۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (آ

(ترجمہ) پھر جب اس نے اس کو جنا کہنے لگی، اے میرے رب بے شک میں نے اس

کو لڑکی جنا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اس کو جس کو اس نے جنا ہے اور نہیں تھا لڑکا مثل لڑکی کے اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے بچنے کے لئے۔

اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا کہ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا سے مراد لڑکا تھا، کیونکہ جب اس عورت نے لڑکی جنی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگی اے اللہ میں نے تو اپنی نذر کے خلاف بیٹی جنی ہے یعنی اے اللہ میں نے تو بیٹا مانگا تھا لیکن مجھے بیٹے کے بجائے بیٹی ملی ہے نہایت ادب سے عرض کرتی ہے چونکہ خاندان نبوت کی عورت تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ کے حضور باادب سوال کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی اور نہیں تھا وہ بیٹا جو اس عورت نے مانگا تھا مثل اس بیٹی کے جو اس کو دی گئی ہے یعنی اس عورت کو نہایت قیمتی بیٹی دی گئی ہے پھر اس عورت نے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس لڑکی کو اور اس کی اولاد کو اے اللہ تیری پناہ میں دیتی ہوں یعنی اے اللہ تو ہی اس لڑکی اور اس کی اولاد کا رکھوالا ہے نگہبان ہے شیطان مردود سے اس کو اور اس کی اولاد کو تو ہی محفوظ رکھنے والا ہے۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (آیت ۳۷)	پھر اس کو اس کے رب نے عمدہ مقبولیت سے قبول کیا اور عمدہ تربیت سے اس کو بڑھایا اور اس کا منتظم زکریا کو بنایا جب ہی زکریا عبادت خانے میں اس پر داخل ہوتے تو

اس کے پاس رزق پڑا ہوا پاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مریم کی ماں نے اپنی بیٹی مریم کو اپنی نذر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آزاد کر دیا۔ اور اس کی عبادت کے لئے عبادت خانہ بھی بنا دیا جس میں وہ عبادت کرتی تھی عبادت کرنے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے اسے قبول کر کے عمدہ تربیت سے پالا اور جب عبادت کرنے کی عمر کو پہنچ کر عبادت کرنے لگی تو عبادت خانے کے اندر جانے کی صرف زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اور کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی زکریا علیہ السلام اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے جب ہی عبادت خانے میں مریم صدیقہ کے پاس جاتے تو اس کے پاس رزق پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے موجود پاتے اسی سے زکریا علیہ السلام کے قلب پر ضرب لگی کہ جو قادر مطلق مریم صدیقہ کو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر اسباب کے رزق پہنچا سکتا ہے وہ مجھ جیسے بوڑھے کو بھی اپنی قدرت سے بیٹا عطا کر سکتا ہے

یعنی بغیر اسباب کے اپنی قدرت سے بیٹا عطا فرما لیکن مطلق بیٹا نہیں مانگا بلکہ مشروط بیٹا مانگا کہ وہ بیٹا پاکیزہ ہو، کیونکہ خبیث اولاد سے تو اولاد کا نہ ملنا بہتر ہوتا ہے، خبیث اولاد دنیا و آخرت میں ذلت و شرمساری کا باعث بنتی ہے آخر میں فرمایا کہ اے اللہ تو ہی دعاؤں کا سننے والا ہے یعنی تیرے سوا دوسرا کوئی بھی حاجت روا مشکل کشا نہیں تو ہی تمام مخلوق کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنے والا ہے چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت سے نواز کر فرشتوں کو خوشخبری

سنانے کیلئے اس کی طرف بھیجا، چنانچہ فرشتے زکریا علیہ السلام کے پاس اس وقت آئے جب وہ عبادت خانے کے اندر عبادت میں مصروف تھے۔ فرشتوں نے کہا اے زکریا اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ بیٹے کی خوشخبری سناتا ہے جس کے اوصاف یہ ہوں گے۔

۱: کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنیوالا ہوگا

۲: وہ بالطبع سردار ہوگا یعنی اس کی طبیعت بادشاہوں اور سرداروں جیسی ہوگی اس کی طبیعت میں استغناء ہوگا۔

۳: خواہشات دنیوی سے پاک ہوگا۔

۴: نبی ہوگا۔

۵: نبوت کے ساتھ ساتھ اس میں عبادت اور ذکر الٰہی کی مخصوص صفت بھی ہوگی۔

جب فرشتوں نے زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری سنائی تو زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے نشانی مانگی کہ اے اللہ مجھے نشانی دے جس سے مجھے پتہ چل جائے کہ اب بیٹا ہونے والا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عطائی طور پر بھی عالم الغیب بنایا ہوتا تو ان کو نشانی مانگنے کی کیا ضرورت تھی اپنے عطائی علم غیب سے انہیں معلوم ہوجاتا کہ اب بیٹا ہونے والا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے نشانی یہ دی کہ جب تو کلام سے عاجز ہوجائے گا تو یہ نشان ہوگا کہ جس اللہ نے بولنے والی زبان کو گنگا کر دیا اس نے اب بند رحم کو کھول دیا ہے اس سے پتہ چلا کہ انبیاء بھی اپنی حاجتوں کے بھی حاجت روا۔ اور اپنی مشکلوں کے مشکل کشا نہیں ہوتے بلکہ ان کا حاجت روا مشکل کشا بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

مریم صدیقہ

مریم علیہا السلام کا جبرئیل سے ڈرنا اور بیٹے کی خوشخبری

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا (پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۱۶ سے ۲۱)

(ترجمہ) اور ذکر کر کتاب میں سے مریم کا جب الگ ہوئی اپنے گھر والوں سے مشرقی مکان میں پھر اس نے ان کے آگے پردہ بنا لیا، پھر بھیجا ہم نے اس کی طرف اپنے روح کو پھر خوبصورت انسان کی شکل میں اس کے سامنے آیا تو اس نے کہا میں رحمان کی پناہ میں آچکی ہوں تجھ سے بچنے کے لئے اگر تو ڈرنے والا ہے اس نے کہا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں بخشش دوں تیرے لئے پاکیزہ لڑکا اس نے کہا میرے لئے کیسے لڑکا ہوگا، حالانکہ نہیں ہاتھ لگایا مجھے انسان نے اور نہ میں بدکردار ہوں اس نے کہا اسی طرح کہا ہے تیرے رب نے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان بنا دیں اور یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور یہ کام فیصلہ شدہ ہے۔

ان آیات میں ہے کہ مریم صدیقہ نے اپنے گھر والوں سے علیحدہ مشرقی مکان میں عبادت خانہ بنا لیا جس میں اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر اسی مکان میں ہر وقت عبادت میں مصروف رہتی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ خوبصورت انسانی شکل میں مریم صدیقہ کے پاس جا کر اس کو میری طرف سے پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری سنا دے انسانی شکل میں آنے سے مریم صدیقہ کا امتحان مقصود ہوگا، نیز لوگوں کے عقیدہ کی صحت مقصود تھی کہ دیکھو مریم صدیقہ جیسی ولیہ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ جبرائیل فرشتہ ہے یا کوئی دوسرا انسان ہے جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبی ولی عالم الغیب نہیں ہوتے ورنہ مریم صدیقہ کو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب جبرائیل فرشتہ خوبصورت انسان کی شکل میں مریم صدیقہ کے کمرے میں آیا تو مریم ڈر کے مارے کہنے لگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئی ہوں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو ڈر جا اور واپس چلا جا، اس بیچاری کو کیا پتہ کہ یہ کون ہے جب حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ مریم ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں انسان نہیں ہوں میں تیرے رب کا قاصد ہوں تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے آیا ہوں وہ پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا دینے والا ہوں بعض لوگ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ جبرائیل نے کہا میں تیرے رب کا قاصد ہوں تجھے بیٹا عطا کروں گا یہ ترجمہ غلط ہے اس لئے کہ اگلی آیات اس ترجمہ کی تردید کرتی ہیں کیونکہ جب مریم صدیقہ نے جبرائیل کو کہا کہ مجھے بیٹا کیسے ملیگا جب کہ آج تک مجھے انسان کا ہاتھ ہی نہیں لگا۔ اور نہ میں بدکردار ہوں تو جبرائیل نے جواب دیا کہ تیرے رب نے یونہی کہا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور تاکہ اس کام کو ہم لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان بنا دیں اور یہ کام فیصلہ شدہ ہے ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا رب نے دیا ہے جبرائیل نے صرف

پیغام پہنچایا ہے اسی لئے وہ کہتے ہیں تیرے رب نے یونہی کہا ہے مجھے کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیسے بیٹا دیں گے۔

مریم صدیقہ پر دردزہ کی تکلیف

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَاءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (آیت ۲۲ سے ۲۶ تک)

(ترجمہ) پھر اس کو حمل ہوگیا پھر دور کے مکان میں علیحدہ ہوگئی پھر اس کو دردزہ ہوگیا، کھجور کے تنے کے پاس تو کہنے لگی کہ کاش کہ میں مرچکی ہوتی اس سے پہلے اور میں بھولی بھولائی ہوتی۔ پھر اس کو نیچے سے آواز آئی کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ پیدا کیا ہے اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دے تجھ پر عمدہ تازی کھجور گرے گی۔ پھر اس کھجور سے کھا، اور چشمہ سے پانی پی، اور بچے سے آنکھ کو ٹھنڈا کر پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو اسے کہہ میں نے اللہ کے لئے منت مانی ہے میں آج کسی سے کلام نہیں کروں گی۔

ان آیات میں ذکر ہے جبرائیل کے واپس جانے کے بعد حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوگیا۔ دوران حمل وہ علیحدہ رہنے لگی پھر جب کسی ضرورت کے لئے کھجور کے تنے کے پاس گئی تو اسے وضع حمل کا درد شروع ہوگیا تو اس وقت نہایت غم کی حالت میں کہنے لگی کاش کہ میں بچہ جننے سے پہلے مرچکی ہوتی اور میرا اس دنیا سے نام و نشان بھی مٹ

چکا ہوتا کیونکہ میں بچہ جننے کے بعد بدنام ہوجاؤں گی، ایسی بدنامی سے تو مرجانا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تسلی دی، اور زمین کی جانب سے آواز آئی کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ پیدا کر دیا ہے، اور اس کھجور کے تنے کو ہلا تو پکی ہوئی عمدہ تازہ کھجور گرے گی، اس کھجور سے کھا اور چشمہ سے پانی پی اور بچے کو گود میں لے کر آنکھوں کو ٹھنڈا کر اور جب تجھے کوئی آدمی نظر آئے تو اس کو اشارہ سے کہنا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی منت مانی ہے کہ چپ کا روزہ رکھوں گی لہٰذا میں آج کے بعد کسی سے بات نہیں کروں گی، یعنی تیرے لئے لازم ہے کہ تو چپ رہ اور جب تجھ پر لوگ الزام لگائیں گے تو میں اللہ اپنی قدرت سے ان کو جواب دلاؤں گا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ (آیت ۲۷ سے آیت ۲۹ تک)

(ترجمہ) پھر اس کو اپنی قوم کے پاس اٹھا کر لائی تو کہنے لگے، اے مریم تو بہتان والی چیز لائی ہے اے ہارون کی بہن نہیں تھا، تیرا باپ برا شخص اور نہ تھی تیری ماں بدکار عورت تو اس نے بیٹے کی طرف اشارہ کیا کہنے لگے ہم کیسے ایسے بچے سے کلام کریں جو پنگھوڑے میں ابھی بچہ ہے۔

ان آیات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مریم صدیقہ کو تسلی دی کہ جب تو اپنے بچے کو اٹھا کر قوم کے پاس جائے تو تو نے بالکل نہیں بولنا خاموش رہنا ہے، میں اپنی قدرت کاملہ سے تیرے بچے کی زبانی ان کی تسلی کرا دوں گا، چنانچہ مریم صدیقہ

اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق اپنے بچے کو اٹھا کر قوم کے پاس لائیں تو قوم نے سر پر آسمان اٹھا لیا اور کہنے لگے اے مریم تو نے پوری قوم کی ناک رگڑ دی ہے نہ تیرا باپ بُرا شخص تھا، اور نہ تیری ماں بدکار عورت تھی۔ تو کیسی بدمعاش عورت نکلی تیرا بچہ بغیر باپ کے تیری بدکرداری کا ثبوت ہے۔ نعوذ باللہ قوم جو کچھ کہتی رہی مریم خاموش رہی اور اپنے گود والے بچے کی طرف اشارہ کرتی رہی کہ اس بچہ سے پوچھ لو۔ قوم نے کہا یک نہ شد دو شد پہلے بات تو یہ ہے کہ اس نے ناجائز بچے کو جنم دیا ہے لیکن اب یہ بھی کہتی ہے کہ اس بچے سے پوچھ لو۔ یں کیسی ہوں اور یہ بچہ کیسا ہے ہم ایسے بچہ سے کیسے کلام کریں، جو ابھی تک پنگھوڑے میں ہے قوم کی یہ بات کرنی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں وہ قوت گویائی عطا کی کہ ساری قوم حیران رہ گئی ہے، اگلی آیات میں اس کا بیان یوں ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر ماں کی گود میں

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۔

(آیت ۳۰ سے آیت ۳۳ تک)

(ترجمہ) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے جہاں بھی رہوں اور اس نے مجھے نماز، زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں گا، اور میں اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا ہوں، اور اس نے مجھے سرکش، بدبخت

نہیں بنایا، اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جب مروں گا، اور جب زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔

ان آیات میں ہے کہ قوم مریم صدیقہ پر بہتان کا طوفان اٹھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی دی کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اشارہ تھا کہ نہ اللہ ہوں اور نہ اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب وحی ہے یعنی انجیل اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے جب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دے کر نبی بنایا ہے تو قوم حیران ہو گئی اور سمجھ گئی واقعی مریم صدیقہ تو اللہ تعالیٰ کی پیاری بندی ہے اگر وہ غلط کار ہوتی تو اس کو بیٹا نبی کیسے ملتا، نیز بیٹے کا گویا ہو کر ایسی باتیں کرنا بھی مریم کی سچائی اور صفائی کا بیان تھا، نیز عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکتیں دیکر مبارک بنایا ہے جہاں بھی چلا جاؤں وہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں گی اور اس نے نماز زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں گا نماز پڑھتا رہوں گا۔ اور زکوٰۃ دیتا رہوں گا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ ہر ایک مسلمان کو کہا گیا ہے کہ نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو لیکن نماز تو ہر ایک پر لازم ہے لیکن زکوٰۃ کے لئے اس کا صاحب نصاب ہونا ضروری ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر بھی زکوٰۃ مال دار ہونے کی صورت میں لازم تھی، بعض مرزائی یا مرزائی نواز کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر آسمانوں پر زندہ ہیں تو زکوٰۃ کس کو دیتے ہیں تو ان کو کہنا چاہیے کہ آسمانوں پر ان کے پاس سرمایہ مقدار نصاب تم ثابت کرو پھر زکوٰۃ دینا ہم ثابت کریں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ احسان کرنیوالا

ہوں، اس جملہ میں انہوں نے اپنی والدہ کی براءت ثابت کر دی کہ میری صرف والدہ ہے والد نہیں ورنہ وہ کہتے ہیں اپنے والدین سے حسن سلوک سے پیش آنے والا ہوں، اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا یعنی میں اپنی والدہ سے سرکش نہیں ہوں بلکہ اس کا فرماں بردار ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص والدین کی بے فرمانی کرتا ہے وہ سرکش اور بدبخت ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر سلام ہے جب میں پیدا ہوا اور جب میں مروں گا، اور جب میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تینوں حالتوں میں اپنی خیر و عافیت اور سلامتی سے نوازا ہے۔ نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیوی زندگی ختم ہونے کے بعد قیامت تک نبیوں پر بھی موت طاری رہتی ہے جو لوگ انبیاء کو موت کے بعد دنیوی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھتے ہیں وہ قرآن سے ناواقفیت کا شکار ہیں اور جو لوگ اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرتے ہیں وہ بھی نادان ہیں کیونکہ اس آیت میں جن تین حالتوں کا ذکر ہے وہ تینوں حالتیں عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوں گی۔

ا:- دنیاوی زندگی وہ گذار کر اب دہاں زندہ اٹھائے گئے ہیں، جہاں مر کر مرنے والوں کی روحیں جاتی ہیں، پھر وہ آسمان سے نازل ہوں گے، پھر ان پر موت وارد ہوگی، پھر ان کو قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کی دلیل قرآن مجید میں مذکور ہے

عیسٰی علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ (پ۶ سورۃ نساء آیت ۱۵۸)

(ترجمہ) بلکہ اٹھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے فرمایا۔

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ الخ۔

نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا، اور لیکن ان کو شبہ میں ڈالا گیا۔ اور بے شک جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس مسئلہ کے بارے شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اس مسئلہ میں کوئی علم نہیں سوائے ظن کی اتباع کے اور یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں بخوبی واضح کیا گیا ہے کہ یہودی بھی جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اسے قتل کیا ہے اور عیسائی بھی جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہودیوں نے عیسٰی علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا ہے یعنی نہ انہوں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا ہے لیکن ان کو اس مسئلہ پر شبہ ہو گیا ہے، اور جو لوگ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ قتل ہوا ہے یا صلب ہوا ہے دونوں شک میں ہیں ان کو اتباع ظن کے سوا کوئی علم نہیں یہ دونوں باتیں ان کی

اٹکل پچو ہیں، اور یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے دونوں صورتوں میں اس
کو قتل نہیں کیا، بلکہ کیا ہوا کیا طبعی موت سے فوت ہوئے تھے نہیں، بلکہ
اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف یعنی آسمانوں کی طرف اٹھا لیا ہے۔ پھر آگے اس
کی دلیل مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اسے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا ہے یہ عادت اللہ کے خلاف ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
غالب ہے جو چاہے جیسے چاہے کر سکتا ہے، اس کی قدرت کسی قاعدہ و
دستور کی محتاج نہیں، پھر اگر کوئی کہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اپنی
طرف کیوں اٹھایا۔ تو فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمتوں والا ہے
اس کی ہر کام میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں۔

احادیث صحیحہ، بخاری، مسلم میں عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول پر شاہد ہیں
بعض منکر احادیث ان حدیثوں کو ضعیف ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش
کرنے کے لیئے ایک تنقید نامی کتاب لکھی جس کا بندہ نے جواب تنقید پر تنقید
نامی کتاب لکھی ہے جو چاہے اس کا مطالعہ کرے۔

جب عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں یہ تقریر فرمائی جس سے ایک طرف مریم
صدیقہ کی براءت ہوگئی اور دوسری طرف عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اثبات ہوگیا، پھر
اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے بعد فرمایا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور بیان توحید

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ
مِنْ وَلَدٍ سُبْحٰنَهُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (آیت ۳۴ سے ۳۶ تک)

(ترجمہ) یہ عیسیٰ بن مریم ہے یعنی وہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں
اللہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنا کوئی بیٹا بنا لے وہ پاک ہے جب کسی
کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا پھر وہ ہو جاتا ہے اور بے شک اللہ
میرا بھی پالنے والا ہے اور تمہارا بھی پالنے والا ہے، اسی کی بندگی کرو
یہی سیدھی راہ ہے۔

ان دو آیات میں سے پہلی کے اندر مریم صدیقہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی
براءت کا اعلان ہے کہ مریم کی قوم تو اس پر زنا کی تہمت لگا رہی تھی، اور
عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ناجائز بیٹا سمجھ رہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام
کو اپنی ماں کی گود میں گویا کر کے ان کی عفت اور پاکیزگی کے چار چاند لگائے پھر فرمایا
تم مریم اور عیسیٰ کو کیا سمجھتے تھے یہ عیسیٰ بن مریم ہے جس کی تم نے تقریر سنی ہے
اب بتاؤ تمہاری سوچ کتنی غلط تھی، پھر عیسائیوں کے عقیدہ کی تردید فرمائی جو کہتے
تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ کی شان کے یہ مناسب
نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ بیٹوں اور شریکوں سے پاک ہے، کیونکہ
جو کسی کو اپنا بیٹا یا شریک بنائے وہ مختار کل نہیں رہتا، اس کو اپنے بیٹے کی
بات ماننی پڑتی ہے وہ اپنی مرضی نہیں چلا سکتا اسی لئے فرمایا کہ وہ بیٹوں شریکوں
سے پاک ہے وہ اپنی مرضی چلاتا ہے وہ کسی کی مرضی کے تابع نہیں وہ جب کسی
کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے حکم کی دیر ہوتی ہے کام کے ہونے میں
دیر نہیں ہوتی، پھر عیسیٰ علیہ السلام کا بیان نقل کیا کہ وہ توتوحید کے زبردست مبلغ
اور داعی تھے، انہوں نے اپنی زندگی اسی مسئلہ کی تبلیغ پر صرف کی کہ اللہ
میرا بھی پالنے والا ہے اور تمہارا بھی اسی کی بندگی کرو یہی سیدھی
راہ ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

عیسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت شروع کی تو لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور صرف جھٹلایا نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے جیسے پارہ ۷ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۰ کے آخر میں ہے۔

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

(ترجمہ) اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ہٹایا جب تو ان کے پاس واضح مسائل دلائل لایا تو ان میں سے کافروں نے کہا نہیں یہ مگر کھلا جادو۔

یعنی جب بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کا بیان توحید سنا تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کو جو نہایت مؤثر ہوتا تھا جادو کہا، سحر کا معنی جھوٹ بھی ہوتا ہے یعنی انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کو جھوٹ کہنے کے ساتھ ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے پیچھے پڑ گئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں نے تجھ پر کتنا احسان کیا کہ میں نے تجھے دشمنوں سے بچایا جب تو ان کے پاس واضح مسائل اور ان کے واضح دلائل لایا تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے عیسیٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے اس کو مختلف معجزات دیئے معجزات کی حقیقت جیسے میں نے پہلے حصہ میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ضمن میں لکھی ہے۔

معجزے کی حقیقت

وہ یہ ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کام ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر ظاہر

کرتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی لاج رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنی قدرت کا کام دکھاتا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تائید کو دیکھ کر مسلمان ہو جائیں اور مشرک لوگ اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو نبی مختار کل ہے عالم الغیب ہے حاجت روا مشکل کشا ہے کہ اس نے مردوں کو زندہ کر دیا اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیا وغیر ذلک۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پ سورۃ مائدہ آیت ۱۰۹ و ۱۱۰ میں یوں بیان کی ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ الخ۔

(ترجمہ) جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو اکٹھا کریں گے، پھر فرمائیں گے تم سے کون سی اجابت کرائی گئی کہیں گے ہمیں علم نہیں بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے جب اللہ تعالیٰ کہیں گے، اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کی جب میں نے تیری تائید جبریل سے کی تو لوگوں سے باتیں کرتا تھا، بچپن میں اور ادھیڑ عمر میں اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات انجیل کی تعلیم دی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا، میرے حکم سے پھر تو

اس میں پھونک لگاتا تھا، پھر وہ پرندہ بن جاتا میرے حکم سے اور تو تندرست کرتا تھا، مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو مردوں کو نکالتا تھا، میرے حکم سے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت کے اندر انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی نفی کا اعلان کر دیا گیا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ بیان اللہ تعالیٰ کی عدالت میں قیامت کے دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے پوچھیں گے۔

ماذا اجبتم کی تحقیق

مَاذَا اُجِبْتُمْ — تمہیں کس کس کام میں پکارا گیا۔

اگر کوئی کہے کہ اُجِبْتُمْ کا معنی جواب دینا ہوتا ہے پکارنا نہیں ہوتا تو اس کے سمجھانے کیلئے گذارش ہے کہ اُجِبْتُمْ اگر جواب سے مشتق ہو تو پھر واقعی اس کا معنی یہ ہوگا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا، یعنی تمہاری امتوں نے تمہیں کیا جواب دیا، اس کے جواب میں انبیاء علیہم السلام کا یہ کہنا کہ لَا عِلْمَ لَنَا درست نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو جو جواب امتیوں نے دیا تھا وہ تو ان کے علم میں ہوگا، ان کے بارے وہ کیسے کہہ سکیں گے کہ ہمیں ان کا علم نہیں بعض لوگوں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ قیامت کے احوال کی شدت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو امتیوں کے جواب یاد نہیں رہیں گے، یہ تاویل گرچہ درست ہے لیکن انبیاء علیہم السلام نے لَا عِلْمَ لَنَا کی جو وجہ بیان کی ہے وہ اس تاویل کو رد کرتی ہے انبیاء علیہم السلام فرمائیں ہمیں اپنے امتیوں کے حالات کا اس لئے علم نہیں کہ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بے شک تو ہی سب

غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سوال ماذا اُجِبْتُمْ، ان حالات کے بارے میں ہے جو انبیاء علیہم السلام کے سامنے نہیں تھے، اور انبیاء علیہم السلام ان کو نہیں جانتے ہوں گے، اس قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُجِبْتُمْ جواب سے مشتق نہیں بلکہ یہ اجابت بمعنی پہنچنے سے مشتق ہے، اللہ تعالیٰ تمام انبیاء علیہم السلام سے سوال کریں گے کہ تمہیں تمہارے امتیوں نے کس کس کام میں پہنچنے کو کہا یعنی تمہیں تمہارے امتیوں نے کس کس کام میں پکارا۔ یہ سوال اللہ تعالیٰ اس لئے فرمائیں گے کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کو عالم الغیب مختار کل سمجھ کر پکارتے ہیں ان کو جھوٹا ثابت کریں، کیونکہ جب تمام انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فرمائیں گے کہ اے اللہ ہمیں کوئی پتہ نہیں کس نے پکارا کہاں پکارا کس کام میں پکارا، اس لئے کہ اے اللہ تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے تجھے معلوم کس نے پکارا کس لئے پکارا ہم کوئی عالم الغیب تھے کہ ہمیں معلوم ہوتا۔

عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی تفصیل

اس آیت کے بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے اپنے انعام گنوائے ہیں ان انعاموں میں معجزات کا بھی ذکر فرمایا ہے تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے، اے عیسیٰ یاد کر میرے ان انعامات کو جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کیے، ان انعامات میں سے :۔

پہلا انعام یہ تھا، اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو تیری تائید کے لئے تیرے ساتھ کر دیا جہاں تو جاتا تھا۔

جبریل بھی تیرے ساتھ جاتا تھا۔

دوسرا انعام: تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو لوگوں سے بچپن میں اور ادھیڑ عمر میں کلام کرتا تھا، یعنی جو تقریر تو ادھیڑ عمر میں کرتا تھا وہی تقریر تو نے پنگھوڑے میں بچپن کے اندر کی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ انعام اس لئے جتایا کہ بچپن میں عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھی۔

تیسرا انعام: وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ میں نے تجھے کتاب اور سنت کی تعلیم دی وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ اور تورات، انجیل کا تجھے علم دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں قرب قیامت نازل ہوں گے قرآن حدیث کی تعلیم کی تائید اس لئے کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دی ہے، لیکن اس تعلیم و تائید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے رسول نہیں ہوں گے، بلکہ وہ رسول نبی اسرائیل کے رہیں گے، کیوں کہ اگلے جملہ سورۃ آل عمران میں ہے۔ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے

چوتھا انعام: وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي. اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا میرے حکم سے پھر تو اس میں پھونک لگاتا تھا تو وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے۔ یہ چوتھا انعام عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن اس انعام کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ معجزہ پیغمبر کا کام نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو فرمائیں گے کہ جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا میرے حکم سے

پھر اس میں پھونک لگاتا تھا تو وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے۔
اللہ تعالیٰ کے اس بیان سے واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کام یہ تھا کہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے تھے پھر اس میں پھونک لگاتے تھے۔ لیکن پرندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنتا تھا اسی طرح۔
پانچویں انعام، میں ہے کہ تُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ کہ تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا تھا میرے حکم سے یعنی مادر زاد اندھے اور کوڑھی پر پھونک مارنا تیرا کام تھا لیکن تیرے پھونک سے تندرست کرنا میرا کام تھا اسی طرح چھٹے انعام، میں ہے وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ اور تو مردوں کو زندہ کرتا تھا میرے حکم سے۔ یعنی اے عیسیٰ تیرا کام یہ تھا کہ مردوں کو میرا حکم سناتا تھا یعنی قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کہنا تیرا کام تھا۔ مردوں کو زندہ کرنا ہیں اللہ کا کام تھا۔
اسی طرح سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۴۹ میں یوں ہے۔ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانے کے بعد اپنی رسالت کی تصدیق کے لئے قوم کو کہتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں کیونکہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے حکم سے پرندہ بنا دیتا ہے یعنی وہ پرندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنتا ہے۔
اسی طرح وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے یعنی مٹی کو اللہ تعالیٰ کا حکم کُنْ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ کہنا میرا کام ہے پرندہ بنانا اللہ کا کام ہے اسی طرح مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اللہ تعالیٰ کا حکم کُنْ صَحِیْحًا بِاِذْنِ اللّٰہِ کہنا میرا کام ہے تندرست کرنا

میرے اللہ کا کام ہے اسی طرح مردوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم قُم بِاذْنِ اللّٰہِ کہنا میرا کام ہے مردوں کو زندہ کرنا میرے اللہ کا کام ہے:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ — اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم گھروں میں
وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ۔ — کھاتے ہو یا جمع کرتے ہو اللہ کے حکم سے۔

یہاں اگرچہ صراحۃً لفظ بِاِذْنِ اللّٰہ کا نہیں لیکن ماقبل کے قرینہ سے یہاں باِذْنِ اللّٰہ محذوف ہے، کیونکہ پیغمبر کا کوئی کام یا کوئی معجزہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس توضیح سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے رسول بھی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات صفات افعال حقوق میں وحدہٗ لاشریک ہے انبیاء کے معجزات اسی کے ذاتی کام ہیں، اگر یہ کام انبیاء کے سمجھے جائیں تو یہ ناقابلِ معافی جرم شرک ہوگا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ نزولِ مائدہ

پیغمبر کا معجزہ اللہ تعالیٰ کا کام ہوتا ہے اسی لئے پیغمبر اللہ تعالیٰ سے معجزہ مانگتا ہے۔

نزول مائدہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں نہیں تھا، اسی لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا اس کی تفصیل پارہ ۷ سورۃ مائدہ رکوع ۱۵ آیت ۱۱۲ سے آیت ۱۱۵ تک یوں ہے:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا

مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ مِنكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ۔

(ترجمہ) جب سفید پوشوں نے کہا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تیرا رب یوں کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے دستر خوان اتار دے فرمایا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کھائیں اور ہمارے دلوں میں اطمینان آجائے، اور ہم اس پر گواہ بن جائیں عیسیٰ بن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے پالنے والا اتار ہم پر آسمان سے دستر خوان ہو جائے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید اور تیری قدرت کی نشانی اور تو ہمیں رزق دے، اور تو بہتر رزق دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں تم پر اس کو اتارنے والا ہوں پھر جو تم میں سے انکار کرے تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا، جو جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا ہو گا۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے انزال مائدہ کا معجزہ مانگا۔ اور یوں کہا کہ کیا تیرا رب آسمان سے پکے پکائے کھانوں سے چنا ہوا دستر خوان اتار سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی تعلیم و تبلیغ میں یہی درس دہرایا کرتے تھے کہ سب کچھ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ معجزات کا دینا بھی اسی کا کام ہے جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے ڈرو تم نے کتنا غلط سوال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو جو چاہے سو کر سکتا ہے دستر خوان کا اتارنا کوئی اتنا بڑا کام ہے جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ہو سکے گا تم نے اس سوال سے اللہ تعالیٰ کی بے ادبی اور گستاخی

کی ہے، تو انہوں نے جواب میں کہا ہم نے یہ سوال انکار اور عناد کی وجہ سے نہیں کیا، بلکہ ہم نے یہ سوال اسے لئے کیا ہے کہ جب آسمان سے ہمارے لئے پکے پکائے کھانے آئیں گے ہم اسے کھائیں گے تو ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر اطمینان آئے گا، اور ہم یقین کر لیں گے کہ واقعی جو کچھ تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے والا ہے یہ سچ ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے گواہ بن جائیں گے۔ جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے سوال کے بارے میں مطمئن کر دیا، تو عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی اے اللہ ہمارا پالنے والا اتار ہم پر دسترخوان آسمان سے دسترخوان کا اترنا ہمارے پہلے اور پیچھے آنے والوں کے لئے خوشی کا باعث ہوگا، اور تیری قدرت اور توحید کا نشان ہوگا، اور تو ہمیں رزق دے اور تو بہتر رزق دینے والا ہے۔

سوال: بعض لوگ اس سے عید میلاد النبی کا استدلال کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے دسترخوان کی نعمت کے نزول والے دن کو عید بنایا ہم نبی کے میلاد والے دن کو عید کیوں نہ منائیں۔

جواب: عیسیٰ علیہ السلام نے دسترخوان کے نزول کو پہلوں پچھلوں کے لئے خوشی کا سبب قرار دیا یہ نہیں فرمایا کہ ہم اس دن کو ہمیشہ کے لئے عید کا دن بنائیں گے، جیسے حدیث میں آتا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ اگر یہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ ہمارے مذہب میں نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو ہمیشہ کے لئے عید کا دن بناتے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت جب ہمارے نبی پر نازل ہوئی تو اس دن ہماری دو عیدیں تھیں ایک عرفات کے دن کی دوسری جمعہ کے روز کی یعنی ہم عیدیں مناتے نہیں بلکہ وہی دن اتفاقاً

ہماری دوہری خوشی کا دن تھا۔

عیسٰی علیہ السلام نے یہ دعا کر کے ثابت کر دیا کہ لوگو میں تو اللہ تعالیٰ کے دربار سے مانگنے والا ہوں میں داتا نہیں ہوں اور نہ میں مختار کل ہوں جیسے چاہوں کر کے دکھا دوں میں نے جو کچھ تمہیں کر کے دکھایا وہ اللہ کے حکم سے تھا، میری طاقت کا اس میں کچھ بھی عمل دخل نہیں تھا۔

جب عیسٰی علیہ السلام نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیار ہو جاؤ کھانے کے لیے دسترخوان آرہا ہے لیکن شرط یہ ہے اگر تم نے میری قدرت اور طاقت کا یہ نشان دیکھ کر پھر میری توحید کا انکار کیا تو میں تمہیں ایسا عذاب دوں گا جس کی پہلے نظیر نہیں ہو گی۔

عیسٰی علیہ السلام سے قیامت کے دن کا سوال

سورۃ مائدہ رکوع ۱۵ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسٰیؑ کو اپنے انعامات یاد دلائیں گے، انعامات یاد دلانے کے بعد سوال کریں گے، جس کا ذکر رکوع ۱۶ میں یوں ہے۔

عیسٰی علیہ السلام کا بیان اللہ تعالیٰ کی توحید سے لبریز ہے

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا

تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ آیت ۱۱۶ و ۱۱۷)
(ترجمہ) اور جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ بنا لو مجھے اور میری ماں کو حاجت روا مشکل کشا اللہ کے سوا تو کہے گا تیرے لئے پاکی ہے میرے لئے ممکن ہی نہیں تھا کہ میں وہ بات کہوں جس میں میرا کوئی حق ہی نہیں اگر میں نے کہی ہے تو اس کو جانتا ہے تو میرے دل کے راز بھی جانتا ہے اور میں تیرے دل کے راز کو نہیں جانتا بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے میں نے ان کو وہی بات کہی ہے جو تو نے مجھے فرمائی کہ اللہ ہی کی بندگی کرو جو میرا پالنے والا ہے اور تمہارا بھی اور میں اسی پر گواہ رہا جب تک ان میں موجود رہا پھر جب تو نے مجھے فوت کر دیا یا مجھے اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعامات یاد دلانے کے بعد پوچھیں گے کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کیا تو نے لوگوں کو یہ کہا تھا کہ لوگو! اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو اپنا الٰہ مان لو، یعنی کیا تو نے لوگوں کو یہ شرکیہ تعلیم دی تھی، کیونکہ یہ لوگ تجھے اپنا الٰہ مانتے رہے ہیں، تجھے اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارتے رہے ہیں تیرے معجزات کو تیرا تصرف سمجھتے تھے تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ اے اللہ تیرے لئے پاکی ہے مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے لئے وہ باتیں کہوں جن میں میرا کوئی حق نہیں حاجت روا مشکل کشا ہونا صاحب تصرف و اختیار ہونا تیرا حق ہے میرا نہیں، اے اللہ اگر میں نے کہیں اپنے لئے یہ باتیں کہی ہیں تو، تو ان کو جانتا ہے۔ اے اللہ تیری ذات صفات یا حقوق میں شریک ہونے کا وسوسہ بھی میرے دل میں کبھی پیدا نہیں ہوا، کیونکہ تو، تو میرے

دل کے خیالات کو بھی جانتا ہے تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. میں تیرے دل کے راز نہیں جانتا، کیونکہ اے اللہ تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے تیرے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں. اگلی آیت میں فرمایا کہ اے اللہ میں نے تو ساری زندگی تیری توحید کی تبلیغ پر صرف کی۔ اور لوگوں کو یہ کہا کہ لوگو صرف ایک اللہ ہی بندگی کی کرو، صرف اسی کو پکارو صرف اسے ہی اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھو، کیونکہ میرا تمہارا پالنے والا یعنی حاجت روا مشکل کشا صرف وہی ہے، اور اے اللہ جب تک میں ان میں رہا، اسی مسئلہ کی شہادت پیش کرتا رہا، پھر جب تو نے مجھے پورا پورا اٹھا لیا تو پھر مجھے کوئی پتہ نہیں کہ لوگوں نے مجھ پر کیا کیا، جھوٹ باندھ کر اور الزام لگا کر مجھے بدنام کیا، اسی طرح یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اے اللہ جب تک تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھانے سے پہلے یا بعد نزول زمین پر رکھا تو میں نے تیری توحید کی دعوت کی شہادتیں دیں، پھر جب تو نے مجھے فوت کر لیا یعنی مجھے موت دے دی تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ لوگوں نے مجھے پوجا یا مجھ پر الزام لگائے، پھر تو تو ہی ان پر نگران تھا، اور بے شک تو ہی ہر چیز کا نگہبان ہے الخ۔

قصہ اصحاب کہف

اصحاب کہف کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف میں یوں نقل کیا ہے،

اصحاب کہف سے قوم کی دشمنی کا سبب

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًی

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (آیت ۱۳ سے ۱۵ تک)

(ترجمہ) ہم تجھے ان کا قصہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں بے شک وہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت بڑھا دی اور ہم نے ان کے دلوں پر پٹی باندھ دی جب کھڑے ہوئے اور کہا ہمارا پالنے والا وہ ہے، جو آسمانوں زمینوں کا پالنے والا ہے ہم اس کے سوا کسی حاجت روا مشکل کشا کو نہیں پکاریں گے، البتہ تحقیق ہم نے اس وقت زیادتی کی بات کی یہ ہماری قوم ہے جس نے اس کے سوا دوسروں کو اپنا الہ یعنی حاجت روا مشکل کشا مانا ہے، ان کی مشکل کشائی پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کہف سے ان کی قوم کو دشمنی توحید کی وجہ سے تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اصحاب کہف کا صحیح واقعہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے سناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے رب پر ایمان لائے تھے اپنے رب کو ہی اپنا حاجت روا مشکل کشا مانتے تھے ہم نے ان کی ہدایت کو بڑھا دیا یعنی وہ مزید توحید پر پختہ ہو گئے اور ہم نے ان کے دلوں کو اپنی توحید کی محبت سے باندھ دیا اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ان کو مشرک بادشاہ کی عدالت میں پیش کیا گیا توحید ماننے کے جرم کی پاداش میں تو انہوں نے کافر بادشاہ کی عدالت میں کلمہ حق یعنی کلمہ توحید کا ایسا بیان دیا جو رہتی دنیا تک ان کے موحد ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے

اصحاب کہف کا عقیدہ

انہوں نے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہمارا پالنے والا وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا پالنے والا ہے لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا ہم اس کے سوا کسی الٰہ کو نہیں پکاریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کو اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں پکارتا ہے وہ اس کو اپنا معبود سمجھتا ہے۔ اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے ولی کامل تھے ان کی ولایت کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے فرمایا: وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ انہوں نے بادشاہ کو اور اپنی قوم کو کہا کہ تم ہمیں ملک بدر کر دیا قتل کرو، یا تختہ دار پر لٹکاؤ جو کچھ تم سے ہو سکتا ہے کر گذرو۔ لیکن ہم سے یہ توقع نہ رکھنا کہ ہم توحید کا عقیدہ چھوڑ دیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی ولی جن فرشتے کو ہم اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکاریں گے، کیونکہ اگر ہم نے اس طرح کیا تو پھر یوں سمجھو کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات کی یعنی اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور بے ادبی کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی بے ادبی اور گستاخی یہی ہے کہ اس کے ساتھ مخلوق کو اس کی ذات صفات یا حقوق میں شریک ٹھہرایا جائے لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا کا یہی مطلب ہے پھر مشرک قوم کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ولی کہتے ہیں۔ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً یہ ہماری قوم ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں سے کئی لوگوں کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے، یعنی ان کو اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں پکارتے ہیں: لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ان کی معبودیت اور الوہیت یعنی ان کی حاجت روائی، مشکل کشائی پر

کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے ان کا دوسروں کے لیے حاجت روا مشکل کشا ہونا تو کجا وہ تو اپنی حاجتوں کے حاجت روا اور اپنی مشکلوں کے مشکل کشا بھی نہیں بلکہ وہ تو اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں اللہ تعالیٰ کے ہی محتاج ہیں (فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا) جو شخص محتاجوں کو حاجت روا سمجھے اور مشکلوں میں پھنسنے والوں کو مشکل کشا سمجھے اس سے بڑھ کر بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا ہو سکتا ہے، یہاں تک یہ سب بیان اصحاب کہف کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے آگے آیت ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی ہجرت اور ان کے باہمی مشورہ کے بعد غار میں داخلے کا ذکر فرمایا ہے۔

اصحاب کہف کی ہجرت اور باہمی مشورت

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (سورۃ کہف آیت ۱۶)

(ترجمہ) اور جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہیں جدا ہو چکے ہو تو اب اس غار میں داخل ہو جاؤ عام کر دے گا، تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت کو اور بنا دے گا، تمہارے لئے تمہارے کام کو آسان۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے ان کو سوچنے کا موقعہ دیا ہوگا ارادہ یہ ہوگا کہ قریبی رشتہ دار چچے، تائے، خالائیں پھوپھیاں انہیں سمجھائیں گی تو شاید یہ نوجوان اپنے توحید والے نظریے کو چھوڑ دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کے دیوانوں نے اس مہلت سے

فائدہ اٹھاتے ہوئے ہجرت کی تیاری کر لی، اور رات کو وہاں سے چل پڑے، جب چلتے چلتے دن طلوع ہونے لگا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ دن اسی غار میں سو کر گزار لیں پھر جب رات ہو گی تو کسی موزون علاقے کے لئے سفر شروع کر دیں گے۔ غار میں آرام کرنے پر اتفاق ہو گیا کہنے لگے اس غار میں گھس جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ اور تمہارے لئے تمہارے کام سفر ہجرت کو آسان کر دے گا۔ چنانچہ جب آرام کرنے کے لئے اس غار میں سوئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی اسی نیند کو طویل کر دیا۔

اصحاب کہف کی کرامتیں

کرامت ۱:۔ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا۔ (آیت ۱۷)

(ترجمہ) اور دیکھے گا تو سورج کو جب طلوع ہوتا ہے تو ٹل جاتا ہے۔ ان کی غار سے دائیں طرف اور جب غروب ہوتا ہے تو کترا جاتا ہے ان سے بائیں طرف اور وہ اس غار کی کھلی جگہ میں ہیں ، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تو اس کے لئے کوئی متولی رہنما نہیں پائے گا۔

اس آیت سے واضح ہے کہ انکا غار میں دھوپ سے بچنا کسی ماتحت

الاسباب ذرائع سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان کی کرامت
کے اظہار کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللهِ۔ یہ
اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں ہے ذالک سے اشارہ سورج کے دائیں
بائیں گذرنے کی طرف ہے کیونکہ آیت میں پہلے مذکور یہی چیز ہے نبی کا معجزہ
اور ولی کی کرامت اللہ تعالیٰ کا کام ہوتا ہے نبی ولی کا اس میں کوئی دخل
نہیں ہوتا۔ اسی لئے اسی کرامت کے بیان کے بعد فرمایا۔ مَنْ يَّهْدِ اللهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت
دے وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جس کو گمراہ کرے اس کو کوئی کارساز
راہنما نہیں بچا سکے گا۔ یعنی کرامت اور معجزہ سے توحید کو وہی سمجھ سکتا ہے
جس کی راہنمائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ورنہ اکثر لوگ معجزہ و کرامت کو نبی
ولی کا فعل سمجھ کر مشرک بن جاتے ہیں۔

کرامت ۱۰۔ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ
وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ
لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (آیت ۱۸)

(ترجمہ) اور تو سمجھے گا ان کو بیدار حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم
ان کی کروٹیں بدلتے ہیں دائیں اور بائیں طرف اور ان کا کتا اپنی آستین
بچھائے ہوئے ہے چوکھٹ پر اگر تو ان پر جھانکے تو ان سے خوف کھا کر
بھاگ جائے گا، اور تیرا دل ان کے رعب سے بھر جائے گا۔

ان کی دوسری کرامت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ان کی
نیند بیداری جیسی ہے یعنی وہ بیدار نہیں لیکن ان پر اللہ تعالیٰ نے
ایسی کیفیت طاری فرمائی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو یوں لگتے ہیں کہ

یہ بیدار ہیں سوئے ہوئے نہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیند میں ان کی کروٹیں ہم اپنی قدرت سے بدلتے رہتے ہیں کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف اس کرامت کے چار جزء ہیں۔

۱:۔ اصحاب کہف کا بیدار محسوس ہونا۔

۲: ان کی دائیں بائیں کروٹوں کا بدلنا۔

۳: ان کی چوکھٹ پر کتے کا محفوظ بیٹھنا۔

۴: ان پر جھانکنے والے کا مرعوب ہونا۔ اور ان سے خوف کھانا۔ ان سب کاموں میں اصحاب کہف کا کوئی عمل دخل نہیں تھا، بلکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے تھے۔

اصحاب کہف کا نیند سے بیدار ہونا اور اللہ تعالےٰ کی توحید کا اثبات

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔

(آیت ۱۹ و ۲۰)

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں۔ ان میں سے ایک نے سوال کیا تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم ایک دن یا بعض دن ٹھہرے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے

رہے ہو، تم کسی ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ دیکھے کونسا ان میں سے پاکیزہ کھانے والا ہے اس سے کھانا لائے اور نرمی کرے اور ان میں سے کسی کو تمہارا پتہ نہ چل جائے، کیونکہ اگر انہیں تمہارا پتہ چل گیا تو تمہیں پتھر ماریں گے یا وہ تمہیں اپنے مذہب میں لوٹائیں گے۔ تو پھر تم کبھی بھی کامیابی نہیں حاصل کر سکو گے۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو غار میں طویل نیند دینے کے بعد جب بیدار کیا تو انہوں نے آپس میں اپنی نیند کے بارے اظہار خیال کیا ایک ولی نے سوال کیا کَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنا عرصہ یہاں ٹھہرے ہو، تو چھ ولیوں نے بڑے غور و فکر کے بعد جواب دیا۔

قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ کہ ہم یہاں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کے بیان کے مطابق وہ تین سو نو سال یعنی تین صدیوں سے نو سال زائد سوئے رہے۔

وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (آیت ۲۵)

(ترجمہ) اور ٹھہرے اپنی غار میں تین سو سال اور بڑھے نو سال۔

لیکن ان کو اپنی نیند کی مدت کا بھی علم نہیں تھا۔ انہوں نے تین صدیوں سے زائد نو سالوں کو ایک دن یا بعض دن کہا۔

اس سے کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

۱۔ مسئلہ: علم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کیونکہ اگر اصحاب کہف عالم الغیب ہوتے تو کم از کم انہیں اپنی نیند کی مدت کا علم ہوتا اسی لئے انہوں نے فرمایا قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم یہاں کتنا عرصہ سوئے رہے ہو۔

۲۔ مسئلہ: یہ ثابت ہوا کہ مردے نہیں سنتے مردوں کا سننا تو کجا زندے سوئے ہوئے ولیوں کو اپنی نیند کی مدت کا پتہ نہ چل سکا وہ اپنی تین سو نو سال کی نیند کو ایک دن یا بعض دن کہہ رہے ہیں۔

نیند کی مدت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے اپنے کھانے پینے کے انتظام کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ تین صدیوں سے نو سال زائد تک نیند میں نہ پیاس لگنے دی اور نہ بھوک جب بیدار ہوئے تو اب بھوک و پیاس بھی لگنے لگی، تو انہوں نے اپنی بھوک کے ازالہ کے لئے کہا فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ کہ اپنے ایک ساتھی کو یہ چاندی دے کر شہر بھیجو وہاں سے کھانا لائے لیکن کھانا لانے والے کو تین باتوں کی تاکید کی۔

۱۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا کہ کھانا اس ہوٹل سے لے جس ہوٹل کا کھانا نہایت صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو۔

۲۔ وَلْيَتَلَطَّفْ جن سے کھانا لے۔ اس سے بات نرمی اور اخلاق سے کرے بد کلامی اور سختی سے پرہیز کرے۔

۳۔ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا۔ ان کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ وہی توحید والے ہیں جو رات کو یہاں سے بھاگ گئے تھے یعنی اپنی وضع قطع شکل و صورت ایسی بنا کر جائے کہ وہ اسے پہچان نہ سکیں، کیونکہ اگر انہوں نے اس کو پہچان لیا، اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔ تو تمہیں سنگسار کریں گے یا تمہیں اپنے مذہب میں لوٹائیں گے لیکن اس وقت تم کبھی کامیاب نہیں ہو گے، کیونکہ شرکیہ مذہب سے نفرت کی وجہ سے تو ہم نے ہجرت کی ہے اور اگر دوبارہ ہم اسی

مذہب میں چلے گئے تو ہم کیسے کامیاب ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے ان ولیوں کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اب تو شہر اور شہر والے بھی بدل گئے اور حکومتیں بھی بدل گئی ہیں، کیونکہ تین صدیوں تک تو پہلی نسلیں ہی ختم ہو چکی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا سب کچھ جاننے والا کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ولی جب ان تینوں باتوں کا لحاظ کرتا ہوا شہر میں پہنچا۔ اور صاف ستھرے ہوٹل سے کھانا خرید کر جب ہوٹل والے کو اس نے تین صدیوں پرانا سکّہ دیا تو ہوٹل والے نے واویلا کر دیا کہ اس نے آج سے تین صدیوں پہلے والا سکّہ دیا ہے شاید ان کو پرانا خزانہ مل گیا ہے ہم حکومت کو رپورٹ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا ولی گھبرا گیا، اس نے شاید کھانا بھی وہیں چھوڑا چھپتا چھپاتا پھر اسی غار میں پہنچا اور ساتھیوں کو ماجرا سنایا ہو گا، اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں اسی طرح سلا دیا یا انہیں وہیں موت دے دی یا اس ولی کو پکڑ کر اس سے ساری داستان سنی پھر اس کو ساتھ لے کر غار پہ گئے تو پہلے وہی اللہ کا ولی داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسی طرح سلا دیا یا موت دے دی واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن و حدیث اس سے خاموش ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اولیاء اللہ کبھی نہ عالم الغیب ہوتے ہیں اور نہ لوگوں کے حاجت روا مشکل کشا ہوتے ہیں۔ دوسروں کا حاجت روا مشکل کشا ہونا تو کجا وہ تو اپنی خوراک کا بھی انتظام نہیں کر سکتے۔

اصحاب کہف کے واقعہ سے اثبات قیامت

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا (آیت ۲۱)

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کیا تاکہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں جب وہ آپس میں جھگڑنے لگے پھر انہوں نے کہا ان پر مکان تعمیر کرو، ان کا رب ہی ان کو خوب جانتا ہے جو لوگ اپنے کام پر غالب ہو گئے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جیسے ہم نے ان کو سلایا پھر ان کو جگایا اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کیا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ ہے کہ مار کر زندہ کروں گا۔ وہ حق اور سچ ہے کیونکہ اصحاب کہف کو اتنا عرصہ نیند دے کر اٹھانا مار کر زندہ کرنے کے معنی میں ہے اور اسی طرح اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں کیونکہ قیامت کا مطلب بھی یہی ہے کہ لوگوں کو مار کر زندہ کیا جائے گا۔ پھر ان سے زندگی کا حساب لیا جائے گا۔ اصحاب کہف کو اس وقت اٹھایا گیا جب وہ لوگ آپس میں جھگڑ رہے تھے کئی کہتے تھے قیامت ہو گی اور کئی کہتے تھے کہ قیامت نہیں ہو گی اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین صدیوں کے بعد اٹھا کر ثابت کر دیا کہ قیامت ضرور ہو گی اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ پھر اصحاب کہف کے بارے ان لوگوں کے دو دھڑے ہو گئے ایک فریق کہتا تھا کہ اصحاب کہف پر ان کی یادگار کے لئے ایک مکان یعنی مقبرہ تعمیر کیا جائے ان کو اور ان کے عزائم یا ارادوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن جو فریق غالب قوۃ یا غالب اکثریت میں تھا، انہوں نے کہا کہ ہم ان پر مسجد تعمیر کریں گے۔ اس کے دو مطلب ہیں:۔

ا۔ کہ ہم ان کی اس جگہ کو مسجد بنا ئیں گے، یعنی ان کو سجدہ کریں گے، اور ان کی پوجا پاٹ کریں گے، ہمیشہ غالب اکثریت ہر دور میں مشرکین کی ہوتی ہے وہ اولیاء اللہ کی مقابر کو سجدہ گاہ بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ان کی اس غار کے قریب مسجد بنائیں گے جہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اس کی نماز ادا کریں گے، قرآن مجید میں ان دونوں احتمالوں میں سے کسی کی واضح تائید یا تردید نہیں کی گئی اسی لئے دونوں فریقوں میں کسی کی نہ تعریف کی گئی ہے، اور نہ تردید کی گئی ہے۔

اصحاب کہف کی تعداد

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا۔ آیت ۲۲۔

(ترجمہ) عنقریب لوگ کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ بن دیکھے گمان سے اور کہیں گے سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے تو کہہ میرا رب ان کی تعداد کو جانتا ہے لوگوں میں سے ان کو تھوڑے ہی جانتے ہیں تو ان کے بارے جھگڑا نہ کر مگر سرسری طور پر اور ان کے بارے کسی سے مت پوچھ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی تعداد کے بارے لوگوں کی تین رائیں ذکر کر کے دو کی تردید کر دی ہے اور تیسری رائے کو درست قرار

دیا ہے۔ پہلی رائے یہ ہے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ اصحاب کہف پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں آراء کو ذکر کرنے کے بعد رَجْمًا بِالْغَيْبِ کہہ کر تردید کر دی ہے کہ یہ دونوں باتیں یوں ہیں جیسے کوئی شخص اپنی پیٹھ کی طرف نشانہ لگائے پیٹھ کی طرف نشانہ ہمیشہ خطا ہو جاتا ہے تو اسی طرح یہ باتیں خطاء ہیں۔ تیسری رائے یہ ہے کہ اصحاب کہف سات آدمی ہیں، آٹھواں ان کا کتا ہے اس رائے کی اللہ تعالیٰ نے تردید نہیں فرمائی اسی لئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ان قلیل آدمیوں سے ہوں جو ان کی تعداد کو جانتے ہیں دلیل میں یہی بات فرمائی کہ وہ سات ہیں آٹھواں کتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس رائے کی تردید نہیں فرمائی لہٰذا یہی بات حق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اللہ تعالےٰ کی تنبیہ

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا - آیت ۲۳ و ۲۴)

(ترجمہ) اور تو ہرگز کسی چیز کے بارے یہ نہ کہنا کہ میں اس کو کل کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور تو اپنے رب کا ذکر کر جب بھول جائے اور تو کہہ مجھے امید ہے کہ میرا رب میرے لئے اس سے زیادہ قریب بھلائی کی رہنمائی کرے گا۔

سورہ کہف کا شان نزول بعض علماء نے یوں نقل کیا ہے کہ قریش نے دو آدمی یہودیوں کی طرف بھیجے کہ ہم تو جاہل ہیں اور تم پڑھے لکھے

لوگ ہو تم ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بتاؤ کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا تو انہوں نے کہا کہ اس سے یہ تین سوال کرو کہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بیان کرے اور تیسرا سوال روح کی حقیقت بتائے۔ اگر وہ تمہیں ان تینوں سوالوں کا جواب دیدے تو پھر سچا ہے ورنہ جھوٹا جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل بتاؤں گا تو پندرہ دن تک وحی بند رہی آپ بہت غمگین ہوئے پندرہ دن کے بعد سورۃ کہف نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سوالوں کے جواب کے ساتھ یہ تنبیہ فرمائی کہ آئندہ کسی کام کے بارے یہ ہرگز نہ کہنا کہ میں اس کو کل کرنے والا ہوں، مگر یہ ضرور کہنا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، لیکن یہ روایت ضعیف ہے بہر کیف اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پابند فرمایا ہے کہ کسی کام کے کرنے کے لئے کل کے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ ضرور کہنا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کل کے حالات واقعات کو جاننے والا صرف اللہ ہے پیغمبر علیہ السلام اور امت کے افراد کو کل کے واقعات وحالات کا نہ پورا علم ہے اور نہ اس کے کرنے پر قدرت ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل نہیں ہوگی وہ کام ہرگز نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب اور مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، حدیث صحیح میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنی سو بیوی یا نوے بیوی یا ستر بیوی کے بارے علی حسب اختلاف الروایات فرمایا کہ میں ان کے پاس جاؤں گا، اللہ تعالیٰ مجھے ان سے بچے دے گا میں اپنے بچوں کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کروں گا، لیکن انشاء اللہ بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان بیویوں سے کوئی بچہ نہ دیا، سوائے ایک ناتمام بچے کے جس پر سلیمان علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے حضور روئے اور معافی مانگی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہدایات دی ہیں،۔

۱ :۔ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ یعنی کسی کام کیلئے کل کے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ ضرور کہنا ہے۔

۲ :۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ۔ یعنی اگر انشاء اللہ بھول جائے تو جب یاد آجائے فوراً انشاء اللہ کہنا ہے۔

۳ :۔ وَقُلْ عَسٰى أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔ یعنی جب تجھ سے کوئی سوال کرے اور تجھے اس کا علم نہ ہو تو ان کو یہ کہنا کہ عنقریب میرا رب اس معاملہ میں میری راہنمائی فرمائے گا تو میں تمہیں بتا دوں گا ان تینوں ہدایات سے مسئلہ توحید واضح ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے والا اور سب کچھ جاننے صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اسی کے محتاج ہیں۔

اصحاب کہف کی نیند کی مدت

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهٖ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ أَحَدًا۔ آیت ۲۵، ۲۶

(ترجمہ) اور ٹھہرے اپنی غار میں تین سو سال اور بڑھے نو سال تو کہہ اللہ ہی خوب جانتا ہے ان کے ٹھہرنے کی مدت کو اسی کے لئے ہے، غیب آسمانوں اور زمین کا کتنا ہی خوب وہ دیکھنے اور سننے والا ہے ان کا اس کے سوا کوئی متولی نہیں اور نہ وہ کسی کو اپنے حکم میں شریک ٹھہراتا ہے،

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی نیند کی مدت بیان فرمائی ہے کہ وہ تین سو نو سال ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں لَبِثُوْا سے پہلے قَالُوْا محذوف ہے یعنی یہ مدت لوگوں کی کہاوت ہے کیونکہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا یعنی تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت ٹھہرے اگر پہلی آیت میں مدت اللہ تعالیٰ نے بتائی ہوتی تو دوسری آیت میں اس مدت کے بارے تردد ثابت کرنے والا جملہ بیان نہ کیا جاتا، لیکن اس کا جواب یوں بھی دیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مدت کی توثیق کے لئے یہ جملہ فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کی غار میں رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے لہٰذا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے وہی صحیح ہے اس میں تردد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ زمین و آسمانوں میں اس کے سوا کوئی غیب دان نہیں اور نہ اس کے حکم میں کوئی شریک ہے یعنی عالم الغیب اور متصرف مختار کل وہی ذات ہے، اس کی ذات و صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ۔

واقعہ ذوالقرنین

ذوالقرنین کی جنگی پہلی مہمیں مغرب کی طرف

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا

قَوْمًا قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا پ ۱۵ سورہ کہف آیت ۸۳ سے ۸۸ تک۔

(ترجمہ) اور تجھ سے ذوالقرنین کے بارے سوال کرتے ہیں تو کہہ میں تم پر اس کا کچھ ذکر پڑھتا ہوں بے شک ہم نے اسے زمین میں طاقت دی، اور ہم نے اسے ہر چیز کے اسباب مہیا کر دیئے پھر وہ اسباب استعمال کرنے کے پیچھے لگا حتی کہ جب وہ سورج ڈوبنے کی جگہ تک پہنچا تو اس نے سورج کو پایا کہ وہ سیاہ کیچڑ میں ڈوب رہا ہے اور اس کے پاس اس نے ایک قوم کو پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین کیا تو ان کو عذاب دے گا اور یا تو ان میں کوئی خوبی بنائے گا۔ اس نے کہا جس نے ظلم کیا اس کو ہم عذاب دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا وہ اس کو برا عذاب دے گا۔ اور لیکن جو ایمان لایا اور اچھے عمل کئے تو اس کے لئے عمدہ انعام ہوگا، اور ہم اس کے لئے آسانی کا حکم دیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیک بادشاہ تھا اس نے اپنی حکومت میں اسلام نافذ کیا تھا، پھر اس نے پوری دنیا پر اسلام کو نافذ کرنے کی جنگی مہیں شروع کیں، سب سے پہلے اس نے اپنی فتوحات اور اس میں اسلامی نظام رائج کرنے کا سلسلہ اپنی حکومت سے مغرب کی طرف شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی حکومت میں کامیاب تسلط کے ساتھ ساتھ اس کو اسباب مملکت میں وسعت اور فراوانی عطا کی تھی، تو اس نے اپنی مملکت کے اسباب یعنی خزانے اور اسلحہ کو جہاد کے لئے خرچ کرنا شروع

کیا، تو مغرب کی طرف جتنے فتوحات ہوتے گئے ان میں احکام اسلامی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ جنگیں مہمیں بڑھاتا گیا۔ حتیٰ کہ فتوحات کرتا ہوا وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں سورج کیچڑ سیاہ میں غروب ہو رہا تھا، یعنی مغرب کی طرف زمین کی آخری حد تک پہنچ گیا زمین کی آخری حدود میں جو قوم آباد تھی اس پر بھی اس نے اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کر دیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا اے ذوالقرنین تو اس قوم کے بارے سزا کا قانون جاری کرے گا یا جزاء کا تو اس نے عرض کیا کہ جو ان میں ظالم ہوگا تو اس کو ہم دنیا میں ظلم سے ہٹانے کے لئے سخت سزائیں دیں گے، پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ بھی اسے سخت سزا دے گا لیکن جو ان میں نیک ہوگا تو ان کے لئے ہم دنیا ہی میں آسان حکم اور سہولتیں مہیا کریں گے اور آخرت میں اسے عمدہ بدلہ ملے گا۔

ذوالقرنین کی فتوحات مشرق کی طرف

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۔ آیت ۸۹ سے ۹۱ تک ۔

(ترجمہ) پھر اسباب خرچ کرنے لگا حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پر پہنچا تو اس نے سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے پایا جن کے لئے ہم نے سورج کے آگے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔

ان آیات میں ذوالقرنین کے دوسرے سفر کا ذکر ہے جو مشرق کی جانب تھا، یعنی ذوالقرنین نے مشرق کی جانب جہادی سرگرمیوں کو شروع کیا فتوحات کرتا ہوا اسلامی اصلاحات نافذ کرتا ہوا وہاں جا پہنچا جہاں سے سورج طلوع

ہو رہا تھا، اور وہاں اس نے ایسی قوم کو پایا جن کے بدن پر کپڑے نہیں تھے. یا ان کے اور سورج کے درمیان کسی قسم کی اوٹ نہیں تھی، یعنی سورج براہ راست ان کے بدنوں کو متاثر کرتا تھا، اس لئے وہ طلوع آفتاب کے وقت غاروں میں چھپ جاتے تھے اور بعد از زوال کام کرتے تھے کَذٰلِکَ کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ بات اسی طرح ہے جس طرح ہم نے بیان کی ہے کیونکہ ہمیں اس قوم کے پورے حالات کا بخوبی علم ہے اور دوسرا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اسی طرح جس طرح ذوالقرنین نے مغرب والوں سے سلوک کیا تھا، اسی طرح اس نے مشرق والوں سے بھی سلوک کیا یعنی باغیوں کو سزائیں اور فرمانبرداروں پر انعام کئے. یعنی ان پر اسلامی قوانین نافذ کئے۔

ذوالقرنین کا سفر فتنہ یاجوج ماجوج کو بند کرنے کیلئے

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَکَ خَرْجًا عَلٰی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا قَالَ مَا مَکَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۔ آیت ۹۲ سے ۹۷ تک ۔

(ترجمہ) پھر اسباب کے خرچ کرنے کے پیچھے لگا حتی کہ جب دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان کے آگے ایسی قوم کو پایا جو اس کی بات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ انہوں نے (بذریعہ ترجمان یا اشارے سے) کہا کہ اے ذوالقرنین

بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں توکیا اگر ہم خرچ دیں تو
تو ان کے اور ہمارے درمیان دیوار بنا دے گا۔ کہا۔ (ذوالقرنین نے) کہ جو
وسعت مالی میرے رب نے مجھے دی ہے، وہ بہتر ہے تم افرادی قوت سے
میرا تعاون کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند باندھ دیتا ہوں میرے
پاس لوہے کی دو چادریں لاؤ، حتیٰ کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان برابر کر دیا
تو کہا (ان میں آگ) پھونکو حتیٰ کہ جب لوہے کو آگ بنا دیا کہا میرے پاس
تانبہ پگلا ہوا لاؤ۔ میں اس پر ڈال دوں، پھر وہ نہ اس پہ چڑھنے کی طاقت
رکھیں گے، اور نہ اس میں سوراخ کرنے کی۔

ان آیات میں ذوالقرنین کی تیسری مہم کا ذکر ہے اس مہم میں بھی فتوحات
کرتا ہوا، اس علاقہ میں پہنچا جہاں ذوالقرنین کی بات کو وہ لوگ نہیں سمجھ
سکتے تھے حالانکہ ذوالقرنین بہت فتوحات کی وجہ سے کافی زبانوں میں
بات کر سکتا تھا، لیکن وہ کسی زبان کو نہیں سمجھ سکتے تھے تو پھر انہوں نے کوئی
ایسا ترجمان تلاش کر لیا جو ذوالقرنین کی بات بھی سمجھ سکتا تھا اور ان کی باتوں
کو بھی انہوں نے اسی ترجمان کی معرفت یا اشاروں سے ذوالقرنین کو اتنی
بات سمجھا دی کہ، ہمیشہ یاجوج وماجوج ہمیں تباہ کر دیتے ہیں ہمارے مال
اسباب لوٹ لیتے ہیں اور ہمارے کھیت وغیرہ اجاڑ دیتے ہیں لہٰذا تو
ہمارے اور ان کے درمیان ایسی رکاوٹ بنا دے جس کے بعد ہم ان سے
محفوظ ہو جائیں اور اس کا خرچہ ہم برداشت کریں گے ذوالقرنین نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت دولت سے نوازا ہے میں تم سے کسی قسم کی اجرت
نہیں لوں گا۔ ہاں البتہ مجھے تمہاری افرادی طاقت کی ضرورت ہے میں
تمہیں رقم دیتا ہوں اس سے تم لوہے کی دو مضبوط چادریں لاؤ اور ان کو

دو بلند پہاڑوں کے درمیان جہاں سے یاجوج ماجوج حملہ آور ہوتے تھے کھڑا کردو اور ان چادروں پر آگ جلا کر آگ کی طرح سرخ کر کے ذوالقرنین نے اس پر تانبہ پگھلا کر ڈال دیا، جس سے وہ درّہ ایسا بند ہوا کہ یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھ سکتے ہیں، اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے ہیں، یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جو ذوالقرنین کی بہترین یادگار کے طور پر سمجھا جا سکتا تھا لیکن ذوالقرنین چونکہ موحد اور صالح بادشاہ تھا اس نے اپنے اس کارنامے کو دنیوی نام و نمود کے لیے نہیں بلکہ اپنے اس کام کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیا اور کہا۔

ذوالقرنین اپنے اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیتا ہے

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا۔ آیت ۹۸ -

(ترجمہ) یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آگیا تو وہ اس کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین مؤمن صالح بادشاہ تھا کیونکہ اس نے اپنے اچھے اور نیک عمل کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیا، اور کہا کہ میں نے دیوار بنانے کا جو کام کیا ہے۔ یہ میرے رب کی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے مجھے اس نیک کام کی توفیق عطا کی ہے مومن کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے اعمال صالحہ کو اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی سمجھتا ہے، نیز ذوالقرنین آخرت پر بھی ایمان رکھتا تھا، کیونکہ اس نے کہا کہ یہ دیوار قیامت تک تو قائم رہ سکتی ہے لیکن قیامت کے دن ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گی، یعنی جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت والا آئے گا، تو میرا

رب اس دیوار کو بھی ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے ہو کر رہے گا۔

متواضع مومن اور مشرک متکبر کا واقعہ

سورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ نے مومن مفلس اور مشرک امیر کا مکالمہ بیان فرمایا جو نہایت ہی دل چسپ ہے۔ پ۱۵ سورۃ کہف رکوع ۵ میں مندرجہ ذیل آیات میں اس مکالمہ کا تذکرہ یوں ہے:۔

مشرک مالدار کی گفتگو

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا۔ آیت ۳۲ سے ۳۶ تک۔

(ترجمہ) اور بیان کر ان کے لئے ان دو آدمیوں کی مثال بنا دیئے ہم نے ان میں سے ایک کے لئے دو باغ انگوروں کے اور ڈھانپ دیا ہم نے ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان کھیت بنا دیئے دونوں باغ اپنے میوے دیتے تھے اور اس سے کسی قسم کی کمی نہیں کرتے تھے۔ اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر چلا دی اور اس کا

باغ پھلوں سے لدا ہوا تھا، پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے مکالمہ کر رہا تھا۔ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں میں زیادہ عزت والا ہوں اور وہ اپنے باغ میں اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا داخل ہوا کہنے لگا، میرا گمان ہے کہ یہ باغ کبھی ہلاک نہیں ہوگا، اور میرا گمان ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں وہاں اس سے زیادہ بہتر جگہ پاؤں گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے پیارے پیغمبر اپنی امت کو ان دو آدمیوں کی مثال سنا دیجئے تاکہ اس مثال سے انہیں عبرت حاصل ہو کہ دولت ایمان کے مقابلے دولت دنیا کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں نیز انہیں یہ بھی سمجھ آجائے کہ توحید کے انکار سے دنیا میں بھی کبھی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوجاتا ہے تاکہ وہ توحید کو مان لیں اور شرک سے توبہ کرلیں، ان کا واقعہ یوں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دو آدمیوں میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ ایسے دیئے تھے کہ ان دونوں باغوں کے درمیان کھیت کے پلاٹ تھے۔ اور ان دونوں باغوں کے ارد گرد کھجوروں کا باغ لگا ہوا تھا، ایسا باغ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا، مزید برآں وہ دونوں باغ ایسے تھے کہ ان کے درمیان میں نہر چلتی تھی یعنی وہ نہر صرف انہی دونوں باغوں کی سیرابی کے لئے تھی، یا ان کو سیراب کرنے کے بعد دوسرے علاقے کو بھی سیراب کرتی تھی، واللہ اعلم بالصواب وہ اپنی دولت پر نازاں ہو کر اپنے فقیر ساتھی سے اس طرح ہم کلام ہوا کہنے لگا دیکھ میری اس دولت کو یہ کبھی ختم ہونے والی نہیں تیرے پاس کیا ہے، میرے پاس دولت کی فراوانی کے ساتھ

ساتھ نوکروں چاکروں کی تعداد بھی زیادہ ہے وہ اپنی اس دولت اور عزت کو اپنا اور اپنے ہنر کا کمال سمجھتا تھا۔ اور اس نے کبر و غرور کی یہ باتیں اس وقت کیں جب دونوں باغ پھلوں سے لدے ہوئے تھے، اور اس نے اپنے غریب مومن دوست کو اپنے باغ میں لے جا کر باغ کی طرف اشارے کر کے گفتگو کی کہ دیکھ یہ دولت بھی کبھی ختم ہونے والی ہے نیز میں قیامت کو بھی نہیں مانتا یہی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ اس کی اس تقریر سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ دہریہ کیمونسٹ تھا، لیکن مومن کی تقریر سے اور قصہ کے اختتام پر اس کی توبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرک تھا، اس میں اختلاف نہیں کیونکہ دہریہ بھی کافر ہوتا ہے اور مشرک بھی کافر ہوتا ہے بہر کیف مومن نے اس کی گفتگو سن کر اس کا بہترین جواب دیا جو اگلی آیات میں مذکور ہے۔

مومن موحد کی تقریر

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاۗءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا اَوْ يُصْبِحَ مَاۗؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا۔ آیت ۳۷ سے ۴۱ تک۔

(ترجمہ) اس کو اس کے ساتھی نے جواب دیا، اور وہ اس سے مکالمہ کر رہا تھا کیا تو نے اس ذات کا انکار کیا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر

نطفہ سے پھر تجھے تندرست انسان بنایا لیکن میں کہتا ہوں وہی اللہ میرا پالنے والا ہے، اور میں اپنے پالنے والے کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا اور تو نے یوں کیوں نہیں کہا جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا کہ جو اللہ چاہے گا، وہی ہوگا، اللہ کی مدد کے بغیر کوئی طاقت نہیں اگر تو مجھے مال اولاد میں کم دیکھتا ہے تو مجھے اپنے رب پر بڑی امیدیں ہیں کہ وہ مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ دے گا۔ اور اس پہ آسمان سے آگ کا جھولا بھیج دے گا، پھر وہ چٹیل میدان بن جائے گا یا اس کا پانی خشک ہو جائے گا، پھر تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مرد مومن کے اس جواب کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے کافر مشرک دوست کو دیا تھا، سب سے پہلے اس مومن نے اپنے مشرک دوست کو اللہ تعالیٰ کی شان سمجھائی فرمایا اے ظالم تو نے اپنے اس خالق کا انکار کیا ہے جس نے تجھے پہلے مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنایا پھر نطفہ سے تجھے تندرست انسان بنایا، میرا عقیدہ تو یہ ہے وہی اللہ میرا پالنے والا ہے اور میں اپنی تربیت میں اپنے مالک کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا، تو تو نے یوں کیوں نہیں کہا کہ جو میرا اللہ چاہے گا وہی ہوگا، یہی توحید ہے اور اسی کا نام ایمان ہے کہ سب کچھ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جائے اور یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ جو رب چاہے گا وہی ہوگا۔ بندوں کی مرضی کامیاب نہیں ہوتی انبیاء اولیا بھی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر ان کی مرضی بھی نہیں چل سکتی۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ میں فقیر ہوں اور تو امیر ہے تو اس کے بارے میں

لے کہ یہ دنیا کی دولت پائیدار چیز نہیں۔

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تیرے باغوں سے بہتر باغ دیدے اور تیرے ان باغوں پر آسمان سے آگ برسا کر راکھ کر ڈالے یا تیرے ان باغوں کا پانی خشک کر دے تو پھر تو کہاں سے پانی لا کر ان باغوں کو سیراب کرے گا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ مومن کی بد دعا اس امیر کو لگ گئی، اس امیر کو اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر شرک اور اس کی بڑائی کی سزا دے دی رات کے کسی وقت آسمان سے آگ برسی اور اس کے باغوں کو جلا کر راکھ کر دیا، اس کا تذکرہ اگلی آیات میں یوں ہے۔

شرک کیوجہ سے مشرک پر عذاب نازل ہو گیا

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا۔ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔

(ترجمہ) اور اس کے پھلوں کو گھیرے میں لے لیا گیا، پھر اس نے صبح کی اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا، اس مال پر جو اس نے اس باغ میں خرچ کیا تھا، اور وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا، اور کہنے لگا کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا، اور اس کے لئے کوئی جماعت نہ تھی جو اس کی مدد کرتی اللہ کے سوا اور نہ وہ بدلہ لینے والا تھا، اس وقت متولی ہونا، اللہ سچے کے لئے ثابت ہو گیا وہی بہتر ثواب دینے والا ہے اور وہی بہتر انجام بنانے والا ہے۔

باغ کی تباہی پر دست حسرت ملتے ہوئے کہنے لگا۔ کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کئی مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھتا تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کی کوئی جماعت اس کی مدد نہ کر سکی اور نہ وہ اللہ تعالیٰ سے بدلہ لے سکتا تھا۔ اس وقت یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو گیا کہ سب کا متولی یعنی سب کا حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ سچا ہے بہتر ثواب دینے والا بھی وہی ہے اور بہتر انجام بنانے والا بھی وہی ہے۔

اصحاب الجنۃ کا واقعہ

پارہ ۲۹ سورۃ القلم رکوع ۱ میں اصحاب الجنۃ کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

بخیل مشرکوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ وَلَا يَسْتَثْنُونَ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۔ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ۔ (سورۃ القلم آیت ۱۷ سے ۲۵ تک)

(ترجمہ) ہم نے ان کو اسی طرح آزمایا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا جب انہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں کہ ہم اس کو صبح کے وقت ضرور

کاٹیں گے، اور انہوں نے استثناء نہ کیا، پھر اس پر پھیرا گیا، رب کی طرف سے پھیرا کرنے والا اور وہ سوئے ہوئے تھے پھر وہ کٹے ہوئے باغ کی طرح ہو گیا، پھر انہوں نے ایک دوسرے کو صبح کے وقت بلایا کہ سویرے سویرے اپنے کھیت کو کاٹنے کے لئے چلو پھر وہ ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے چلے کہ کہیں ان پر کوئی مسکین نہ آجائے اور اور وہ بخل کی وجہ سے تنگی کرتے ہوئے چلے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کو ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جیسی نعمت سے سرفراز فرما کر اسی طرح آزمایا ہے، جس طرح ہم نے باغ والوں کو باغ کی نعمت دے کر آزمایا تھا، یعنی جیسے باغ والوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے۔ کفران نعمت کیا انہوں نے اس باغ سے نہ اللہ تعالیٰ کے نام کا حصہ نکالا اور نہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کیا، بلکہ انہوں نے آپس میں قسمیں اٹھائی تھیں کہ علی الصبح اندھیرے میں جا کر اپنے باغ کے کھیت کو توڑ کر بازار میں بیچ کر اس کی قیمت کو سمیٹ لیں گے نہ ان پر کوئی مسکین آئے گا، اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ کے نام کا کچھ حصہ نکالنا پڑے۔ اور یہ بھی نہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یوں کریں گے بلکہ اپنی طاقت اور محنت کو ہی سب کچھ سمجھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کفر اور بخل کی وجہ سے رات درات عذاب نازل کر کے باغ کو بیخ دبن سے اکھاڑ کر جلا ڈالا۔ اسی طرح ہم نے ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہادی برحق کی نعمت روحانی عطا کی ہے اگر انہوں نے اس روحانی نعمت کی قدر نہ کی اور اس کو نہ مانا بلکہ اس کے بیان یعنی قرآن کو قبول نہ کیا، تو ہم ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و رسوا کریں گے، پھر وہ

عذاب کے بعد پچھتائیں گے، لیکن اس وقت پچھتاوا کام نہیں آئے گا۔ جیسے اگلی آیات میں باغ والوں کے پچھتاوے کا یوں ذکر ہے:

عذاب کے بعد باغ والوں نے شرک سے توبہ کرلی

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ عَسَىٰ رَبُّنَا أَنْ يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۔ آیت ۲۶ سے ۳۳ تک۔

(ترجمہ) پھر جب انہوں نے اس کو دیکھا کہنے لگے یقینی بات ہے کہ ہم راستہ بھول گئے بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں ان کے درمیان والے نے کہا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کو شریکوں سے پاک کیوں نہیں سمجھتے انہوں نے کہا کہ ہمارا رب شریکوں سے پاک ہے بے شک ہم ظالم تھے پھر متوجہ ہوئے ان میں سے بعض بعض پر ملامت کرنے لگے ان سب نے کہا ہائے افسوس ہمارے لئے بے شک ہم سرکش تھے امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر باغ بدل دے گا، بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

یعنی جب وہ صبح ہونے سے پہلے اندھیرے میں گھر سے نکلے کہ ہم صبح ہوتے ہی مسکینوں کو خبر لگنے سے پہلے ہی باغ کے پھل کاٹ کر بازار میں بیچ لیں گے بخیل ہونے کے ساتھ وہ مشرک بھی تھے وہ باغ کو اللہ تعالیٰ کی عطا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے

کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھتے تھے اسی لئے توبہ کے وقت ایک نے دوسرں
کو کہا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو شریکوں سے پاک کیوں نہیں
مانتے تو اس وقت سارے بیک زبان ہو کر کہنے لگے قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا
كُنَّا ظَالِمِينَ کہ ہمارا پالنے والا شریکوں سے پاک ہے یعنی اپنی تربیت میں
اپنے پالنے والے کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے پہلے واقعی ہم ظالم تھے
ہم نے اس کے سوا کئی دوسرں کو اپنا پالنے والا سمجھ رکھا تھا۔ پھر ایک دوسرے
کو ملامت کر کے اعتراف جرم کرنے کے بعد اپنے رب پر امیدیں لگا کر کہنے لگے
کہ اب ہم موحد ہو گئے ہیں اب ہماری امیدیں صرف اسی ذات سے وابستہ
ہیں امید ہے کہ وہی ہمارا مالک پالنے والا ہمیں اس پہلے باغ سے بہتر باغ
دے گا۔ (علمی نکتہ) باغ والوں کی توبہ سے جو انہوں نے شرک سے کی ہے
معلوم ہوتا ہے کہ وَلَا يَسْتَثْنُونَ کا معنی صرف یہی نہیں کہ انہوں نے انشاء اللہ
نہیں کہی تھی، بلکہ اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دوسرے
شریکوں سے مستثنیٰ نہیں کیا تھا، یعنی لا الہ الا اللہ نہیں کہا تھا، کیونکہ اگر انہوں
نے اللہ تعالیٰ کو شریکوں سے مستثنیٰ کیا ہوتا تو وہ یوں کہتے اللہ تعالیٰ کے سوا
کوئی دوسرا نہ حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے۔ بلکہ صرف وہی ایک سب کچھ
کرنے والا ہے نفع نقصان صرف اسی ایک کے اختیار میں ہیں۔

قوم سبا کا واقعہ

پارہ ۲۲ سورۃ سبا کا نام سبا اس لئے کہ اس سورۃ میں قوم سبا کا واقعہ
اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یہ وہی قوم تھی جو سلیمان علیہ السلام کے دور
میں ان کی ملکہ بلقیس ان پر حکومت کرتی تھی ملکہ تو مسلمان ہو چکی تھی کچھ عرصہ

وہ قوم مسلمان رہی لیکن اس کے بعد وہ قوم بگڑ گئی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سیلاب سے تباہ برباد کر دیا واقعہ اس طرح ہے۔

قوم سبأ اور ملک سبا کی خوش حالی کا انعام

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ۔ آیت ۱۵۔

(ترجمہ) قوم سبأ کے لئے ان کے گھروں میں نشانی ہے دو باغ دائیں بائیں طرف سے۔

کھاؤ اپنے رب کے رزق سے اور اس کا شکریہ ادا کرو، شہر پاکیزہ ہے اور رب بخشنے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم سباء کا علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا، اس علاقہ کی کسی سڑک کو دیکھا جاتا تو دائیں بائیں راستہ کے باغ ہی باغ دکھائی دیتے وہ پورا علاقہ اتنا آباد تھا کہ آج تک ایسا آباد علاقہ کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ قوم سبأ نے اس علاقہ میں بارشوں کے پانی سے کثیر تعداد میں ڈیم بنا دیئے تھے ان ڈیموں سے پورے ملک کو باغوں کا گہوارہ بنا دیا تھا، ہر راستہ کے دونوں طرف پھل دار باغ اتنی کثرت سے لگے ہوئے تھے کہ اگر کوئی شخص سر پر ٹوکری رکھ کر کچھ مسافت طے کرتا تو گرنے والے پھلوں سے اس کی ٹوکری بھر جاتی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اپنے پالنے والے کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اسی کا شکریہ ادا کرو، اس کے سوا کسی دوسرے کو نہ داتا سمجھو، اور نہ اس کا شکریہ ادا کرو بلکہ اس پاکیزہ صاف ستھرے ملک میں رہ کر اپنے بخشنے والے رب سے

معافی مانگو وہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دے گا، لیکن انہوں نے بجائے معافی مانگنے کے اللہ تعالیٰ سے اعراض کر لیا، اگلی آیات میں سزا کا یوں ذکر ہے۔

قوم سبا کا اللہ تعالیٰ کے شکر سے اعراض کا نتیجہ

فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ سَیۡلَ الۡعَرِمِ وَ بَدَّلۡنٰہُمۡ بِجَنَّتَیۡہِمۡ جَنَّتَیۡنِ ذَوَاتَیۡ اُکُلٍ خَمۡطٍ وَّ اَثۡلٍ وَّ شَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍ ذٰلِکَ جَزَیۡنٰہُمۡ بِمَا کَفَرُوۡا وَ ہَلۡ نُجٰزِیۡۤ اِلَّا الۡکَفُوۡرَ۔ آیت ۱۶ و ۱۷)

(ترجمہ) پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر ڈیموں کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دو رویہ باغوں کے بدلے ایسے دو باغ دیئے کہ ان کے کڑوے ذائقے تھے، اور جھاؤ کے درخت اور کچھ بیری کے یہ سزا ہم نے ان کو ان کے کفر کی وجہ سے دی اور ہم صرف منکرین کو ہی سزا دیتے ہیں۔

جب وہ قوم اپنی بداعمالیوں سے توبہ کے بجائے اللہ تعالیٰ سے مسلسل اعراض کی پالیسی کو اپناتے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان ڈیموں کو جو اس ملک کی ترقی کے اسباب تھے۔ توڑ کر اسی ملک کی تباہی کا سبب بنا دیا پورے ملک کے باغات اجڑ گئے، اور اس ملک کے شہر ویران ہو گئے کئی لوگ سیلابوں میں مر گئے اور کئی بچے کھچے دوسرے ملکوں میں چلے گئے وہ ملک پہلے کی طرح ریگستان بن گیا۔ اگلی آیت میں عذاب سے پہلے اس ملک کی ترقی کا دوسرا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

ملک سباء اور قوم سباء پر ملکی خوش حالی کا انعام

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ۔ آیت ۱۸۔

(ترجمہ) اور ہم نے بنا دیئے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکتیں دے رکھی تھیں، سامنے نظر آنے والی بستیاں اور مناسب جوڑ بنا دیا تھا ان میں سیر کرنے کا سیر کرو، ان میں رات دن امن کے ساتھ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ملک اتنا آباد تھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شہر آباد تھے ایک شہر سے دوسرا شہر نظر آتا تھا یہ آبادیوں کا سلسلہ ملک شام تک پھیلا ہوا تھا، اس علاقہ میں سفر سیر تفریح کی مانند تھا آبادیوں کے قرب اور باغوں کی کثرت سے وہ ملک سیر گاہ بنا ہوا تھا وہ ملک پھولوں اور پھلوں کی خوشبو سے اتنا صاف ستھرا تھا کہ اگر کوئی شخص جوئیں والا وہاں چلا جاتا تو اس ملک کی خوش بو اور عمدہ ہوا سے اس کی جوئیں بھی مر جاتی تھیں اس علاقہ میں نہ کوئی مکھی نہ بھڑ نہ بچھو نہ کوئی گندگی اور سانپ وغیرہ لیکن اس قوم نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی بے قدری کی جیسے اگلی آیت مذکور ہے۔

کفرانِ نعمت

فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ۔ آیت ۱۹۔

(ترجمہ) پھر انہوں نے کہا اے ہمارے رب دوری کر دے ہمارے سفروں کے درمیان اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے ان کو پچھلوں کے لئے باتیں بنا دیں۔ اور ہم نے ان کو اچھی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لئے بہت نشانیاں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنے ملک کی آبادی کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے اس طرح بے قدری کی کہ کہنے لگے کہ اے اللہ کہ ہمارے سفروں میں کوئی مزہ نہیں نہ مسافت طے کرنے کا اور نہ زاد راہ اٹھانے کا کیا ہی لطف ہوتا کہ ہماری سفر کی منزلیں بہت دور ہوتیں تاکہ چل چل کر اور زاد راہ اٹھا اٹھا کر تھکتے پھر سواریوں کی قدر ہوتی رات کی تاریکیوں اور دن کے اجالوں سے برابر مستفید ہوتے وغیرہ ذلک اللہ تعالیٰ نے ان کی ناقدر شناسی کی وجہ سے وہ تمام سہولتیں جو ان کو مہیا کر رکھی تھیں مٹا دیں شہر تباہ ہو گئے باغات اجڑ گئے قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ان کے نشان مٹ گئے صرف ان کی کہانیاں اور داستانیں رہ گئیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے میری بغاوت کر کے شیطان کو اپنا مرشد راہنما مان لیا فرمایا:۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ آیت ۲۰۔

(ترجمہ) البتہ تحقیق سچا کر دیا ان پر ابلیس نے اپنا گمان وہ سب اسی کے پیچھے لگ گئے مگر مومنین کی ایک جماعت جس نے شیطان کی بات نہیں مانی تھی۔

واقعہ اصحاب الاخدود

سورۃ بروج میں اصحاب الاخدود کا اجمالی ذکر ہے اس کے بارے مفسرین

کے کئی اقوال ہیں اصل بات یہ ہے کہ ایسے واقعات کئی ہوئے ہیں اہل توحید کے ساتھ ایسے واقعات کثرت سے پیش آئے ہیں ہم یہاں وہی واقعہ نقل کرتے ہیں، جو مسند احمد اور مسلم شریف میں مذکور ہے وہ اس طرح ہے۔

ساحر اور راہب کا واقعہ

حضرت صہیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ماضی میں ایک بادشاہ تھا جس نے ساحر رکھا ہوا تھا، جب ساحر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اب میری موت قریب ہے مجھے ایک لڑکا دو جس کو میں جادو کا علم سکھا دوں تو اس نے اسے ایک لڑکا دیا جس کو جادوگر جادو سکھاتا تھا، جادوگر، اور بادشاہ کے درمیان ایک راہب رہتا تھا، لڑکا راہب کے پاس گیا۔ اس کی کلام سنی اس کو راہب کی باتیں بہت پسند لگیں جب وہ لڑکا جادوگر کے پاس جاتا تو جادوگر اسے مارتا تھا، کہ تو لیٹ کیوں آتا ہے اور جب گھر والوں کے پاس جاتا تو وہ بھی اسے مارتے کہ تو لیٹ کیوں آتا ہے تو اس نے راہب کو اپنی یہ تکلیف بتائی تو اس نے لڑکے کو سمجھایا کہ جب جادوگر پوچھے تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے دیر سے بھیجا ہے، اور جب گھر والے پوچھیں تو کہنا کہ جادوگر نے لیٹ بھیجا ہے، اسی بہانے راہب سے دین توحید سیکھتا رہا

دین توحید کی سچائی

ایک دن لڑکے نے دیکھا کہ عظیم جانور نے لوگوں کا راستہ روکا ہوا ہے تو کہنے لگا آج میں معلوم کرونگا کہ راہب کا دین اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے یا ساحر کا تو اس لڑکے نے ایک پتھر پکڑا اور کہنے لگا۔ اے اللہ!

اگر راہب کا امر تجھے محبوب ہے ساحر کے امر سے تو میں یہ پتھر مارتا ہوں تو اس سے اس جانور کو قتل کر دے، تاکہ لوگ راستہ عبور کر سکیں تو اس نے پتھر مارا وہ جانور قتل ہو گیا لڑکے نے یہ واقعہ راہب کو بتایا تو اس نے کہا اے بیٹا! اب تو مجھ سے افضل ہو گیا ہے، اب تیرا امتحان ہو گا، جب تو امتحان میں مبتلا ہو جائے تو میرا نام کسی کو نہ بتانا۔

ولی اللہ لڑکے کا عقیدہ

پھر اس لڑکے کی اتنی مشہوری ہو گئی کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اور اسی طرح دوسرے مریضوں کے لئے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے دیتے تھے، بادشاہ کا ساتھی اندھا ہو گیا اس نے اس لڑکے کی مشہوری سنی، وہ لڑکے کے پاس بہت تحفے تحائف لے کر آیا اور کہنے لگا کہ تو مجھے شفا دے دے اس لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا وہ ایمان لایا اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی، پھر وہ بادشاہ کے پاس اسی طرح جا بیٹھا جیسے پہلے وہ اس کے پاس بیٹھتا تھا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا اے فلاں تیری آنکھ کس نے ٹھیک کی اس نے کہا میرے رب نے اس نے کہا میں نے۔ اس نے کہا نہیں تیرا اور میرا رب اللہ ہے اس نے کہا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے اس نے کہا ہاں تیرا اور میرا رب اللہ ہے اس نے اس کو سزا دی اور کہا تجھے یہ بات کس نے سکھائی اس نے اس لڑکے کا نام بتا دیا تو لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے لڑکے سے کہا اے بیٹا تو سحر میں اتنا کامل ہو گیا ہے کہ مادر زاد اندھے اور کوڑھے

کو اور دوسری مریضوں کو تو شفا دے دیتا ہے۔ اس نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اس نے کہا میں اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا میرے سوا تیرا کوئی رب ہے اس نے کہا تیرا اور میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس کو سزا دے کر پوچھا کہ تجھے یہ کس نے سکھایا ہے اس نے راہب کا پتہ بتا دیا، پھر راہب کو لایا گیا۔ اس کو بادشاہ نے کہا اپنے دین سے رجوع کر اس نے انکار کیا تو اس کے سر پہ آرہ چلا کر دو ٹکڑے کر دیئے، پھر اس نابینے کو جو تندرست ہو چکا تھا کہا کہ تو اپنے دین سے رجوع کر اس نے انکار کیا تو اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

ولی اللہ لڑکے کی کرامات

پھر اس نے لڑکے کو کہا کہ تو اپنے دین سے رجوع کر اس نے انکار کیا تو اس کو چند آدمیوں کے ساتھ بلند پہاڑوں کی طرف بھیجا، اور کہا کہ جب تم اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تو اس کو کہنا کہ دین سے رجوع کر اگر نہ کرے تو اس کو وہیں سے نیچے گرا دینا، پھر وہ جب اس کو پہاڑ پہ لے گئے تو اس نے کہا اے اللہ مجھے ان سے بچا دے جیسے تو چاہے تو پہاڑ کو زلزلہ آیا وہ سب گر کر مر گئے اور لڑکا واپس بادشاہ کے پاس آ گیا تو اس نے کہا تیرے ساتھی کہاں ہیں اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا دیا، پھر اس نے اس کو دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ جب تم اس کو کشتی میں بٹھا کر دریا کے درمیان لے جاؤ تو اسے کہنا کہ دین سے رجوع کر اگر نہ کرے تو اس کو دریا میں پھینک دینا جب اس کو دریا میں لے گئے تو اس نے کہا اے اللہ مجھے ان سے بچا دے، جیسے تو چاہے تو وہ غرق ہو گئے وہ لڑکا پھر بادشاہ کے

پاس آگیا اس نے کہا تیرے ساتھی کہاں گئے اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا دیا وہ غرق ہو گئے تو پھر اس نے بادشاہ کو کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا اگر تو نے مجھے قتل کرنا ہے تو میری تجویز پر عمل کر کہ تو سب لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر پھر تو مجھے کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میری ترکش سے تیر نکال کر پھر کہہ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ یعنی اللہ کے نام کی مدد سے جو اس لڑکے کا رب ہے مجھے تیر مار اگر تو نے اس طرح کیا تو تو مجھے مار سکے گا، ورنہ نہیں اس نے اسی طرح کیا لڑکے کی ترکش سے تیر نکال کر کمان پر چڑھایا، اور بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ کہہ اس کو تیر امارا لڑکے کی کنپٹی پر لگا لڑکے نے تیر کی جگہ پر ہاتھ رکھا، اور مر گیا، لوگوں نے کہا آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ یعنی ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ہیں لوگ مسلمان ہو گئے کسی نے بادشاہ کو کہا جس خطرے کی وجہ سے تو نے لڑکے کو قتل کیا وہ خطرہ تیرے سامنے آگیا، اب سب لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، اس نے اس شہر کی گلیوں کے چوراہوں میں خندقیں کھدوا کر آگ سے بھر دیں، اور کہا جو دین توحید سے رجوع کرے اس کو چھوڑ دو باقی سب کو آگ میں ڈال دو ایک عورت کو لایا گیا جس کا دودھ پینے والا بچہ تھا، سو وہ آگ میں گرنے سے پیچھے ہٹی تو بچے نے ماں کو کہا امی صبر کر تو حق پر ہے۔

سورۃ بروج میں اصحاب الاخدود کا تذکرہ یوں ہے:۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ پارہ ۳۰ آیۃ ۱ تا ۹

(ترجمہ) قسم ہے ستاروں والے آسمان کی اور قیامت کے دن کی اور حاضر ہونے والے کی اور اس دن کی جس دن میں وہ لوگ حاضر ہوئے مارے گئے آگ کی خندقوں والے جب وہ اس پر بیٹھے تھے اور جو کچھ وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھنے والے تھے اور انہوں نے ان سے اس بات کا انتقام لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو سب پر غالب تعریفوں والا ہے جس کی ملکیت میں سب آسمان اور زمینیں ہیں اور اللہ ہر چیز پر حاضر ہے۔

آیات کی تشریح

قرآن مجید میں اکثر و بیشتر قسمیں شہادت کے معنی میں استعمال ہوئی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جن چیزوں کی قسمیں اٹھاتا ہے ان کو کسی مدعا پر بطور گواہ کے پیش کرتا ہے مثلاً یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے ستاروں والے آسمان کی قسم اٹھائی ہے یعنی یہ آسمان جو ستاروں سے مزین ہے گواہ ہے کہ اصحاب الاخدود جیسے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

اسی طرح قیامت کا دن بھی گواہ ہے کہ اس دن ایسے ظالم اور مظلوم اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ظالموں کو سزا اور مظلوم کو جزا دیں گے۔ اسی طرح شاھد اور مشھود بھی گواہ ہیں کہ ایسے واقعات روئے زمین پر سرزد ہوئے ہیں شاھد سے مراد وہ کافر مشرک ہیں جنہوں نے مؤمنوں کو آگ میں ڈال کر ان کے جلنے کا نظارہ کیا، اور مشھود وہ مؤمن ہیں جن کو زندہ آگ میں جلایا گیا۔ ان تین شہادتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاخدود کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان مؤمنوں کو گہری خندقوں میں جن کے اندر شعلے والی آگ جلائی گئی تھیں، ڈالا پھر انہوں نے خندقوں

کے اردگرد کرسیاں ڈال کر مسلمانوں پر مظالم ڈھا کر خوشیاں مناتیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظلم کی وجہ بیان فرمائی کہ ان پر یہ ظلم کیوں کیا گیا فرمایا
وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔ یعنی ان پر یہ ظلم عقیدہ توحید کی وجہ سے کیا گیا عقیدہ توحید چھوڑا نے کے لئے ان کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا، لیکن مؤمنوں نے عقیدہ توحید پر جان قربان کر دی، اللہ تعالیٰ پر ایمان کو نہیں چھوڑا جسم وجان کو قربان کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ اصحاب الاخدود سے مراد نصاریٰ ہیں جن کو ذونواس جو قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ تھا، اور وہ مشرک تھا۔ اس نے موحد نصاریٰ کو جو کہ بیس ہزار کے قریب تھے آگ میں جلا دیا ان میں سے ایک آدمی بھاگ گیا تھا۔ جس نے شام کے بادشاہ قیصر کو جو نصرانی تھا اطلاع دی کہ ذونواس نے ہمارے بیس ہزار آدمیوں کو جلا دیا ہے، اس نے حبشہ کے بادشاہ کو لکھا کہ یمن کے بادشاہ ذونواس کو شکست دے کر یمن پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ ذونواس کے ہلاکت کے بعد ابرہہ یمن پر قابض ہو گیا۔

اصحاب الفیل

ابرہہ جو یمن کا بادشاہ تھا اس نے یمن میں ایک ایسا گرجا گھر تعمیر کیا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی تھی نہایت بلند اور نقش ونگار سے مزین تھا ابرہہ نے ارادہ کیا کہ میں لوگوں کو بیت اللہ کی حج کے بجائے اس کلیسا کی حج کے طرف موڑ دوں یہ بات قبائل عرب کے لئے انتہائی ناگوار تھی، قریش کے چند نوجوانوں نے اس کلیسا میں آگ جلائی اور اس دن میں آندھی چلی ہوئی تھی، آگ نے سارے گرجا گھر کو لپیٹ میں لے کر جلا ڈالا تو اس نے اپنا

لاؤلشکر لے کر پختہ ارادہ کیا کہ میں جا کر بیت اللہ کی اینٹ اینٹ سے بجا دوں گا۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ ہاتھی بھی لے کر نکلا قبائل عرب میں سے کئی لوگ اس کے ساتھ لڑے لیکن مسلسل شکست کھاتے رہے جب وہ بیت اللہ کے قریب پہنچا تو اس نے قریش کی چراگاہ سے اونٹ پکڑ لئے اور ایک آدمی کو قریش کے امیر لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا اور کہا کہ ابرہہ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے نہیں آیا وہ تو صرف بیت اللہ کو گرانے کے لئے آیا ہے اگر تم اسے اس کام سے نہ روکو تو وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا، عبدالمطلب نے کہا ہم اس سے نہیں لڑ سکتے، یہ اللہ کا گھر ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اور ابرہہ کو کہا کہ میرے اونٹ مجھے دے دے پھر تیری مرضی جو تو کرنا چاہے کر گزر۔ اس گھر کا مالک اس کی حفاظت کرے گا، پھر کچھ اشراف عرب سے پورے تہامہ کی آمدنی کا تیسرا حصہ دینے کے لئے تیار ہو گئے، لیکن ابرہہ نے ان کی کوئی بات نہیں مانی جب ہاتھیوں کو لے کر بیت اللہ کی طرف چلا تو ہاتھی ادھر جاتے ہی نہیں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندے ابابیل مسلط کر دیئے جن کے پنجوں اور چونچ میں کنکریاں تھیں، وہ ابرہہ کے لشکروں پر گراتے تھے جس سے ابرہہ اور اس کے لشکر کا کچومر نکال دیا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو سورۃ فیل پارہ نمبر ۳۰ میں یوں بیان فرمایا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۔

(ترجمہ) کیا تو نے دیکھا نہیں کیسے کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے

ساتھ کیا، ان کے داؤ کو خاک میں نہیں ملایا۔ اور ان پر پرندوں کی جماعتوں کو بھیج دیا۔ جو ان کو سخت پتھر یلیوں سے مارتے تھے پھر ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

شبہ اور اس کا جواب

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم ہاتھی والوں کے واقعہ کو ان آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں بلکہ یہاں رؤیت سے رؤیت بصری مراد نہیں بلکہ اس سے رؤیت علمی مراد ہے، یعنی کیا تیرے علم میں یہ بات نہیں آئی کیونکہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پچاس دن پہلے کا ہے۔

اَلَمْ تَرَ سے رویت علمی مراد لینے کی دلیل سورۃ نوح آیت ۱۵ و ۱۶ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔	کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے پیدا کیا اللہ نے سات آسمانوں کو تہ بہ تہ اور بنا دیا ان میں چاند کو نور اور بنا دیا سورج کو بہت روشنی دینے والا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب بندوں کو مخاطب فرما کر فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو تہ بہ تہ کیسے پیدا کیا۔

اس میں غور کریں کہ کیا سب بندوں نے سات آسمانوں کو تہ بہ تہ ان آنکھوں سے دیکھا ہے ہرگز نہیں بلکہ اس سے رویت علمی مراد ہے، یعنی کیا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے تمہارے علم میں یہ بات نہیں آئی اور اگر اَلَمْ تَرَ

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بنایا جائے، تو پھر سورۃ نوح کے اس اکثر تر دا سے تمام بندوں کو عالم الغیب ماننا پڑے گا جو نہایت ہی غلط ہے۔

اصحاب الفیل کی ہلاکت سے توحید کا اثبات

سورۃ الفیل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہاتھیوں کو اور ہاتھی والوں کو چڑیوں سے مروا دیا بیت اللہ کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے چڑیوں سے کروا دی، ان پرندوں کی چونچ اور پنجوں میں بہت چھوٹی چھوٹی کنکریاں سماتی تھیں، انہیں سے اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی مضبوط مخلوق ہاتھی کو ایسے تباہ برباد کیا کہ وہ کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے تھے جو گوبر میں نکلتا ہے، گھبایا ہوا بھوسہ موٹا ہوتا ہے لیکن کھایا ہوا بھوسہ تو اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس میں بھوسے کا نام و نشان بھی مٹ جاتا ہے، کہتے ہیں کہ ابرہہ کے حملہ کرنے سے پہلے مکہ میں رہنے والے سب لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے تاکہ دیکھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر کیسے نازل ہوتا ہے، پہاڑوں پر چڑھنے سے پہلے عبدالمطلب قریشیوں کی جماعت کے ہمراہ بیت اللہ میں جا کر گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگا کہ اے اللہ تو اپنے گھر کی حفاظت کر۔ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کے بیان توحید کی صداقت کی بنیاد رکھ دی کہ سب کچھ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور وحی کی ابتداء

بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا نیند میں سچے خوابوں سے ہوئی آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی مانند واضح ہوجاتی تھی پھر آپ کو خلوت پسند آنے لگی، تو آپ غارِ حرا میں عبادت کے لئے چلے جاتے کچھ راتوں کے بعد واپس آکر حضرت خدیجہ رضؓ سے خرچ لے کر پھر غار حرا میں واپس چلے جاتے حتی کہ وہیں غارِ حرا میں وحی کی ابتدا حضرت جبرئیل کے آنے سے یوں ہوئی

وحی کی ابتدا

حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو کہا آپ پڑھیں آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں تو جبرئیلؑ نے مجھے گلے لگا کر ایسا دبایا کہ مجھے کافی تکلیف ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑا، اور کہا کہ پڑھ میں نے کہا کہ میں قرأت نہیں کرسکتا، پھر اس نے مجھے پکڑا اور دبایا جس سے مجھے تکلیف پہنچی، پھر اس نے چھوڑا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں کیسے پڑھوں میں پڑھا ہوا نہیں، پھر اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا پھر چھوڑ کر کہا۔

ابتدائی آیات کے بعد آپ پر خوف کی کیفیت

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۔ ان آیاتوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے ایسے حال میں کہ آپ کا دل کانپتا تھا، آپ نے حضرت خدیجہ کو کہا مجھے کپڑا

اڑھاؤ، انہوں نے آپ کو کپڑا اڑھایا یہاں تک کہ خوف دور ہوگیا۔ تو پھر آپ نے خدیجہ کو ساری باتیں بتائیں۔ اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا خوف ہے خدیجہ نے تسلی دی کہ ہرگز اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور بوجھ اٹھاتے ہیں، اور بھوکے کو آپ کما کر دیتے ہیں اور مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور سچے حادثوں میں آپ تعاون کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل اور اس کا ایمان

پھر خدیجہ آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لائی جو حضرت خدیجہ کے چچے کا بیٹا تھا، اور وہ عہد جاہلیت میں نصرانی بن گیا تھا، وہ کتابوں کو عبرانی زبان میں لکھتا تھا، انجیل کو بھی وہ عبرانی زبان میں لکھتا تھا وہ انتہائی بڑھاپے کو پہنچ کر اندھا ہو چکا تھا، حضرت خدیجہ نے اسے کہا کہ اپنے بھتیجے کی باتیں سنیں تو ورقہ نے آپ کو کہا اے بھتیجے تو نے کیا دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا ماجرا سنا دیا تو ورقہ نے کہا یہ وہ فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش کہ میں اس مدت میں جوان ہوتا کاش کہ میں اس وقت تک زندہ ہوں جب تیری قوم تجھے اس خطہ سے نکالے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ لوگ مجھے نکالیں گے اس نے کہا ہاں، کیونکہ جو بھی یہ چیز لایا جو تجھے دی گئی تو اس سے دشمنی کی گئی ہے اور اگر تیرے اس دن نے مجھے پا لیا یعنی اگر میں زندہ رہا تو میں تیری پوری امداد کروں گا، پھر کچھ عرصہ بعد ورقہ فوت ہوگیا اور وحی بند ہوگئی۔

نزول کے اعتبار سے سب سے اول نازل ہونیوالی سورۃ علق ہے

سورۃ علق کی ابتدائی آیات :۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

ترجمہ: اپنے رب کے نام کی مدد سے پڑھ جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے ۔ پڑھ اور تیرا رب بڑی عزت والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھلایا، انسان کو وہ چیزیں سکھلائیں جو نہیں جانتا تھا۔

آیات کی توضیح

وحی کی ابتداء بھی توحید کی تعلیم سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی کہ تو پڑھنا شروع کر اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے یعنی تجھے پڑھانے والا کوئی بندہ نہیں تیرا پڑھانے والا خود اللہ ہے، اسی کی توفیق اور مدد سے پڑھنا شروع کر اللہ تعالیٰ تجھے پوری دنیا کا معلم بنانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ تو نے اپنی اور پوری مخلوق کی تخلیق سے نہیں کیا کہ اس ذات نے انسان جیسے اشرف الخلق مخلوق کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا جو مالک انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کر سکتا ہے وہ تجھے پوری دنیا کا معلم بھی بنا سکتا ہے تو پڑھنا شروع کر، تیرا رب بڑی عزتوں والا ہے، تجھے اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا کر پوری دنیا پر عزت دینے والا ہے وہ تو اتنا قادر ہے کہ اس نے پوری دنیا کو چھوٹی سی قلم کے ذریعہ پڑھا دیا، لیکن تجھے تو قلم کے ذریعہ نہیں بلکہ اپنی طاقت و عنایت

کے ذریعہ پڑھائے گا، عام انسانوں کو تو اس نے قلم کے ذریعہ وہ معلومات فراہم کیں، جو پہلے انہیں معلوم ہی نہیں تھیں۔

وحی کے نزول کی ابتدا رمضان المبارک میں ہوئی

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ پ۲ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۵۔

ترجمہ، مہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے، وہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح دلائل ہیں اور وہ قرآن حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

اس آیت کے ابتدائی حصے میں نزول قرآن کی تاریخ بتائی گئی ہے کہ قرآن کے نزول کی ابتدا رمضان شریف میں ہوئی ہے اس آیت میں ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ نزول وحی کی ابتدا ربیع الاوّل میں یا رجب میں ہوئی ہے۔

نزول قرآن کی پہلی رات آخری عشرہ کی کوئی رات ہے

سورۃ قدر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ آیت ۱ سے ۵ تک۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے، اور تجھے کیا معلوم کہ وہ قدر والی رات کیسی ہے قدر والی رات تو ہزار ماہ سے

بہتر ہے، اس میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر اُمر لے کر نازل ہوتے ہیں وہ رات خیر و عافیت والی ہے۔ اور وہ طلوع فجر تک باقی رہتی ہے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کی پہلی رات کی تعیین کر دی کہ وہ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی رات ہے، کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، اور ہمیشہ اسی عشرہ کی راتوں میں بدلتی رہتی ہے۔

وحی کی بندش کے بعد جبریلؑ دوبارہ وحی لاتے ہیں

بخاری کتاب التعبیر میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بند ہو گئی تو آپ اتنے غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی، لیکن ہر بار جبریل نمودار ہو کر آپ کو تسلی دیتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ غمگین نہ ہوں تو آپ کو تسلی ہو جاتی پھر جب وحی کی بندش سے اضطراب بڑھتا تو پھر اسی طرح پہاڑی پر چڑھ کر گرنے کی کوشش کرتے تو پھر جبریل علیہ السلام نمودار ہو کر آپ کو تسلی دیتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو آپ کو تسلی ہو جاتی بالآخر حضرت جابر کی روایت مطابق جو صحیح بخاری کتاب التفسیر باب والرجز فاہجر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں چلا جا رہا تھا کہ مجھے اچانک آسمان سے آواز سنائی دی میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں اس سے خوف زدہ ہو کر زمین کی طرف جھک گیا، پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے چادر اڑھادو مجھے چادر اڑھادو، اس نے مجھے چادر اڑھادی، اس کے بعد

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کردیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا موضوع اور اس کے آداب

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ۔ پارہ ۲۹ سورہ مدثر آیت ۱ سے ۵۔

ترجمہ:۔ اے کمبل اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور بتوں کی پلیدی کو چھوڑ دو۔

ان آیات کے نزول کے بعد وحی کی آمد کا سلسلہ گرم ہو گیا، اور وحی لگاتار نازل ہونے لگی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو تبلیغ توحید کے سلسلہ کو لگاتار جاری رکھنے کا حکم دیا، فرمایا اے کمبل اوڑھ کر آرام کرنے والے اب آرام کو چھوڑ دے، اب کام کا وقت آ گیا ہے۔ کام یہ ہے کہ فَاَنْذِرْ لوگوں کو تبلیغ کرو تبلیغ کا موضوع یہ ہونا چاہئے۔ کہ رَبَّکَ فَکَبِّرْ اپنے پالنے والے کی بڑائی بیان کرو، اس کی ذات کی بڑائی اس کی صفات کی بڑائی اس کی قدرت کی بڑائی، اس کے علم کی بڑائی اس کے حقوق کی بڑائی بیان کر، کیونکہ لوگوں نے اس کی ذات صفات حقوق میں مخلوق کو شریک بنا رکھا ہے، وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ اپنے کپڑوں کو صاف رکھ یعنی اپنا دامن پاک صاف رکھ کیونکہ جب ہی کوئی نبی اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتا ہے تو لوگ اس پر الزامات کی بھرمار کرتے ہیں اس لئے اپنے دامن کو صاف رکھو تاکہ کسی دشمن کو انگشت رکھنے کا موقعہ ہی نہ ملے وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ یعنی شرک کی ناپاکی سے بچ کر رہنا ہے یعنی اپنے بیان کو شرک کی ناپاکی سے بچا کر رکھو دشمن تمہارے بیان سے کسی قسم کے شرک کی گنجائش نہ نکال سکے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرْ احسان کر کے اس پر کثرت چاہنا چھوڑ دینے یعنی بڑے سے بڑا کام کر کے اس کو

فراموش کر دو لیں سمجھو کہ ہم نے ابھی تک کوئی معتد بہ کام کیا ہی نہیں تاکہ رات دن اسی کام کی تبلیغ میں لگے رہو۔ اس کے چھوڑنے کی طرف دھیان ہی نہ ہو۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ یعنی حبیب تم اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرو گے تو مشرکین کی ایذائیں اور ہنسی مذاق پر صبر کرنا ہوگا۔ اس سے دل تنگ ہو کر میدان تبلیغ سے ہرگز نہیں بھاگنا بلکہ صبر کر کے کام کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور تبلیغ توحید

سورۃ شعراء کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صداقت بیان کر کے آپ کو تبلیغ کا حکم دیا، چنانچہ آیات اس طرح ہیں۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔ آیت ۱۹۲ سے ۱۹۷ تک۔

ترجمہ۔ اور بے شک یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کو روح الامین لایا ہے، تیرے دل پر تاکہ تو تبلیغ کرنے والوں سے ہو جائے، یہ کتاب فصیح عربی زبان میں ہے اس کا تذکرہ پہلی کتابوں میں موجود ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صداقت نازل فرما کر کہا کہ اس کو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اس لئے نازل کیا ہے کہ محمد رسول اللہؐ اس کتاب کے داعی اور مبلغ بن کر اس کی تبلیغ کریں یہ کتاب فصیح بلیغ عربی زبان میں نازل کی گئی ہے، کیونکہ اس کتاب کے اولین مخاطب عربی لوگ تھے، یہ کتاب اتنی شان والی ہے کہ اس کے آنے سے پہلے کتب سابقہ میں اس کی پیش گوئیاں

بیان کی گئی تھیں، کتب سابقہ میں اس کے تذکرے کی دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کو علماء بنی اسرائیل اس کے نزول سے پہلے جانتے تھے، پھر چند آیات کے بعد فرمایا۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ الخ۔ آیت ۲۱۰ سے ۲۱۴ تک۔

ترجمہ۔ اور اس کتاب کو شیاطین نے نہیں اتارا اور نہ یہ کتاب ان کے لائق ہے اور نہ ان کی طاقت میں ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی دور ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے مشکل کشا حاجت روا کو مت پکار ورنہ تو عذاب والوں سے ہو جائے گا اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔

ان آیات میں بھی قرآن مجید کی صداقت کے بعد توحید پر پختہ رہنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، نیز اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت توحید اور اس کے سمجھانے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جب وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قبائل قریش کو آواز دی، اے بنی فہر اے بنی عدی یہاں تک کہ سب اکٹھے ہو گئے حتیٰ کہ اگر کوئی خود نہ جا سکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھو معاملہ کیا ہے، جب سب قریش اکٹھے ہو گئے ابو لہب بھی آ گیا آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں کہوں ادھر وادی میں شاہ سواروں کی جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے لوگوں نے کہا ہاں ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اس پر ابو لہب نے کہا تو سارا دن غارت ہو تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا، اس پر سورۃ لہب نازل ہوئی۔ الغرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین توحید کی تبلیغ و پرچار پر کام کرنا شروع کر دیا کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور حکم بھیجا جو سورۃ حجر میں یوں ہے :۔

توحید کا واضح اعلان اور مشرکین کا ردِ عمل

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ سورۃ حجر آیت ۹۴ سے ۹۹ تک۔

ترجمہ :۔ تو اعلان کر اس چیز کا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے، اور مشرکین سے منہ پھیر لے بے شک ہم تجھے ہنسی کرنے والوں سے بچائیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں عنقریب جان لیں گے، البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ تیرا سینہ تنگ ہوتا ہے، ان باتوں سے جو وہ کرتے ہیں تو تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں سے ہو جا، اور اپنے رب کی عبادت کر موت کے آنے تک۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ توحید کو واضح دو ٹوک الفاظ میں بیان کر کیونکہ صَدَعْ عربی لغت میں پردہ پھاڑنے کے معنی میں ہے یعنی اب توحید پر پڑے ہوئے پردہ کو چاک کر کے توحید کو واضح کر کے بیان کرو، مشرکین کی پرواہ نہ کرو، کیونکہ ہنسی مذاق کرنے والے مشرکین سے ہم تجھے بچائیں گے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بعد واضح کھلم کھلا توحید کو بیان کرنا شروع کیا تو مشرکین نے آپ کو ستانے اور برا بھلا کہنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو

تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہوتا ہے، اور آپ ان کی باتوں سے دکھی ہوتے ہیں، لیکن آپ گھبرائیں نہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کے ساتھ توحید بیان کرتے رہیں، اور عبادت میں موت تک مصروف رہیں، اللہ تعالیٰ ہی ان سے نبٹ لے گا۔

ایذا رسانی کے مختلف انداز

سورہ مدثر کی مندرجہ ذیل آیات میں مشرکین کے رد عمل کا کچھ ذکر یوں ہے۔

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۔ آیت ۱۷ سے ۲۵ تک۔

ترجمہ:۔ بے شک اس نے سوچا اور اندازہ لگایا، پھر برباد ہو، اس نے کیسے اندازہ لگایا پھر برباد ہو جائے اس نے کیسے اندازہ لگایا پھر اس نے دیکھا پھر ترش روئی کی اور منہ موڑا پھر پیٹھ پھیری اور اکڑ گیا، پھر کہا نہیں، یہ مگر جادو نقل کیا ہوا نہیں یہ مگر انسانی کلام۔

ابھی کھلم کھلا تبلیغ پر چند ماہ گزرے تھے کہ موسم حج قریب آگیا حجاج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکنے کے لئے میٹنگ بلائی جس میں ولید بن مغیرہ شامل تھا، ولید نے دوسروں کو کہا کہ تم لوگوں کو روکنے کے لئے کیا حربہ اختیار کرو گے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے لوگوں کو کہیں گے کہ یہ کاہن ہے ولید نے کہا اللہ کی قسم وہ کاہن نہیں کاہن ایسے نہیں ہوتے پھر لوگوں نے کہا ہم کہیں گے یہ پاگل ہے۔ اس نے کہا یہ پاگل بھی نہیں لوگوں نے کہا ہم کہیں گے یہ شاعر ہے اس نے کہا یہ شاعر بھی

نہیں تو پھر لوگوں نے اس سے پوچھا اب تو ہی بتا دے کہ ہم اسے کیا کہیں پھر سوچتا رہا۔ سوچنے میں جو کیفیت اس کے چہرے پر نمودار ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کے سوچنے کی کیفیت کو اور اس کے چہرے کی کیفیات کو ان آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے، اس نے سوچا برباد ہو جائے اس نے کتنا غلط سوچا پھر برباد ہو جائے اس نے کتنا غلط سوچا پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف نظر کر کے پیشانی پہ بل دیا، پھر منہ موڑا، پھر اس نے پیٹھ پھیر لی، اور اکڑ کر بولا کہ یہ کلام جو محمد رسول اللہ پیش فرما رہے ہیں یعنی قرآن مجید یہ لوگوں سے منقول جادو ہے اسی لئے لوگوں پر اثر کرتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی کلام نہیں بلکہ بندوں کی کلام ہے مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ ابو لہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا رہتا جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرتے یہ لوگوں کو کہتا اس کی بات نہ ماننا یہ بے دین جھوٹا ہے۔

کبھی کافر آپؐ کو نعوذ باللہ پاگل کہتے تھے

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ پ ۱۴ سورہ حجر آیت ۶۔

ترجمہ، انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پہ قرآن نازل کیا گیا ہے، بے شک تو دیوانہ ہے۔

اور کبھی آپ کو جادوگر کے ساتھ جھوٹا بھی کہتے تھے۔

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ۔ پارہ ۲۶ سورۃ ق آیت ۴۔

ترجمہ، اور انہوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ڈرانے والا آیا ہے، اور کافروں نے کہا یہ جھوٹا جادوگر ہے۔

اور کبھی آپ کو ڈرانے کیلئے غیظ و غضب کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ. پارہ ۲۹ سورۃ قلم آیت ۵۱ ۔

اور بے شک کافر قریب تھے کہ آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں، جب ذکر سنتے تھے اور کہتے کہ یہ پاگل ہے نعوذ باللہ۔

اور جب آپ کے گرد مظلوم کمزور صحابہ کو دیکھتے تو ان پر ہنسی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ:۔ أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا. پ سورۃ انعام آیت ۵۳ ۔

ترجمہ:۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے ہم میں سے۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا ہے:۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ الخ پ سورۃ انعام آیت ۵۳ و ۵۴ ۔

ترجمہ:۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا اور جب تیرے پاس آئیں وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو کہہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تم پر تمہارے رب نے تمہارے لئے اپنی رحمت لازم کی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس لئے احسان کیا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے ہیں اللہ تعالیٰ کو وہ اتنے پیارے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپنے پیارے پیغمبر کو فرمایا کہ جب تیرے پاس یہ لوگ آئیں تو ان کے لئے سلام علیکم کہہ۔ نیز ان کو یہ بھی کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رحمت کرنی اپنے لئے لازم کردی ہے۔

کبھی یوں ہنسی مذاق کرتے جیسا کہ سورۃ مطففین میں ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا مَرُّوا

بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ پارہ ۳۰ سورۃ تطفیف آیت ۲۹ سے ۳۳ تک

توجہ:۔ بے شک مجرم ایمان والوں سے ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے، تو آنکھوں سے اشارے کرتے اور جب اپنے گھروں کو لوٹتے تو ہنسی کرتے ہوئے لوٹتے اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یہ گمراہ لوگ ہیں حالانکہ وہ ان پہ محافظ نہیں بنائے گئے تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرک مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے۔

مشرکین کا قرآن کے بارے پروپیگنڈا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا - پ۱۸ سورۃ فرقان آیت ۴ و ۵۔

توجہ:۔ اور کافروں نے کہا نہیں یہ قرآن مگر جھوٹ ہے اس کو اس نے گھڑ لیا ہے، اور اس پہ دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے، یکی بات ہے یہ لوگ جھوٹ اور ظلم لائے ہیں اور انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جن کو اس نے لکھوا لیا ہے، پھر وہی کہانیاں اس پہ صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تعریف کر کے توحید بیان کی ہے پھر مشرکین کا شکوہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو اپنا معبود مشکل کشا حاجت روا مانا ہے جو کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور اپنے آپ کے نفع و نقصان کے مالک نہیں اور نہ موت کے

مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ مر کر جی اٹھنے کا اختیار رکھتے ہیں اس توحید کو سن کر مشرک آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے یہ جھوٹ ہے اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ لیا ہے اور کئی لوگوں نے اس کی اس کام پر معاونت کی ہے یہ وہابی بڑے ظالم اور جھوٹے ہیں نعوذ باللہ من ذلک پھر کہنے لگے یہ قرآن پہلے لوگوں کی لکھوائی ہوئی کہانیاں ہے وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام پڑھی جارہی ہیں یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں۔

مشرکین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈا

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۔ پ۱۸ سورہ فرقان آیت ۷، ۸ ۔

ترجمہ: اور انہوں نے کہا اس رسولؐ کو کیا ہو گیا ہے یہ کھانا کھاتا ہے، اور بازاروں میں چلتا ہے اس کی طرف فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا ہے، تاکہ وہ اس کے ساتھ تبلیغ کرتا یا اس کی طرف خزانہ کیوں نہیں بھیجا گیا یا اس کے لئے باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم دیوانے آدمی کی اتباع کر رہے ہو۔

مشرک ہر دور میں پیغمبر کو الٰہ سمجھتا ہے اسی لئے وہ بشر کو نبی نہیں مانتا اور اسی لئے وہ نبی پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ کھانا کیوں کھاتا ہے اور بازاروں میں کیوں گھومتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نبی بشر ہوتے ہیں کھانا کھاتے ہیں۔ بازاروں میں کاروبار بھی کرتے ہیں کیونکہ پیغمبر فقیر بھی ہوتا ہے، اور کبھی امیر ہوتا ہے، لیکن مشرک سمجھتا ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ کا نائب اور اس کی صفات بلکہ

ذات میں بھی حصہ دار ہوتا ہے اسی لیے اسی کے اشارے سے اس کے لئے باغ لگ جانے چاہئیں، اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہونے چاہئیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اس کے مطیع فرمان ہوں، مشرکین مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر یقین تھا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ عبدالمطلب کا پوتا ہے اور عبداللہ کا بیٹا ہے، اسی لئے وہ آپ کو رسول نہیں مانتے تھے، وہ رسولؐ کو اللہ تعالیٰ کی جنس سے یا فرشتوں کی جنس سے مانتے تھے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پر معترض ہوتے تھے۔

قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے والوں کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والا پہلا شخص ابولہب

پارہ ۳۰ میں سورۃ لہب میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانیوالے ابولہب کا ذکر کیا ہے جو آپ کا سگا چچا تھا، ایام حج میں ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے لئے بازاروں اور اجتماعات میں آپ کے پیچھے لگا رہتا تھا، ترمذی میں طارق بن عبداللہ محاربی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب صرف آپ کی تکذیب پر اکتفا نہیں کرتا تھا، بلکہ آپ کو پتھر بھی مارتا تھا۔ اس سے آپ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتی تھیں، ابولہب کی بیوی ام جمیل وہ بھی اپنے خاوند سے عداوت میں کم نہ تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور دروازے پر رات کو کانٹے ڈال دیا کرتی تھی، وہ آپ کے خلاف خاصی بدزبان تھی، اور فتنے کی آگ بھڑکانے میں مصروف تھی، اسی لئے اس کو قرآن مجید میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ

کہا گیا ہے قرآن مجید کی سورۃ لہب میں ان دونوں کا تذکرہ یوں ہے۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ وَّامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ فِیْ جِیْدِہَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔ آیت ۱ سے ۵ تک۔

ترجمہ۔ تباہ و برباد ہو جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود بھی تباہ برباد ہو گیا، نہیں کام آئے گا۔ اس کا مال اور نہ اس کا کسب عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہو گا، اور اس کی عورت لکڑیوں کو اٹھانے والی اس کی گردن میں آگ کی کبال کی رسی ہو گی۔

سورۃ لہب کی وضاحت

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ابولہب کا نام لے کر اس کی مذمت کی ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کے سوا کسی ستانے والے کافر کا نام نہیں لیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توحید سن کر کہا تھا، تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا یعنی تیرے لئے ہمیشہ بربادی ہو تو نے ہمیں اسی لئے اکٹھا کیا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تباہ و برباد ہو جائیں اس کے دونوں ہاتھ اور تباہ و برباد ہو گیا وہ خود بھی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ سوموار کی رات کو اس کی اس انگلی کو تخفیف ہوتی ہے جس انگلی کے اشارے سے اس نے رسول اللہ کی پیدائش پر ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے دونوں ہاتھوں کی تباہی بربادی کا ذکر کیا ہے جن میں دونوں ہاتھوں کی سب انگلیاں شامل ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ نہ اس کا مال اس کے کام آئے گا، اور نہ اس کی کمائی واضح

کر دیا، لونڈی مال تھی اور اس کو آزاد کرنا اس کا کسب تھا، کوئی چیز بھی اس کے کام نہیں آئے گی، اس سے آگے تیسری آیت میں فرمایا کہ ابولہب کو جہنم میں تمام جہنمیوں سے زیادہ شعلے والی آگ میں جلایا جائے گا، کیونکہ وہ دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب دشمنوں سے بڑا دشمن تھا، پھر چوتھی پانچویں آیت میں ابولہب کی بیوی کی سزا کا ذکر کیا ہے کہ وہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اپنے خاوند کا تعاون کرتی تھی، اسی لئے جہنم میں اس کی ڈیوٹی یوں لگائی جائے گی کہ لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھا کر خاوند پر ڈالے گی تاکہ اس پر آگ زیادہ شعلے والی جلے، اور اس کے گلے میں آگ کے کبال کی رسی ہوگی، جس سے وہ ہر وقت آگ میں پھانسی پر لٹکی رہے گی، ا۔

آج کل مسلمان مشرک ابولہب کو میلاد منانے کے صلہ میں اس کی تخفیف عذاب کا تذکرہ یوں کرتے ہیں کہ دیکھو کہ وہ کافر تھا، لیکن میلاد منانے کی نیکی سے اس کی تخفیف کر دی گئی تم مسلمان ہو کر اگر میلاد مناؤ گے تو تمہیں بلا حساب بہشت میں داخل کر دیا جائے گا، یعنی یہ لوگ ابولہب کو میلادیا ثابت کرتے ہیں تو گویا اس کو اپنے مذہب کا رکن اول سمجھتے ہیں تو اس اعتبار سے انہیں لہابی کہا جا سکتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل توحید کو ان کی زبان سے وہابی کہلواتا ہے اور ان کو ان کی زبان سے لہابی کہلواتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والوں کے لئے اشارے بغیر نام لئے قرآن مجید میں مذکور ہیں مثلاً

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والا دوسرا شخص

اخنس بن شریق ثقفی کا ذکر سورۃ قلم پارہ ۲۹ میں اس طرح کیا گیا ہے :۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۔ آیت ۱۰ سے ۱۶ تک۔

ترجمہ:۔ اور نہ کہا مان ہر قسمیں اٹھانے والے ذلیل کا جو طعنے مارنے والا چغل خور ہے نیکی کو روکنے والا حدیں توڑنے والا بدکردار ہے متکبر پھر وہ بداصل ہے، وہ مال اولاد والا ہے، جب اس پہ ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی عنقریب ہم اس کے سونڈھ پہ داغ لگائیں گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اخنس بن شریق کی مذمت کی ہے اور اس کے برے اوصاف کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والا تھا، وہ بات بات پہ قسمیں اٹھانے والا، اور نہایت درجہ کا ذلیل آدمی تھا، وہ مالدار ہونے کی وجہ سے لوگوں پر بہت طعن و تشنیع کرتا تھا، لوگوں کو چغل خوری کی وجہ سے لڑانے والا تھا، ہر نیکی کے کام کو روکنے والا بالخصوص توحید اور قرآن کا دشمن تھا، اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والا بدکردار شخص تھا، وہ متکبر ہونے کے ساتھ ساتھ حرام زادہ تھا، قرآن مجید کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کہا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ایسے بے ایمان ذلیل کو قیامت کے دن ناک پر داغ لگا کر اس کو سزا دیں گے۔ ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ؐ کو تسلی دے کر آپ کو اپنے مشن پہ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی، اور فرمایا کہ اخنس بن شریق جیسے کافروں مشرکوں کی بات کو ہرگز نہ ماننا

سورہ قلم کی وضاحت

چنانچہ سورۃ قلم کی ابتدائی آیات یوں ہیں:۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۔ آیت ۱ سے ۹ تک۔

ترجمہ:۔ نٓ اللہ اعلم بمرادہٖ اور قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جس کو قلم سے لکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے اور بے شک تیرے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے اور بے شک تو بڑے خلق پر ہے پھر عنقریب تو بھی دیکھ لے گا، اور وہ بھی دیکھ لیں گے، تم میں سے کون فتنے میں پڑا ہوا ہے بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے ان کو جو اس کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے، پس تو جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر وہ چاہتے ہیں کہ تو نرم ہو جائے وہ خود تو نرم ہو چکے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی ایذا رسانی کے جواب میں تسلی دی ہے وہ آپ کو مجنون کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قلم اور قلم سے لکھے ہوئے علمی دفاتر شاہد ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی شخص بھی عقل مند نہیں ایسے شخص کو مجنون کہنے والے خود پاگل ہیں اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور توحید کے داعی ہونے کی وجہ سے ایسا کام کر رہے ہیں جو آپ کے لئے ہمیشہ صدقہ جاریہ ہونے کی وجہ سے آپ کو ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ توحید کے داعی کو لوگ سخت طبیعت یعنی بداخلاق کہتے ہیں کیونکہ ان کے بیان میں ذرہ جتنی لچک نہیں ہوتی اسی وجہ سے کئی لوگ آپ کو سخت طبیعت کہتے تھے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پیارے محمد سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا تو آج تک کوئی شخص

پیدا ہی نہیں ہوا۔
اسی طرح مشرک آپ کو مفتون بھی کہتے تھے یعنی یہ گمراہ ہو گیا ہے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر فتنے میں پڑ گیا ہے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا عنقریب واضح ہو جائے گا کہ مفتون کون ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مکے کے مشرک مفتون ہیں، ہدایت والوں اور گمراہوں کو تیرا رب خوب جانتا ہے، مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید اور قرآن کے بیان میں نرم کرنا چاہتے تھے وہ چاہتے تھے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کی تردید میں نرمی اختیار کریں، یوں نہ کہیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے یا آپ کو کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پہ لانا چاہتے تھے، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ہماری بات مان لیں اور ہم اس کی مان لیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات کو ہرگز ہرگز نہ ماننا وہ تو آپ کو توحید کے بیان میں نرم کرنا چاہتے ہیں ان کو صاف کہہ دو تمہارا مذہب تمہارے لئے میرا مذہب میرے لئے۔

سورۃ کافرون کی توضیح

میرے نزدیک سورۃ کافرون کا شان نزول یہی ہے کہ وہ آپ کو توحید میں نرم کرنا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ کافرون کے اندر توحید پہ پختہ رہنے کا حکم دے کر کافروں سے بائیکاٹ کرنے کا آرڈر دیا فرمایا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ. پ۳۰ سورہ کافرون آیت ۱ سے ۵ تک۔

ترجمہ۔ کہہ دیجئے اے کافرو میں نہیں پوجتا ان کو جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ

تم پوجتے ہو اس کو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں پوجنے والا ہوں
ان کو جن کی تم پوجا کرتے ہو، اور نہ تم پوجنے والے ہو اس کو جس کو میں پوجتا
ہوں، تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ۔
ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے مشرکین کافرین سے
بائیکاٹ کا اعلان کروا دیا، پہلی دو آیات میں زمانہ حال مراد ہے، اور دوسری
دو آیات میں زمانہ استقبال مراد ہے یعنی اے کافرو ہمارا تمہارا ہمیشہ کے
لئے بائیکاٹ ہے نہ میں اب تمہارے مذہب کی تائید کر سکتا ہوں اور نہ
آئندہ کے لئے اسی طرح تم بھی ہمیشہ کے لئے زمانہ حال استقبال میں ہمارے
توحید والے مذہب کو قبول نہیں کر سکتے۔ تمہارے لئے تمہارا شرکیہ دین اور ہمارے
لئے ہمارا توحید دین یعنی تمہیں شرک نصیب رہے اور ہمیں توحید مبارک ہو

تبلیغ توحید کیوجہ سے نبی کریم اور صحابہ کرام پر جور و ظلم

قرآن مجید میں مسلمانوں پر مظالم کی طرف بہت اشارات موجود ہیں۔ مثلاً
پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۹۵ میں ہے ۔

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا
وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ الخ ۔

ترجمہ، پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور
میرے راستے میں ستائے گئے اور وہ لڑے اور مارے گئے، میں ان کے
گناہ معاف کروں گا، اور ان کو بہشت میں داخل کروں گا، الخ

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام کو اتنا ستایا گیا کہ وہ ہجرت پر
مجبور ہو گئے، بلکہ ان کو ان کے گھروں سے نکالا گیا، اور اللہ تعالیٰ کی توحید

کی وجہ سے انہیں بہت ستایا گیا، اسی طرح پارہ ۵ سورۃ نساء آیت ۷۵ میں یوں ہے :۔

کمزور مردوں اور بچوں اور عورتوں پر ظلم

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا۔

ترجمہ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیوں نہیں کرتے حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی متولی بنا اور ہمارا اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں مردوں عورتوں اور بچوں کو بھی بہت ستایا گیا تھا۔ صحابہ کرام صحابیات اور مسلمان بچوں کو بری طرح مارا پیٹا گیا تھا، جیسے سیرت کی کتابوں میں ہے کہ:

حضرت عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر پر ظلم

حضرت عثمان بن عفان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا تھا، حضرت مصعب بن عمیر کی ماں کو جب ان کے اسلام کا علم ہوا تو اس نے ان کا دانہ پانی بند کر دیا، اور گھر سے نکال دیا، یہ بڑے ناز و نعمت میں پلے تھے، مصائب میں ان کی کھال اس طرح ادھڑ گئی جیسے سانپ کچلی چھوڑتا ہے حضرت بلال امیہ کے غلام تھے، امیہ ان کو باندھ کر ڈنڈے

مارتا تھا، دوپہر کی گرمی میں مکہ کے گرم پتھروں پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیتا تھا لیکن اتنی تکلیف کے باوجود بلال کی زبان سے اَحَدٌ اَحَدٌ کی آواز نکلتی تھی حضرت ابوبکرؓ نے انہیں خرید کر کے آزاد کر دیا،

حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ پر ظلم

اسی طرح عمار بن یاسر بنو مخزوم کے غلام تھے جب انہوں نے اور ان کے والدین نے اسلام قبول کیا تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی سخت دھوپ میں گرم پتھروں سے اسے سزا دی جا رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، آپ نے فرمایا آل یاسر صبر کرنا تمہارا ٹھکانا جنت ہے آخر کار یاسر ظلم کی تاب نہ لا کر وفات پا گئے اور حضرت سمیہ جو عمار کی والدہ تھی ان کی شرمگاہ میں ابوجہل نے نیزہ مارا اسی سے وہ شہید ہو گئیں، اسی طرح حضرت عمار کو کبھی دھوپ میں لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا جاتا تھا، اور کبھی پانی میں ڈبو جاتا تھا مشرکین اسے کہتے تھے کہ جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی نہیں دو گے، اور لات عزیٰ کے بارے کلمہ خیر نہیں کہو گے، اتنے تک تجھے نہیں چھوڑیں گے، ایک مرتبہ عمار نے ان کی بات مان لی پھر روتا ہوا معذرت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ الخ. پارہ ۱۴ سورۃ نحل آیت ۱۰۶ -

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ایمان کے بعد مگر جو مجبور کیا گیا، اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں -

ہجرت حبشہ

اسی طرح کئی صحابہ صحابیات کو مشرکین نے ستایا جن کی طویل داستانیں ہیں جس کی وجہ سے انہیں حبشہ ہجرت کرنی پڑی مشرکین حبشہ سے بھی صحابہ صحابیات کو واپس لانے کے لئے گئے حضرت جعفر نے حبشہ کے بادشاہ کو ایسا مطمئن کیا کہ اس نے صحابہ کو مشرکین کے ہاتھ واپس بھیجنے سے انکار کر دیا بادشاہ حبشہ نے کہا کہ تمہارا پیغمبر جو کچھ لایا ہے وہ مجھے سناؤ چنانچہ حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات سنائیں تو وہ اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی اور نجاشی کے تمام پادری بھی رو دئے جس سے ان کے صحیفے تر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذائیں

مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت ستاتے تھے، جب آپ نماز پڑھتے تو بکری وغیرہ کی بچہ دانی اس طرح پھینکتے تھے کہ سیدھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرتی تھی کبھی ہانڈی کے اوپر گرتی یہ ستانے والے رسول اللہ کے ہمسایہ تھے، صحیح بخاری میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ابو جہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کی اوجھری لائے، اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے اس پر قوم کا بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا، اور اوجھ لا کر انتظار کرنے لگا، جب آپ سجدہ میں گئے تو اسے آپ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا، عبداللہ بن مسعود کہتا

ہے کہ میں نے یہ سارا ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے، آپ سجدے میں پڑے رہے سر نہ اٹھایا یہانتک کہ فاطمہؓ آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اوجھری کو دور کیا، آپ نے سر اٹھایا ۔ اور فرمایا اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ جب آپ نے بددعا فرمائی تو ان کو گراں گذری کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعا جلدی قبول ہوتی ہے، پھر آپ نے نام لے کر بددعا فرمائی اے اللہ ابو جہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے، انہوں نے ساتویں کا نام بھی گنایا لیکن راوی کو یاد نہ رہا، ابن مسعود فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جن لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا، ان سب کو میں نے دیکھا کہ بدر کے کنویں میں مقتول پڑے تھے۔ (بخاری کتاب الوضوء باب اِذَا اُلْقِیَ عَلَی الْمُصَلِّیْ قَذَرٌ اَوْ جِیْفَۃٌ)

اسی طرح صحیح بخاری میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے، باب ذکر ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المشرکین بمکۃ عروہ بن زبیر کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سخت ترین بدسلوکی کی تھی مجھے اس کی تفصیل بتایئے اس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا اس نے آتے ہی اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر سختی سے آپ کا گلا گھونٹا اتنے میں ابو بکرؓ آ پہنچے، انہوں نے اس کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر دھکا دے کر آپ سے دور کر دیا اور کہا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ یعنی تم لوگ ایک آدمی کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

حضرت حمزہ کا قبول اسلام

حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کا سبب یہ بنا کہ ایک دن ابوجہل کوہ صفا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ کو ایذا پہنچائی برا بھلا کہا آپ خاموش رہے، پھر اس نے آپ کے سر پر ایک پتھر مارا جس سے آپ کا سر زخمی ہوگیا، اور اس سے خون بہہ نکلا، عبداللہ بن جدعان کی لونڈی کوہ صفا پر اپنے مکان سے یہ منظر دیکھ رہی تھی جب حضرت حمزہ شکار سے واپس آئے تو اس نے یہ سارا قصہ حضرت حمزہ کو سنایا تو حضرت حمزہ غصہ سے بھڑک اٹھے اور سیدھے حرم میں جا کر اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے بزدل تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں پھر اس کے سر پر ایسی زور سے کمان ماری کہ اس کا سر بھی زخمی ہوگیا، حضرت حمزہ کا اسلام ابتداءً حمیت عصبی کی وجہ سے تھا، لیکن بعد میں ان کا اسلام خالص کھرا دینی ہوگیا، اور مسلمانوں نے ان کی وجہ سے بڑی عزت وقوت پائی۔

حضرت عمر کا اسلام

حضرت عمر، حضرت حمزہ کے اسلام کے تین دن بعد مسلمان ہوگئے (مختصر السیرۃ)
امام ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ۔ اے اللہ عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے، اس کے ذریعے اسلام کو

طاقت پہنچا۔

اسلام لانے کا واقعہ یوں ہوا کہ ایک رات عمرؓ حرم میں آیا، اور خانہ کعبہ کے پردے میں گھس گیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الحاقہ کی تلاوت کر رہے تھے عمرؓ قرآن سننے لگ گیا قرآن کی فصاحت پر حیران ہو گیا، اور اپنے جی میں کہنے لگا، اللہ کی قسم یہ تو شاعر ہے جیسے قریش کہتے ہیں، اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۔

ترجمہ: یہ تو کریم رسول کی بات ہے کسی شاعر کی بات نہیں تم بہت تھوڑا ہی مانتے ہو۔

حضرت عمر کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا نہیں بلکہ یہ تو کاہن ہے لیکن اتنے میں آپ نے اس کے بعد والی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ الی آخرہ۔

ترجمہ، اور نہ یہ کسی کاہن کی بات ہے یہ تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

پہلا موقعہ تھا کہ عمر کے دل میں قرآن کی خوبی جاگزین ہوئی۔

اسلام لانے کا سبب

ایک دن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار لے کر گھر سے نکلا۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ النعام عدوی سے یا کسی دوسرے آدمی سے ملاقات ہو گئی اس نے تیور دیکھ کر پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ قبائل سے کیسے بچ سکو گے، عمرؓ نے

کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اس نے کہا اے عمر تجھے ایک عجیب بات نہ بتا دوں۔

حضرت عمر کی بہن اور بہنوئی کا اسلام

تمہاری بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کر عمر سیدھا بہن اور بہنوئی کے گھر گیا وہاں انہیں حضرت خباب بن ارت سورۃ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے جب خباب رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو گھر کے اندر چھپ گئے عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ نے صحیفہ چھپا دیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ گھر کے قریب پہنچ کر حضرت خباب کی قراءت سن چکے تھے، پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے کہا کچھ نہیں صرف باتیں کر رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم دونوں بے دین ہو چکے ہو، بہنوئی نے کہا اے عمر اگر حق تمہارے دین کے بجائے کسی اور دین میں ہو عمر کا اتنا سننا تھا کہ بہنوئی کی خوب پٹائی کر دی، بہن نے دوڑ کر اپنے شوہر سے الگ کیا، تو بہن کو ایسا چانٹا مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا، بہن نے جوش غضب سے کلمہ شہادت پڑھ کر سنا دیا عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ سن کر اور بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر ندامت محسوس کی کہنے لگے اچھا مجھے وہ کتاب پڑھنے کو دو بہن نے کہا تم ناپاک ہو اس کتاب کو پاک لوگ چھو سکتے ہیں اٹھو غسل کرو، عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا، پھر کتاب لی، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی کہنے لگا یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں اس کے بعد سورۃ طٰہٰ سے۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ آیت ۱ سے ۱۴ تک قراءت کی۔

حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

کہنے لگا یہ تو بڑا عمدہ اور بڑا محترم کلام ہے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاؤ حضرت خباب عمرؓ کے یہ جملے سن کر باہر آ گئے کہنے لگے عمرؓ خوش ہو جاؤ مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کو تمہارے لئے دعا کی تھی وہ قبول ہوگئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کے قریب والے مکان میں ہیں یہ سن کر عمر تے اس گھر کے پاس آ کر دستک دی ایک آدمی نے دروازے کی دراز سے جھانکا تو دیکھا کہ عمر تلوار حمائل کئے ہوئے دروازہ پر موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی سارے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے حضرت حمزہ نے پوچھا کیا بات ہے لوگوں نے کہا عمر ہے حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو، اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو اسے ہم خیر دیں گے، اور اگر برا ارادہ لے کر آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں گے ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمر پاس تشریف لائے بیٹھک میں ان سے ملاقات ہوئی آپ نے عمر کے کپڑے اور تلوار کو پکڑ کر فرمایا عمر کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے، جب تک اللہ تعالیٰ تم پر ویسی ہی ذلت و رسوائی نازل نہ فرما دے، جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ یہ عمر بن خطاب ہے یا اللہ اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت عطا فرما آپ کے اس ارشاد کے بعد عمر نے کلمہ پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یہ سن کر گھر کے اندر صحابہ نے اس زور سے نعرہ تکبیر کہا کہ مسجد حرام والوں نے اس کو سنا۔

(تاریخ عمر بن الخطاب۔ لابن الجوزی)

حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کے اسلام کے بعد ظلم و طغیان کے بادل کچھ چھٹتا

شروع ہو گئے لیکن مشرکین بدستور صحابہ کرام اور رسول اللہ کو ستاتے رہے۔

حضرت عمر کی تکالیف

ایک مرتبہ بخاری کی روایت کے مطابق مشرکین نے عمر کے مکان پر حملہ بول دیا۔ حضرت عمرؓ خوف کی حالت میں گھر کے اندر موجود تھے، اس دوران ابو عمرو بن العاص آگیا، اس پر یمنی چادر اور ریشمی گوٹے سے آراستہ قمیض تھی وہ بنی سہم میں سے تھا، اور وہ ہمارے قبیلہ کا جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا، اس نے پوچھا کیا بات ہے حضرت عمرؓ نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں اور تیری قوم مجھے قتل کرنا چاہتی ہے عاص نے کہا یوں نہیں ہوگا جب اس نے یہ بات کہی تو مجھے اطمینان ہو گیا، عاص باہر گیا لوگوں سے ملا حالانکہ وادی لوگوں سے بھری ہوئی تھی، اس نے لوگوں سے کہا کہاں کا ارادہ ہے انہوں نے کہا ہمیں یہی خطاب کا بیٹا مطلوب ہے جو بے دین ہو گیا ہے، اس نے کہا اس کی طرف کوئی راستہ نہیں تو پھر لوگ واپس ہو گئے۔ (بخاری باب اسلام عمر بن الخطاب)

لوگ اس لئے حضرت عمرؓ کے تعاقب میں اکٹھے ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ نے جا بجا جا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا، بہرکیف مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا پختہ پروگرام بنا رکھا تھا اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے، اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۔ کیا انہوں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہوا ہے تو ہم نے بھی تہیہ کیا ہوا ہے۔

مسلمانوں کو مصائب پر ثابت قدم رکھنے کیلئے قرآنی مواد

۱:۔ الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ ۔ پ۲۰ سورۃ عنکبوت آیت ۱ تا ۳ ۔

ترجمہ، لوگوں نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ انہیں مومن کہلانے کے بعد چھوڑ دیا جائے گا، اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی۔ البتہ تحقیق ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا، پھر ضرور اللہ تعالیٰ سچوں کو جانتے گا، اور جھوٹوں کو بھی۔

یعنی اللہ تعالیٰ ایمان کو کھرا کھوٹا دکھانے کے لئے مومنوں کی آزمائش کرے گا، آزمائش سے کھرے مومن اور کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے، اللہ تعالےٰ کا قانون پہلے بھی تھا اور اب بھی یہ قانون ہے کہ سچے اور جھوٹے ایمان میں امتیاز کے لئے مصائب میں الجھاتا ہے۔

۲: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔ پ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۱۴ ۔

ترجمہ، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم پر ان لوگوں کے حالات نہیں آئیں گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان کو بھوک اور تکلیفیں پہنچیں اور جھنجھوڑے گئے یہاں تک کہ رسول اور اسکے ساتھی بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، خبردار سنو، اللہ کی مدد قریب ہے۔

اس آیت میں فرمایا کہ جنت کے حصول کے لئے مصائب میں صبر ضروری ہے، مصائب میں جھنجھوڑے جاؤ گے۔ پھر تمہیں جنت ملے گی، اللہ کی مدد اور فتح مصائب میں ثابت قدمی کے بعد ملتی ہے۔

مصائب میں ثابت قدم رہنے کے بعد فتوحات کی بشارتیں

۱:۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ وَّأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۔ پ۲۳ سورۃ صافات آیت ۱۷۱ تا ۱۷۵۔

ترجمہ: پختہ بات ہے ہماری بات اپنے بندے رسولوں کے لئے پہلے ہو چکی ہے، کہ وہی کامیاب ہوں گے، اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا، ان سے ایک وقت تک منہ پھیرلے، اور انہیں دکھاتے رہو۔ اور یہ خود بھی دیکھ لیں گے۔

یعنی ہم نے اپنے پیارے بندوں رسولوں کے لئے یہ بات قطعی طور پر لکھ دی ہے کہ فتح انہی کا مقدر ہے، اور وہی غالب ہوں گے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد عنقریب فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی، اور ذلت و رسوائی تمہارے دشمنوں پر چھا جائے گی۔

۲:۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔ پ۲۷ سورۃ قمر آیت ۴۵۔

ترجمہ: عنقریب کفر کی جمعیت شکست کھا جائے گی۔ اور پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔

۳:۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ۔ پ۲۳ سورۃ ص آیت ۱۱۔

ترجمہ: یہ جماعتوں میں سے حقیر لشکر ہے اسے یہیں شکست دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں کافروں کی اتنی بڑی تعداد بھی حقیر لشکر ہے کیونکہ اس کی قدرت کے مقابلے میں ان کی کیا حیثیت ہے۔

۴ :۔ مہاجرین حبشہ کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ پ۱۴ سورۃ نحل آیت ۴۱۔

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی توحید کی وجہ سے ہجرت کی، بعد اس کے ان پر ظلم کیا گیا تو ہم انہیں دنیا میں اچھائی دیں گے، اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے اگر لوگ جانیں یعنی دنیا میں فتح و نصرت اور اچھا ٹھکانہ اور آخرت میں جنت الفردوس ملے گی۔

۵ : لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ پ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۷

ترجمہ: پختہ بات ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے واقعہ میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یعنی جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو ستایا اور گھر سے نکالا، اسی طرح یہ کفار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو ستا کر گھر سے نکلنے پر مجبور کر رہے ہیں پھر جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کے سامنے ذلیل ہو کر بھکاری بن کر پیش ہوئے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ایک دن ذلیل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے۔

۶ :۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِيْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ۔ پ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۱۳ ۱۴

ترجمہ:۔ اور کافروں نے رسولوں کو کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے، یا تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی طرف وحی کی

کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کریں گے، اور تمہیں اس زمین پر آباد کریں گے۔ ان کے بعد یہ بشارت ان کے لئے ہے۔ جو میرے مقام سے ڈرتے ہیں اور میرے ڈراوے سے خوف کھاتے ہیں۔

اس آیت میں اشارہ تھا کہ ہم ان ستانے والوں کو ہلاک کرکے مظلوموں کو ان کی جگہ پر آباد کریں گے، اس آیت میں فتوحات کی طرف اشارات ہیں۔

۷: احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوحات کی طرف اشارات فرمائے ہیں، مثلاً ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں عکاز مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں تبلیغ کے لئے جاتے تو انہیں فرماتے:۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ تُفْلِحُوا وَتَمْلِكُوا بِهَا الْعَرَبَ وَتَدِينُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ فَإِذَا مُتُّمْ كُنْتُمْ مُلُوكًا فِي الْجَنَّةِ۔

ترجمہ:۔ اے لوگو تم کہو کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں تو کامیاب ہو جاؤ گے، اور اس کے ذریعے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجم تمہارے زیر نگین ہو جائے گا۔ پھر جب تم مرو گے تو جنت کے اندر بادشاہ رہو گے۔

۸:۔ بخاری کتاب بدء الخلق میں اور مسلم باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المنافقین والمشرکین میں مروی حدیث یوں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر کوئی دن احد سے زیادہ سنگین بھی آیا ہے آپ نے فرمایا ہاں، جس دن میں نے اپنے آپ کو عبدِ یالیل بن عبدِ کلال کے بیٹے پر پیش کیا، مگر اس نے میری کوئی بات نہیں مانی تو نہایت غم میں اپنے رخ پر چل پڑا۔ اور قرن ثعالب میں پہنچا تو وہاں میرے سر پہ بادل سایہ فگن ہوا میں نے

سر اٹھایا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ آپ کی قوم نے جو آپ سے سلوک کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، ان کے بارے میں آپ جو حکم دیں پورا کیا جائے گا۔ پھر فرشتے نے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا کہ بات اسی طرح ہے آپ جو حکم دیں آپ اگر چاہیں تو میں ان کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی قوم پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔ اس حدیث میں بھی مستقبل کی فتوحات کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ اس کے بعد آپ نے مکہ کے باہر تبلیغ کے لیے پیش قدمی فرمائی اور وادی نخلہ میں قیام فرمایا جہاں جنوں کی جماعت نے آپ سے قرآن سنا۔

جنّوں کا واقعہ

یہ واقعہ دو جگہ مذکور ہے ۱، سورۃ احقاف پ ۲۶ رکوع ۴ آیت نمبر ۲۹ سے ۳۲ تک

جنوں کا اسلام

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ

بِمُعۡجِزٍ فِي الۡاَرۡضِ وَلَيۡسَ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءُ اُولٰۤئِكَ فِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۔

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے تیری طرف جنوں کی ایک جماعت کو پھیر دیا۔ جو قرآن سنتے تھے پھر جب حاضر ہوئے تو کہنے لگے خاموش رہو، پھر جب تلاوت ختم ہوئی تو اپنی قوم کی طرف مبلغ بن کر واپس ہوئے، انہوں نے کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق کی اور سیدھے راستے کی راہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی بات کو قبول کرو، اور اس پر ایمان لاؤ، تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے گا، اور جو بھی اللہ کے داعی کی بات کو قبول نہیں کرے گا۔ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں، اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوں گے وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے جنوں کی جماعت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا۔

سورۃ جن کی توضیح

سورۃ جن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے نزول سے پہلے جن آسمانوں پر جا کر بیٹھتے تھے فرشتوں کی باتوں کو سن کر زمین پر پھیلا کر اپنی معبودیت کی دکان چمکاتے تھے علم غیب کے دعوی کرتے تھے لیکن جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ان کا آسمانوں پر جانا بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی جاتا تو چمکتا ہوا ستارہ اسے لگ کر راکھ کر دیتا تھا اسی

بات کا سراغ لگانے کے لیے جنوں نے زمین کی مسافتیں طے کرنا شروع کردی حیب اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تو انہیں پتہ چلا کہ اس کتاب کے نزول کی وجہ سے آسمانوں پر ستاروں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے، خلاصہ کلام جب جنوں نے قرآن سنا تو وہ جن مسلمان ہو گئے، صرف مسلمان نہیں بنے بلکہ وہ قوم کے لئے مبلغ بن کر واپس آئے، اور اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات کے بعد ایک ایسی کتاب سنی ہے، جس میں بہت خوبیاں ہیں سب سے پہلی خوبی یہ ہے کہ پہلی سب کتب منزلہ من السماء کی تصدیق و تائید کرتی ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ اس کی ہر آیت اور ہر جملہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت نمایاں ہوتی ہے، اسی لئے انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ کا داعی ہے مان لو۔ اور اس کتاب کو مانو وہ کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی داعی ہے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اور تمہیں اسی کی بدولت دردناک عذاب سے بچا دیں گے۔ اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس کی طرف نازل ہونے والی کتاب کو نہیں مانے گا وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا نہ کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی متولی ہوگا۔

جنوں کا اسلام اور ان کی تبلیغ

اور سورہ جن میں جنوں کا واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّاَنَّهُ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّاَنَّهُ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۔ آیت ۱ سے ۵ تک ۔

ترجمہ: تو کہہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سن کر کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے وہ بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور بے شک ہمارے رب کی ذات بلند ہے نہ اس نے بیوی بنائی اور نہ بیٹا اور بے شک ہمارا بیوقوف اللہ پر زیادتی کی بات کہتا تھا، اور بے شک ہم سمجھتے تھے کہ جنوں اور انسانوں میں سے کوئی بھی اللہ پر جھوٹ ہرگز نہیں بولے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کئی مسائل بیان فرمائے ہیں:۔

۱:۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، اسی لئے آپ کو جنوں کے قرآن سننے کا پتہ نہیں چلا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتایا کہ جنوں نے آپ سے قرآن سن کر یہ تاثر لیا ہے۔

۲:۔ مسئلہ یہ ہے کہ جنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ قرآن سن کر شرک سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی لیکن موجودہ مسلمان ہمیشہ قرآن پڑھ پڑھ کر بھی شرک نہیں چھوڑتے۔

۳:۔ جنوں نے قرآن سن کر سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ایسی ذات ہے، جس کا ادب و احترام تمام جنوں انسانوں پر فرض ہے، لیکن اکثر جن و انس

اللہ تعالیٰ کا ادب واحترام نہیں کرتے۔

۴: اللہ تعالیٰ کی ذات بیوی بچہ سے پاک ہے، کیونکہ اگر اس کی بیوی بچہ ہو تو پھر وہ محتاج ہوگا، مختار کل نہیں ہوگا۔

۵: اکثر جن وانس اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بھی بولتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وہ بات کہی ہی نہیں جو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً شرکیہ باتیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اولیاء کو مختار کل حاجت روا مشکل کشا بنا دیا ہے، پھر ان کو قرآنی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے۔

جنوں کے انکشافات

ان آیات سے پچھلی آیات میں جنوں نے مزید کئی انکشافات کئے ہیں مثلاً انہوں نے کہا:۔

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وَاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِى الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا وَاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۔ آیت ۶ سے ۱۴ تک۔

ترجمہ: اور بے شک انسانوں سے کئی آدمی جنوں کے کئی آدمیوں کی پناہ پکڑتے تھے، پس انہوں نے ان کے تکبّر کو بڑھا دیا، اور بے شک وہ بھی اسی طرح گمان کرتے تھے، جیسے تمہارا گمان ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا، اور بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اس کو سخت پہرہ داروں سے بھرا ہوا پایا، اور بے شک ہم وہاں سننے کے لئے بیٹھتے تھے، پھر اب اگر کوئی سنے تو پائے گا، پہرہ دینے والے ستارے کو اور بے شک ہم نہیں جانتے کیا زمین والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے لئے بھلائی کا ارادہ کیا ہے، اور بے شک ہم میں سے کئی لوگ نیک ہیں اور کئی اس کے سوا ہم مختلف راستوں والے تھے، اور بے شک ہمارا گمان ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم اس سے بھاگ کر اسے عاجز کر سکتے ہیں اور بے شک ہم نے ہدایت سن کر مان لی ہے جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا۔ وہ کمی زیادتی کا خوف نہیں کرے گا، اور بے شک کئی ہم سے مسلمان ہیں اور کئی ظالم ہیں، پھر جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے بھلائی کو تلاش کر لیا۔

ان آیات میں انہوں نے جنوں کے بارے نئے انکشافات کئے ہیں ۔

۱۔ مثلاً انہوں نے بتایا کہ کئی انسان جنوں کی پناہ حاصل کرتے تھے، یعنی مشکلات سے بچنے کے لئے یا حاجات کو پورا کرنے کے لئے جنوں کے سامنے عجز و انکساری کرتے تھے، اس سے جنوں میں تکبّر پیدا ہو گیا کہ شاید کہ ہم واقعی بہت بڑی چیز ہیں ۔

۲۔ جنوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ اب موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا ۔

۳:۔ انہوں نے آسمانوں پر تبدیلی دیکھی کہ وہاں ستاروں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ اب وہاں کوئی جن نہیں جا سکتا حالانکہ اس سے پہلے تمام جن وہاں فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے اپنی بیٹھکیں بنا چکے تھے، اس تبدیلی پر تمام جن حیران تھے کہ اب وہاں کا نظام بدل دیا گیا ہے، کیا اس تبدیلی سے روئے زمین پر آباد مخلوق کے لئے بھلائی یا برائی کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

۴:۔ جنوں نے یہ بھی بتایا کہ جنوں میں بھی کئی نیک لوگ ہوتے ہیں اور کئی بدکردار ہوتے ہیں ان میں بھی ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

۵:۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ہمارا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ہم بے بس ہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے اسی لئے جب ہم نے قرآن سنا کہ وہ توحید کی دعوت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ سب کچھ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو ہم نے فوراً اسے مان لیا ہے، بے شک ایمان والوں کو کمی بیشی کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

۶:۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جیسے جن انسان مختلف کردار والے تھے اسی طرح وہ مختلف عقائد رکھنے والے ہیں کئی مومن کئی کافر مشرک ہیں۔

اسراء اور معراج

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ سورۃ اسراء پ۱۵ رکوع ۱ آیت ۱

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے کچھ حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سننے دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اسراء کا ذکر ہے۔

اسراء رات کے سفر کو کہتے ہیں لَیلاً کا معنی رات کے تھوڑے حصے ہیں۔
مسجد حرام بیت اللہ شریف ہے اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کے تھوڑے حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے بیت المقدس تک سیر کرائی

لفظ سُبحَانَ کی وضاحت

سُبحَانَ کا معنی پاک ہے، قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ سبحان وارد ہوا ہے اس سے مراد شرک سے پاکی بیان کرنا ہے کیونکہ اس کی تفسیر قرآن مجید کی کئی آیاتوں میں موجود ہے، مثلاً سورۃ حشر کی آخری آیات میں ہے،

سُبحَانَ اللہِ عَمَّا یُشرِکُونَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان شرکوں سے پاک ہے جو لوگ اس کے شریک ٹھہراتے ہیں۔

یہاں مطلب یہ ہوگا کہ وہ ذات شرکیوں سے پاک ہے جس نے اپنے پیارے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرانے والا صرف اللہ ہے، اس کام میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں یہ اکیلا اسی کا کام ہے نہ اس کام میں رسول اللہ کے شریک ہیں اور نہ کوئی جن فرشتہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے، آج تک اکثر و بیشتر لوگ اسراء اور معراج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال سمجھتے رہے ہیں یہ نہایت غلط بات ہے۔ اسراء اور معراج دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اعزاز اور ان کے صداقت کے نشان ہیں لیکن کمال و قدرت باری تعالیٰ کی ہے یعنی سیر کرانے والے کا کمال ہے سیر کرنے والے کا کمال نہیں بلکہ سیر کرنے والے کا اعزاز ہے، تھوڑے وقت

میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے اللہ تعالیٰ کے اس کمال میں اس کا کوئی شریک نہیں اگر کسی نے یہ کمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا جس سے وہ پاک ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات انبیاء کا کام نہیں ہوتا بلکہ معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوتے ہیں۔

اسراء اور معراج کا فلسفہ

لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا سے اللہ تعالیٰ نے اسراء اور معراج کا فلسفہ بیان فرمایا ہے، یعنی میں نے اپنے پیارے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء اور معراج کیوں کرایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اسراء اور معراج کے ذریعے اپنے پیارے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم جو چاہیں جب چاہیں سب کچھ کر سکتے ہیں ہماری قدرت کے سامنے کوئی چیز محال نہیں بے شک وہی ساری مخلوق کی باتوں اور پکاروں کو سننے والا اور سب کو دیکھنے والا ہے، سب مخلوق کو چاہیئے کہ صرف اسی کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر صرف اسی کو پکارا کریں وہی سب کی سننے والا اور سب کو دیکھنے والا ہے۔

اسراء اور معراج کی تفصیل حدیث سے

اسراء اور معراج کی پوری تفصیل کتب حدیث میں اس طرح موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی آپ نے وہاں نزول فرما کر انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی براق کو مسجد کے دروازے

کے حلقے سے باندھ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی رات بیت المقدس سے
آسمان دنیا تک لے جایا گیا، جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، آپ کیلئے دروازہ
کھولا گیا، آپ نے وہاں انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا
انہوں نے آپ کو مرحبا کہا سلام کا جواب دیا، اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، اللہ تعالٰی
نے آپ کو آدم کے دائیں جانب جنتیوں کی روحیں اور بائیں جانب جہنمیوں کی
روحیں دکھائیں، پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ اور دروازہ کھلوایا
گیا۔ آپ نے وہاں حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام اور حضرت عیسٰی بن مریم
علیہما السلام کو دیکھا دونوں سے ملاقات کے بعد سلام کیا دونوں نے سلام کا
جواب دیا، مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اعتراف کیا پھر تیسرے آسمان
پر لے جایا گیا، وہاں آپ نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور سلام کیا، انہوں نے
جواب دیا، مبارک باد دی، اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، پھر چوتھے آسمان پر لے
جایا گیا، وہاں آپ نے ادریس علیہ السلام کو دیکھا، اور انہیں سلام کیا، انہوں نے
جواب دیا مبارک باد دی، اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، پھر پانچویں آسمان پر
لے جایا گیا، وہاں آپ نے ہارون علیہ السلام کو دیکھا، اور انہیں سلام کیا، انہوں
نے جواب دیا مبارک باد دی۔ اور اقرار نبوت کیا، پھر آپ کو چھٹے آسمان پر لے
جایا گیا وہاں آپ کی ملاقات موسٰی علیہ السلام سے ہوئی آپ نے سلام کیا، انہوں
نے سلام کا جواب دیا، اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، اور جب آپ وہاں سے
آگے بڑھے تو وہ رونے لگے، ان سے کہا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں، انہوں نے
کہا میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا اس کی
امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت کے
اندر داخل ہوں گے اس کے بعد آپ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔

وہاں آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اعتراف کیا، اس کے بعد آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، پھر آپ کے لئے بیت المعمور کو ظاہر کیا گیا، پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچایا گیا، آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کی اس کے بعد آپ واپس ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا پچاس نمازوں کا، انہوں نے کہا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ اپنے رب کے پاس جائیے، اور امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا گویا کہ ان سے مشورہ لے رہے ہیں انہوں نے اشارہ کیا ہاں اگر آپ چاہیں اس کے بعد جبریل آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور لے گئے، اور وہ اپنی جگہ پر تھا اس نے دس نمازیں کم کردیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے لائے گئے، جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذر ہوا تو انہیں خبر دی انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عزوجل کے درمیان آپ کی آمد ورفت برابر جاری رہی یہاں تک اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں، اس کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو واپسی اور طلب تخفیف کا مشورہ دیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے میں اسی پر راضی ہوں، پھر جب آپ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو آواز آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کردیا، اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی۔

ہجرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کے پروگرام

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۔ پ۹ سورۃ انفال رکوع ۴ آیت ۳۰ ۔

ترجمہ:۔ اور جب تیرے ساتھ کافر مکر کر رہے تھے تاکہ تجھے قید کر دیں یا تجھے قتل کر دیں، یا تجھے نکال دیں وہ مکر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان توحید کی وجہ سے ایسی مشکل گھڑی آگئی کہ مشرکین مکہ نے آپ کے لئے تین پروگرام مرتب کئے ۔

۱:۔ کہ آپ کو ہمیشہ کے لئے مکہ میں قید کر کے جیل میں ڈال دیا جائے ۔

۲: یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے ۔

۳: یا آپ کو سرزمین عرب سے جلا وطن کر دیا جائے ۔

آپ کے خلاف مشرکین کا آخری پروگرام

انہوں نے خفیہ میٹنگ میں ان تین باتوں میں سے صرف قتل کے پروگرام کو آخری شکل دی۔ اتنے میں جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی اجازت دے دی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

دوپہر کے وقت ابوبکر صدیق کے گھر میں تشریف لائے تاکہ ان کے ساتھ ہجرت کے پروگرام کو مرتب کرلیں، بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اجازت طلب کی آپ کو اجازت دی گئی اور آپ اندر داخل ہوئے، پھر ابوبکر سے کہا جو لوگ تمہارے پاس ہیں انہیں ہٹا دو، ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ صرف آپ کے اہل خانہ ہیں (فداک ابی وامی) آپ نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل چکی ہے ابوبکر صدیق نے کہا صحبت لے اللہ کے رسول (فداک ابی وامی) رسول اللہ نے فرمایا ہاں اس کے بعد ہجرت کا پروگرام طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لائے، اور رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے رات کو مشرکین آپ کے گھر کے اردگرد گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے، آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا اور خود وہاں سے نکل کر ابوبکر کے گھر تشریف لائے، اور وہاں پچھواڑے کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے باہر کی راہ لی طلوع فجر سے پہلے مکہ سے نکل کر غار ثور میں پہنچے۔

مقام صدیقؓ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غار کے قیام کا یوں ذکر فرمایا۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. پ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۶ آیت ۴۰

ترجمہ: اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی ہے جب

اس کو کافروں نے نکالا وہ دوسرا تھا، دو کا، جب دونوں غار میں تھے، جب اپنے دوست سے کہہ رہا تھا۔ غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اس پر تسلی نازل کی، اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کر دیا کافروں کے کلمہ کو نیچا، اور اللہ کا کلمہ اونچا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں آپ کی ہجرت کا تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم میرے رسول کی مدد نہیں کرو گے تو سن لو اس کو تمہاری مدد کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ اس کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مددیں کی کہ جب کافروں نے اس کو مکہ سے نکالا تو اللہ تعالیٰ نے غار میں اس کی مدد کی غار میں کافر آپ کو دیکھ ہی نہیں سکے تھے غار میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے تھے، ان دو کے جو دونوں غار میں تھے، اس غار میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایسے محفوظ رکھا کہ کافر انہیں نہیں دیکھ سکے۔ لیکن صدیق اکبر نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول اگر کافر اپنے پاؤں کے نیچے دیکھتے تو وہ یقیناً ہمیں دیکھ لیتے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا یعنی تیرا ان دونوں آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا مدد کرنے والا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے صحابی صدیق اکبر کو تسلی دینے کے لئے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا تو غم نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے ہم دونوں کا محافظ رکھوالا صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ اس آیت میں حضرت صدیق کا شان اللہ تعالیٰ نے نمایاں کر دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے پیارے ساتھی سے کہہ رہے تھے صاحب کی اضافت وضمیر کی طرف محبت پر دلالت کرتی ہے، نیز یہ آیت صدیق اکبر کی صحابیت کے لئے نص قطعی ہے جو شخص حضرت صدیق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا صحابی نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں، اس آیت میں نبی صدیق دونوں کے مقام کا بھی ذکر ہے۔ نبی کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت خطرات میں اپنے پیغمبر پر تسلی نازل کردی آپ کے دل سے غم وخطر کا نام ونشان مٹ گیا۔ لیکن صدیق کو غم لاحق ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی یعنی نبی کے دل میں اللہ تعالیٰ نے تسلی نازل کردی اور صدیق کو نبی نے تسلی کرادی ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدر میں فرشتوں کو نازل کرکے رسول اللہ صلی اللہ کی تائید کرادی، اوران کے کلمہ توحید کو اونچا کردیا غالب کردیا اور کافروں کے شرکیہ کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے نیچا کردیا ذلیل کردیا۔

ہجرت میں پیش آمدہ کچھ واقعات

بکری کا واقعہ

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ غار سے نکل کر رات بھر اور دن میں دوپہر تک چلتے رہے جب ٹھیک دوپہر کا وقت ہوگیا، راستہ خالی ہوگیا، اور کوئی گذرنے والا نہ رہا تو ہمیں ایک لمبی چٹان دکھائی دی جس کے سائے پر دھوپ نہیں آتی تھی ہم وہیں اتر پڑے میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سونے کی جگہ بنائی اور اس پر ایک پوستین بچھائی، اور آپ سے عرض کی کہ آپ سو جائیں اور میں آپ کے گرد وپیش کی

دیکھ بھال کرتا ہوں۔ آپ سو گئے اور میں آپ کے گرد و پیش کی دیکھ بھال کے لئے نکلا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چٹان کی طرف لے کر آرہا ہے۔ وہ بھی چٹان سے وہی چیز چاہتا تھا، جو ہم نے چاہا تھا، میں نے اس سے کہا اے جوان تم کس کے آدمی ہو اس نے مکہ یا مدینہ کے کسی آدمی کا ذکر کیا میں نے کہا تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے اس نے کہا ہاں میں نے کہا کیا میں دودھ دوہ سکتا ہوں اس نے کہا ہاں اور ایک بکری پکڑی میں نے کہا ذرا تھن کو مٹی بال اور تنکے وغیرہ سے صاف کر لو، اس نے ایک کاب میں تھوڑا سا دودھ دوہا اور میرے پاس ایک چرمی لوٹا تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے اور وضو کے لئے رکھا ہوا تھا، میں نبی علیہ السلام کے پاس آیا، لیکن آپ کو بیدار کرنا گوارا نہ کیا، چنانچہ جب آپ بیدار ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا اور دودھ پہ پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا، اس کے بعد میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پی لیجئے، آپ نے پیا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا، میں نے کہا کیوں نہیں اس کے بعد ہم چل پڑے

فہم صدیق

۱۲۔ اس سفر میں بخاری کی روایت کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھتے تھے، چونکہ ان پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے، اسی لئے لوگوں کی توجہ انہی کی طرف جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابھی جوانی کے آثار غالب تھے، اسی لئے آپ کی طرف توجہ کم جاتی تھی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی آدمی سے واسطہ پڑتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا

تھا، کہ یہ آپ کے آگے کون آدمی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا بڑا لطیف جواب دیتے تھے، فرماتے یہ آدمی مجھے راستہ بتاتا ہے، اس سے سمجھنے والا سمجھتا کہ وہ یہی راستہ مراد لے رہا ہے، حالانکہ وہ خیر کا راستہ مراد لیتے تھے۔

سراقہ کا ایمان

۴: بخاری کی روایت کے مطابق سراقہ خود کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ہمارے پاس آکر کھڑا ہوا اور ہم بیٹھے تھے۔ اس نے کہا اے سراقہ میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں سراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا، یہ وہی لوگ ہیں لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں بلکہ تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہے، جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذر کر گئے ہیں پھر مجلس میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ پھر اس کے بعد اٹھ کر اندر گیا، اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرا گھوڑا نکالے اور ٹیلے کے پیچھے روک کر میرا انتظار کرے ادھر میں نے اپنا نیزہ لیا، اور گھر کے پیچھے سے باہر نکلا لاٹھی کا ایک سرا زمین پر گھسیٹ رہا تھا اور دوسرا سرا اوپر اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا، اور اس پر سوار ہو گیا، میں نے دیکھا کہ وہ حسب معمول مجھے لے کر دوڑ رہا تھا، یہاں تک کہ میں ان کے قریب آگیا، اس کے بعد گھوڑا مجھ سمیت پھسلا، اور میں اس سے گر گیا میں نے اٹھ کر ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور پانسے کے تیر نکال کر یہ جاننا چاہا کہ میں انہیں ضرر پہنچا سکوں گا۔ یا نہیں تو وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا، لیکن میں نے تیر کی نافرمانی کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا، یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سن رہا تھا، اور آپ التفات نہیں

فرماتے تھے جبکہ ابوبکر بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے، تو میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے، اور میں اس سے گر گیا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنا چاہا، لیکن وہ اپنے پاؤں بمشکل نکال سکا، بہرحال جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا، تو اس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھویں، جیسا غبار اڑ رہا تھا، میں نے پھر پانسے کے تیر سے قسمت معلوم کی تو پھر وہی تیر نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا، اس کے بعد میں نے امان کے ساتھ انہیں پکارا تو وہ لوگ ٹھہر گئے، اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ان کے پاس پہنچا جس وقت میں ان سے روک دیا گیا تھا، اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ غالب آکر رہے گا، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے دیت کا انعام رکھا ہے، یعنی سو اونٹ اور ساتھ ہی میں نے لوگوں کے عزائم سے آپ کو آگاہ کیا، اور ساز و سامان کی پیش کش کی، مگر انہوں نے میرا کوئی سامان نہیں لیا، اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق راز داری برتنا میں نے آپ سے گزارش کی کہ آپ مجھے پروانہ امن لکھ دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالے کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

غزوہ بدر کبریٰ

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَـٰرِهُونَ يُجَـٰدِلُونَكَ فِى ٱلْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى

الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ

پ ۹ سورۃ انفال آیت ۵ سے ۸ تک۔

ترجمہ:۔ جیسے نکالا تجھے تیرے رب نے تیرے گھر سے حق سمجھانے کے لئے اور بے شک مومنوں کی ایک جماعت ناپسند سمجھنے والی تھی، تیرے ساتھ حق بات میں جھگڑا کرتے تھے، بعد اس کے وہ حق واضح ہو چکا تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے تھے، اور وہ موت کو دیکھ رہے تھے، اور جب تم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے لئے ہو جائے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دے، اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق سچا ثابت ہو جائے، اور باطل مٹ جائے گرچہ مجرم اسے ناپسند کریں۔

توحید کے دلائل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں:۔

۱:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے مدینہ سے نکال کر بدر کی طرف لایا، حالانکہ صحابہ کرام کی ایک جماعت بدر کی طرف جانے کو پسند نہیں کرتی تھی، کیونکہ ماتحت الاسباب مٹھی بھر لوگوں کا ہزاروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نکلنا سیدھا موت کے منہ میں جانے کے برابر تھا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ ان دو پارٹیوں میں سے ایک پارٹی تمہاری ہے ایک پارٹی لڑنے والی جو مکہ سے ابوسفیان اور اس کے قافلے کو بچانے کے لئے نکلی تھی، دوسری پارٹی ابوسفیان کی جو ملک شام سے تجارتی سامان لے کر مکہ واپس آرہی تھی، مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ سامان تجارت والی پارٹی ہمیں مل جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ مکے سے آنیوالی پارٹی جو مکہ سے مسلح ہو کر مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے آرہی تھی، مسلمانوں کو ان سے لڑا کر حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کر دے، اور کفر کو ہمیشہ کے لئے مرعوب مغلوب کر دے۔

۱۳:۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہی تھا صحابہ کرام کی مرضی اللہ تعالیٰ نے چلنے نہیں دی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی چلائی صحابہ کرام کو یوں محسوس ہوتا تھا، کہ اب ہم اس غزوہ سے بچ کر نہیں آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی غزوہ میں کافروں کو ایسی شکست دی کہ کفر کی ہمیشہ کیلئے کمر ٹوٹ گئی۔

بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ آیات ۹، ۱۰ ع ۹ سورۃ انفال۔

ترجمہ، جب تم اپنے رب سے فریادیں کرتے تھے تو پھر رب نے تمہاری

دعائیں قبول کیں، اور کہا میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں، ایک ہزار فرشتے سے کر ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہوں گے، اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے نزول ملائکہ کو مگر خوشخبری کے لئے اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے مطمئن کرئے، اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جو انبیاء اولیاء کے سرتاج تھے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے در کے منگتے تھے، لوگوں کے حاجت روا مشکل کشا نہیں تھے، وہ اپنی فتح کے لئے اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر رو رو کر دعائیں مانگتے تھے، مثلاً آپ بدر میں دعائیں مانگتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَاوَعَدْتَنِیْ ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ ۔

اے اللہ میرے ساتھ جو تو نے عہد کیا ہے اس کو پورا کر، اے اللہ میں تجھ سے تیرے عہد اور وعدے کا سوال کرتا ہوں، پھر جب بدر کی لڑائی میں گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ الْیَوْمَ لَا تُعْبَدُ اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمِ اَبَدًا ۔ اے اللہ اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا، تو تیری عبادت نہیں کی جائیگی، اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے۔

بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ ۔ تو ابو بکر نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا بس کریں اتنی دعا کافی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے یہ کہتے ہوئے سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یعنی عنقریب مشرکین کی جماعت شکست کھا جائے گی، اور پیٹھ پھیر جائینگے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۔ سورۃ انفال آیت ۱۱ سے ۱۴ پ ۹ ۔

ترجمہ:۔ جب تمہیں نیند نے بے ہوش کر دیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کی وجہ سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ تمہیں اس سے پاک کر دے اور تم سے شیطان کی پلیدی دور کر دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو باندھ دے اور اس سے تمہارے قدموں کو جما دے جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم ایمان والوں کو پکا رکھو میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنوں پہ مارو اور ان کے ہر جوڑ کو مارو، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جھگڑا کیا تھا، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جھگڑا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے، یہ عذاب بھی چکھو، اور کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے صحابہ کرام پر تسلی نازل کر دی جس کی وجہ سے وہ میدان جنگ میں نیند کر رہے تھے کئی مرتبہ نیند کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے تلواریں گر جاتی تھیں، پھر اٹھاتے، پھر گر جاتی تھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے

اسی رات بارش برسادی جس سے انہوں نے وضو اور غسل کیا، اور وسواس شکست کی شیطانی پلیدی کو دور کر دیا، اور دلوں پر ایمان و صبر کی پٹی باندھ دی، اور اس بارش سے قدم جما دیئے، کیونکہ صحابہ کرام کا پڑاؤ ریت پر تھا۔ ریت، بارش کے بعد جم گئی، جس پر دوڑنا چلنا نہایت آسان ہوگیا اور مشرکین کیچڑ میں پھنس کر دوڑنے، چلنے کی مشکل میں پھنس گئے، بارش کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے نازل فرما دیئے، اور فرشتوں کو حکم دیا کہ تم مومنوں کو میری طرف سے تسلی دو کہ میں اللہ تمہارے ساتھ ہوں، نیز مومنوں کو تم خود بھی تسلی دے کر ثابت قدم رکھو، اور انہیں کہو کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال کر انہیں شکست دے دوں گا، تم ان کی گردنیں مارو، اور ان کے جوڑ جوڑ کو توڑ دو، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کی مخالفت کی ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ ایسے مخالفوں کو سخت عذاب دے گا، یہ ان کے لئے دنیوی عذاب ہے، اور اخروی عذاب جو شدید ترین ہوگا، وہ انہیں آخرت میں دیا جائے گا۔

یوم بدر کا نام یوم الفرقان

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

غزوہ بدر کا نقشہ

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ

مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ - پ۱۰ سورۃ انفال آیت ۴۲ و ۴۱ -

ترجمہ :- اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے تو اس میں پانچواں حصہ اللہ کا ہے۔ اور پیغمبر کے لئے اور قریبی رشتہ داروں کے لئے اور یتیموں مسکینوں کے لئے اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو، اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا فیصلے کے دن جس دن ٹکرائی تھیں، دو جماعتیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدر کی لڑائی کے دن کو فیصلے کا دن کہا کیونکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی فتح دی، جس میں تمام مسلمانوں کافروں کو معلوم ہو گیا کہ اسلام سچا مذہب ہے اور محمد رسول اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مٹھی بھر لوگوں کو ہزاروں پر فتح دی، اسی آیت میں فرمایا کہ چونکہ تمہیں فتح اللہ تعالیٰ نے دی ہے اسی لئے اس دن کی غنیمتوں میں سے پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے استعمال میں لائیں گے۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں، اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو بھی دے سکتے ہیں۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کا نقشہ یوں بیان کیا ہے کہ مسلمان بدر کے اس کنارے پر تھے جو مدینہ کے قریب تھا، اور کافر دوسرے کنارے پر تھے جو مدینہ سے دور تھا، اور ابو سفیان کا تجارتی قافلہ سمندری ساحلی راستہ سے گذر گیا، جو مسلمانوں کے نیچے ساحل پہ واقع تھا۔ نیز دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنی قدرت کاملہ سے

دونوں پارٹیوں کو بدر میں لاکر لڑا دیا ہے، اگر دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے وعدہ کر کے لڑائی کے لئے آنے کا پروگرام بناتی تو لڑائی کبھی نہ ہوتی اللہ تعالیٰ نے بدر کی لڑائی میں حق و باطل کو واضح کر دیا ہے، اب جس کی مرضی ہو اسلام قبول کر لے، اور اگر کفر مطلوب ہو تو بے شک کفر پر ہلاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو زندگی اور کفر کو موت قرار دیا ہے۔

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نظارہ

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ پ سورۃ انفال آیت ۴۳ ۴۴۔

ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ تجھے تیری نیند میں کفار کو تھوڑا کر دکھلایا، اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے، اور تم امر جہاد میں جھگڑا کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا دیا، بے شک وہ دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے کافر لڑائی میں تھوڑے کر کے دکھلائے، اور تمہیں ان کی آنکھوں میں تھوڑا کر دکھایا تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے، اس کام کا جو ہو چکا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے۔

ان دو آیات میں سے دوسری آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کی ابتدائی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب مسلمان کافر آپس میں ابتداءً لڑے ہیں تو مسلمانوں کو کافر بالکل تھوڑے نظر آتے تھے اور کافروں کو مسلمان تھوڑے نظر آتے تھے، اللہ تعالیٰ نے دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے کی

نگاہ میں اس لیئے تھوڑا کر کے دکھایا تاکہ لڑائی ہوجائے، اور حق و باطل کا فیصلہ ہوجائے لیکن پہلی آیت میں یہ بتایا کہ لڑائی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خواب کے اندر کافر تھوڑے دکھائے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مطمئن رہیں کہ اتنے کافروں سے ہم شکست نہیں کھا سکتے، اور اگر اس وقت اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر بہت کرکے دکھاتے تو ممکن تھا کہ صحابہ کرام بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپس میں جھگڑا کرتے اور کہتے کہ اتنے آدمیوں سے لڑنا نادانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نیند میں اسی لیئے تھوڑے دکھائے تاکہ مسلمان بہادر رہیں اور لڑنے کے لیئے تیار ہوجائیں، تو اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعے مسلمانوں کو تسلی دے کر جہاد کے لئے تیار کر دیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بہت بڑا کمال تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ

سورۃ آل عمران میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمانوں کی تعداد دگنی کرکے دکھائی تاکہ کافر جلدی مرعوب ہوکر شکست کھا جائیں آیت یوں ہے:۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ۔ پ۳ آیت ۱۳۔

ترجمہ۔ تمہارے لیئے نشانی ان دو جماعتوں میں ہے جب وہ آپس میں لڑ پڑی تھیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑائی کرتی تھی، اور دوسری کافر تھی، کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے، آنکھوں کے دیکھنے سے اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے، اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے بے شک اس میں

عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے۔

ان دو آیات میں تطبیق یوں کی جائیگی کہ ابتدائی حملے میں مسلمان کافر دونوں ایک دوسرے کو کم دکھائی دیتے تھے، جب میدان جنگ گرم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یوں کر دیا کہ کافروں کو مسلمان دگنے دکھائی دیتے تھے، اسی سے ان کی ہمت پست ہوگئی اور وہ شکست کھا گئے۔

سورۃ آل عمران میں غزوہ بدر کا بیان

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ۔ آیت ۱۲۳ تا ۱۲۵۔

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بدر میں۔ حالانکہ تم کمزور تھے، پھر اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر ادا کرو جب تو مومنین سے کہہ رہا تھا، کیا تمہیں یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پالنے والا تمہاری امداد کرے گا، تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے جائیں گے، ہاں اگر تم صبر کرو، اور ڈرتے رہو، اور آئیں گے تمہارے پاس ابھی فوراً امداد کرے گا، تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو باوردی ہونگے۔

ان آیات سے کئی مسائل حل ہوجاتے ہیں مثلاً کئی لوگ کہتے ہیں کہ نبی ولی مختار کل اور حاجت روا مشکل کشا ہوتے ہیں، حالانکہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بدری صحابیوں کو جو دوسری تمام امت سے افضل ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں مدد فرمائی، اور تم کمزور تھے۔ بدری صحابی کمزور ہوں تو دوسرے کون ولی ہیں جو

مختارکل اور حاجت روا مشکل کشا ہوں گے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کا ذکر فرمایا جو انہوں نے بدری صحابیوں کو فرمائی، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے پیارے صحابیو! کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی مدد کافی نہیں جو تین ہزار فرشتوں کی شکل میں تمہیں مدد دے رہا ہے، پھر مزید تسلی دے کر فرمایا کہ اگر تم باہمت رہو گے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے، تو گھبراؤ مت ابھی فوراً اللہ تعالیٰ تمہاری امداد کے لئے آسمان سے پانچ ہزار فرشتوں کا دستہ بھیج دیں گے۔

آیات میں موافقت

سورۃ انفال کی آیت میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے اور یہاں آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کا ذکر ہے تو ان آیات میں تطبیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار فرشتہ نازل کر کے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ پھر مسلمانوں خوش کرنے کے لئے تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔

فرشتوں کے نازل کرنے کی حکمت

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ آیت ۱۲۶ سورۃ آل عمران پ ۴۔

ترجمہ۔ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے نزول ملائکہ کو مگر تمہاری خوشی کے لئے اور تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے جو غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک شبہ کا جواب دیا ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بدر میں بھی غیر اللہ نے مدد کی تھی، کیونکہ فرشتے غیر اللہ ہیں تو اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ بدر میں فرشتوں نے تمہاری مدد نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی ہے، فرشتوں کا نزول تو تمہارے قلبی اطمینان کے لئے تھا۔

بدر کے دن ابوجہل کی دعا

بدر کے دن ابوجہل نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا ہے اور زیادہ غلط حرکتیں کرنے والا ہے، اسے آج توڑ دے، اے اللہ ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کی مدد فرما، مندرجہ ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۔ پ ۹ سورۃ انفال آیت ۱۹ ۔

ترجمہ:۔ اگر تم فیصلہ کی طلب کرتے ہو فیصلہ تمہارے پاس آچکا ہے اور اگر رک جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم لوٹے تو ہم بھی لوٹیں گے، اور تمہاری جماعت باوجود کثرت کے تمہارے کام نہیں آئے گی، اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔

یعنی اگر تم حق باطل کا فیصلہ چاہتے ہو تو بدر کی لڑائی میں فیصلہ ہو چکا ہے اور اگر تم آئندہ حق کی مخالفت سے رک جاؤ تو یہ چیز تمہارے لئے مفید ہے، اور اگر تم نے دوبارہ اہل حق سے لڑائی کی تو ہم دوبارہ تمہیں سزا دینے کے لئے لوٹیں گے، اور تمہاری کثرت تعداد اور کثرت اسلحہ و فوج کام نہیں آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد مومنوں کے ساتھ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ایمان

والوں کی مدد کر کے انہیں فتح سے نوازتا ہے۔

سورۃ انفال میں ابوجہل اور اس کی پارٹی کی دُعا

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۤءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ آیت ۳۲ پ۹۔

ترجمہ: اور جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہی حق ہے تیری طرف سے تو پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لا تو ہمارے پاس دردناک عذاب،

یعنی ابوجہل اور اس کی پارٹی نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی کہ اے اللہ یہ دین جو محمد رسول اللہ پیش فرما رہے ہیں یعنی دین توحید اگر یہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے اور ہم اس کے منکر ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر ہمیں تباہ برباد کر ڈال یا کوئی دوسرا دردناک عذاب دے کر ہمیں نیست ونابود کر دے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بددعا کے بعد بدر میں ان کو دردناک عذاب دے کر رسوا کر دیا، بدر میں ان کے ستر سردار مارے گئے، اور ستر گرفتار ہوئے جن سے فدیہ لینے بعد ان کو رہا کر دیا گیا۔

بدر کے قیدیوں کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ سورۃ انفال آیت ۶۷ تا ۶۹ پ۹۔

ترجمہ، اور نہیں لائق نبی کے لئے کہ ہوں اس کے پاس قیدی حتی کہ خون بہا دے

زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ غالب حکمت والا ہے، اور اگر نہ ہوتی نکمت اللہ کی طرف سے جو پہلے ہو چکی ہے البتہ پہنچ جاتا تمہیں فدیہ لینے پر بڑا عذاب پس کھاؤ اس مال سے جو تم نے لیا ہے، حلال پاک اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات میں سے پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو تنبیہ فرمائی ہے کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے لیے مناسب نہیں تھا، بلکہ ان کو قتل کرنا درست تھا اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کی رائے یہی تھی کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تاکہ مستقبل میں شاید ان لوگوں میں سے کئی مسلمان ہو جائیں لیکن عمر فاروق کی رائے یہ تھی کہ ان سب کو تہ تیغ کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ کو عمر فاروق کی رائے پسند تھی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آج اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر کے کوئی نہ بچتا، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نکمت یوں ہی نہ ہوتی تو تمہیں اس فدیہ لینے پر بڑا عذاب نازل ہو جاتا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دونوں رونے لگے، پھر آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فدیہ کے مال کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تنبیہ سے اس لئے ہوئے مال کے استعمال کی حرمت سمجھی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی کہ وہ مال تمہارے لئے حلال اور طیب ہے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام عالم الغیب نہیں اور نہ ہی وہ مختار کل اور حاجت روا مشکل کشا تھے، کیونکہ اگر عالم الغیب ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے سے

اللہ تعالیٰ تنبیہ نازل کریں گے، اور اگر کلی اختیارات رکھنے والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ نہ فرماتے اسی طرح اگر وہ مشکل کشا حاجت روا ہوتے تو وہ خود اس مشکل میں نہ پھنستے۔

غزوہ بدر کی فتح کا احسان

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔

پ ۹ سورۃ انفال آیت ۲۶ ۔

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے تم کو خوف تھا کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے، پھر اللہ نے تمہاری جگہ بنائی اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور تمہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اپنا احسان یاد دلایا ہے کہ بدر کی لڑائی کے وقت تمہاری کمزوری بے بسی کا یہ عالم تھا کہ تمہیں ہر وقت یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں تمام مشرک کافر اکٹھے ہو کر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ہلاک نہ کر ڈالیں، کیونکہ اس وقت مسلمان ہر قسم کے مقابلہ سے کمزور تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری اتنی کمزوری کے باوجود میں نے تمہیں ایسی فتح دی کہ تمام مشرک کافر حیران رہ گئے کہ اتنی قلیل تعداد اتنی کثیر تعداد پر کیسے غالب آگئی۔ اس کے بعد مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حکومت کو پکا کر دیا، اور عمدہ رزق سے نوازا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن جاؤ۔

غزوہ احد

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. پ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۲۱ و ۱۲۲۔

ترجمہ:۔ اور جب تو نے اپنے گھر سے نکل کر مومنوں کے لئے جگہیں بنائیں، لڑائی کے لئے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی کا ارادہ کیا اور اللہ ان کا متولی ہے، اور اللہ پر مومنوں کو توکل کرنی چاہیئے۔

اکثر علماء کے نزدیک یہ دو آیات غزوہ احد کے بارے نازل ہوئی تھیں، اس لڑائی کا سبب یہ بنا کہ جب بدر کی لڑائی میں مشرکین کے بڑے سردار مارے گئے اور گرفتار ہوئے تو مرنے والوں کے بیٹوں نے ابو سفیان کو کہا کہ جتنا مال تجارت تم ملک شام سے اپنے قافلے میں لائے ہو، اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں سے لڑنے کے لئے جمع رکھو۔ یہ سارا مال جس کی تعداد ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار تھی، جنگ کی تیاری کے لئے بیچ ڈالا گیا، اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ. پ۹ سورۃ انفال آیت ۳۶۔

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کے راستہ سے روکیں، پس عنقریب اسے خرچ کریں گے۔ پھر انہیں افسوس ہوگا۔ پھر مغلوب ہو جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا

صحابہ کرام سے مشورہ لینے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے پیش فرمائی کہ مدینے سے باہر نکل کر نہ لڑیں، بلکہ شہر کے اندر قلعہ بند ہوجائیں، اگر مشرک شہر میں داخل نہیں ہوں گے تو خائب خاسر واپس جائیں گے، اور اگر شہر میں داخل ہوئے تو مسلمان گلی کوچوں کے ناکوں پر ان سے جنگ کریں گے، اور عورتیں اور بچے چھتوں سے ان پر پتھر برسائیں گے، یہی صحیح رائے تھی، اور اسی رائے سے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے بھی اتفاق کیا، کیونکہ وہ ایسی صورت میں جنگ سے دور رہتا اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا لیکن اللہ تعالی نے اسے علانیہ رسوا کر دیا، چنانچہ بعض صحابہ جو بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا کہ آپ میدان میں تشریف لے چلیں کافر یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان ہم سے ڈر گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کے اصرار کے سامنے اپنی رائے ترک کر دی، اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں جنگ کی جائے۔

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور انکے ساتھیوں کی واپسی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار پہن کر مدینہ سے باہر نکلنے کی تیاری کر لی مسلمان ایک ہزار کی تعداد میں آپ کے ساتھ نکلے جب آپ اس مقام پہ پہنچے جہاں سے کافر دکھائی دے رہے تھے، تو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس ہوگیا، تاکہ مسلمان بھی بزدلی کا شکار ہو کر واپس ہوجائیں یا بزدل ہوجائیں اور دوسری طرف کافر یہ منظر دیکھ کر بہادر

ہو جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے دو جماعتیں بنو حارثہ اور بنو سلمہ بھی بزدل ہو کر واپس ہونے کے لئے تیار ہو گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمت و توفیق دے کر پست ہمتی سے بچا لیا، اگلی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ سورۃ آل عمران پ۴ آیت ۱۲۲۔

ترجمہ۔ اور جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی کا ارادہ کیا اور اللہ ان کا متولی ہے اور اللہ پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہئیے۔

جب منافقین نے اس نازک وقت پر واپسی کا ارادہ کر لیا، اور واپس جانے لگے، تو حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ بن حرامؓ نے ان کے پیچھے جا کر ان کو بہت سمجھایا کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو یا کم از کم اپنے دفاع میں لڑائی کرو، انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر ہم جانتے کہ آپ لوگ لڑائی کریں گے تو ہم واپس نہ ہوتے یعنی یہ کوئی لڑائی نہیں یہ تو خودکشی ہے، اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ۔

پ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۷۔

ترجمہ:۔ اور تا کہ منافق جان لیں اور انہیں کہا گیا کہ لڑائی کرو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یا اپنا دفاع کرو، انہوں نے کہا کہ اگر ہم جانتے لڑائی تو ضرور ہم تمہارے پیچھے آتے وہ اس دن ایمان کے بجائے کفر کے زیادہ قریب تھے، وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے جو ان کے دلوں میں نہیں تھی، اور اللہ تعالیٰ خوب

جانتے ہیں اس بات کو جو وہ چھپاتے ہیں۔
احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو آدمی تھے اور قریش تین ہزار آدمی اور دو سو گھوڑے لے کر آئے تھے۔ ان کے لشکر کے دائیں طرف خالد بن ولید اور بائیں پر عکرمہ بن ابی جہل تھا۔

غزوہ احد کی کچھ تفصیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار بلند کی اور فرمایا کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے ابو دجانہ نے کہا کہ اس کا حق کیا ہے اے اللہ رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمنوں کا صفایا کیا جائے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابو دجانہ نے اپنے سر پر سرخ پٹی باندھ کر دشمنوں کی صفوں کی صفیں الٹ دیں، ادھر حضرت حمزہؓ بپھرے ہوئے شیر کی طرح لڑ رہے تھے ان کے سامنے بڑے سے بڑے بہادر اس طرح بکھر جاتے جیسے تیز آندھی میں پتے اڑ رہے ہوں بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب مشرکین سے ہماری ٹکر ہوئی تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے پہاڑ میں تیزی سے بھاگ رہی تھیں ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھی۔
مسلمان ان کی بھگدڑ میں ان پر تیر برساتے اور مال سمیٹتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

تیر اندازوں کی خوفناک غلطی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کو احد کے ایک درے میں بٹھا دیا،

اور انہیں حکم دیا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان دشمن کا مال غنیمت لوٹ رہے ہیں تو ان پر حب دنیا کا کچھ اثر غالب آگیا چنانچہ بعض نے کہا غنیمت تمہارے ساتھی جیت گئے اب کا ہے کا انتظار ہے۔ اس آواز کے اٹھتے ہی ان کے کمانڈر عبداللہ بن جبیرؓ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام یاد دلائے لیکن ان کی غالب اکثریت نے ان کی بات پر کان ہی نہیں دھرا، اور کہنے لگے، خدا کی قسم ہم بھی لوگوں کے پاس جائیں گے اور کچھ مال غنیمت ضرور حاصل کریں گے۔

جیسے بخاری میں ہے اس کے بعد چالیس تیر اندازوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیئے، اور مال غنیمت سمیٹنے کے لئے عام لشکر میں جاکر شامل ہو گئے اس طرح مسلمانوں کی پشت خالی ہو گئی تو خالد بن ولید جو اس سے پہلے تین بار اس مورچے کو سر کرنے کی کوشش کر چکے تھے، اس زریں موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچا اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیرؓ اور اس کے ساتھیوں کا صفایا کر کے مسلمانوں پر پیچھے سے ٹوٹ پڑا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے شہسواروں کو دیکھا تو بلند آواز سے صحابہ کرام کو آواز دی: "اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ" میری طرف آؤ، اے اللہ کے بندو قرآن مجید میں ان واقعات کی طرف اشارات موجود ہیں:۔

غزوہ احد میں ابتداءً مسلمانوں کی فتح

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ

عَفَا عَنكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلٰى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔ پ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۲ و ۱۵۳ ۔

ترجمہ:۔ اور البتہ تحقیق سچا کر دیا اللہ نے اپنا وعدہ جب تم ان کو کاٹ رہے تھے اس کے حکم سے حتیٰ کہ جب بزدل ہو گئے اور تم نے حکم میں جھگڑا کیا اور تم نے بے فرمانی کی بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ چیز دکھا دی جس کو تم پسند کرتے تھے تم سے کئی دنیا چاہتے تھے، اور کئی آخرت کو پھر تم کو ان سے پھیر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور البتہ تحقیق اللہ نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر فضل والا ہے جب تم چڑھتے تھے، اور کسی پر مڑتے نہیں تھے، اور رسول تمہیں پیچھے سے بلاتے تھے پھر تمہیں غم پر غم پہنچے تاکہ تمہیں کسی چیز کے فوت ہونے پر غم نہ ہو اور نہ کسی تکلیف کے پہنچنے پر دکھ ہو، اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ابتدائی حملہ میں تمہیں فتح دے دی، جب تم ان کو میرے حکم سے کاٹ رہے تھے، پھر تمہاری بزدلی اور آپس کے جھگڑے اور تمہاری پیغمبر کی بے فرمانی کی وجہ سے میں نے تمہیں ان سے پھیر دیا، حالانکہ پہلے تمہیں تمہاری محبوب چیز فتح تمہیں دکھا دی تھی پھر بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے۔ اور بعض آخرت چاہتے تھے، تمہاری شکست میں بھی کئی حکمتیں تھیں۔

۱:۔ مثلاً اس میں تمہاری آزمائش تھی کہ کون تم میں سے ثابت قدم رہتا ہے، اور کون تم میں سے بھاگتا ہے۔

۱۲۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انبیاء اولیاء حاجت روا مشکل کشا نہیں ہوتے ورنہ صحابہ کرام جو اولیاء اللہ کے سرتاج تھے کیوں شکست کھاتے۔

۱۳۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ احد پہاڑ کے دامن میں جن پچاس تیرانداز صحابہ کرام کو مقرر کیا تھا وہ بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ انہیں اگر علم غیب عطائی بھی ہوتا تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہاں درہ چھوڑنے سے ستر صحابہ شہید ہوجائیں گے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوجائیں گے، اور فتح شکست میں بدل جائے گی تو وہ کیوں درہ چھوڑتے اسی طرح اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہوتے تو ایسے لوگوں کو وہاں مقرر ہی نہ کرتے جو آپ کی بے فرمانی کرنے والے تھے، نیز اگر آپ مختار کل ہوتے تو اپنے آپ کو زخمی ہونے سے بچا لیتے اور صحابہ کرام کو شکست سے محفوظ کر لیتے اسی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے غلطی کرنے والے اور بے فرمانی کرنے والے تمام صحابہ کرام کو معاف کر دیا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کا اعلان کر دیا تاکہ کوئی رافضی صحابہ کرام کی اس معصیت اور غلطی کو بہانہ بنا کر ان کو بُرا بھلا نہ کہنے لگ جائے۔

پھر دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے انتشار اور افراتفری کی اس حالت کا ذکر کیا ہے کہ جب دشمن نے تمہاری پیٹھ پر حملہ کر کے تمہارے حواس باختہ کر دیئے تم میں سے کئی لوگ احد پہاڑ پر چڑھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے، اور کئی واپس مدینے پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھے اور اللہ تعالیٰ کے رسول تمہیں پیچھے سے اپنی طرف بلاتے تھے، تو اس وقت تمہیں بہت غم اور تکلیفیں پہنچی کیونکہ بعض صحابہ کرام پہاڑ پر چڑھ گئے اور کئی بھاگ کر مدینہ جا گھسے اور ایک گروہ پیچھے پلٹا تو مشرکین کے ساتھ

مخلوط ہو گیا، اس کے نتیجے میں بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ احد کے روز پہلے مشرکین کو شکست فاش ہوئی اس کے بعد ابلیس نے آواز لگائی کہ اللہ کے بندے پیچھے اس کے بعد اگلی صف پلٹی اور پچھلی صف سے الجھ گئی، حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان پر حملہ ہو رہا ہے وہ بولے اللہ کے بندو میرے والد ہیں، لیکن اللہ کی قسم لوگوں نے ان سے ہاتھ نہ روکا یہاں تک کہ انہیں مار ڈالا۔

صحابہ کرام کے انتشار اور افراتفری کے کچھ واقعات

الغرض اس گروہ کی صفوں میں سخت انتشار اور بدنظمی پیدا ہو گئی تھی، اسی دوران ایک پکارنے والے کی پکار سنائی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں، اس سے رہا سہا ہوش بھی جاتا رہا اکثر صحابہ کرام کے حوصلے ٹوٹ گئے بعض نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا، اور ہتھیار پھینک دیئے، چند لمحے بعد ان لوگوں کے پاس حضرت انس بن نضر گذرے دیکھا کہ بعض صحابہ کرام ہاتھ پر ہاتھ دھرے پڑے ہیں پوچھا کاہے کا انتظار ہے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں، حضرت انس نے کہا تو اب آپ کے بعد تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اٹھو جس چیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی تم بھی اسی چیز پر جان دے دو، اسی طرح ثابت بن دحداح نے اپنی قوم کو کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں اللہ تو زندہ ہے وہ تو نہیں مر سکتا اٹھو تم اپنے دین کے لئے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ اس پر انصار کی ایک جماعت اٹھی، حضرت ثابت نے ان کی معیت میں خالد بن ولید کے لشکر پر حملہ کر کے لڑائی شروع کر دی صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ

احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصار اور دو قریشی صحابہ کرام کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے تھے، ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ اب دو قریشی صحابی رہ گئے ایک سعد بن ابی وقاص اور دوسرا طلحہ بن عبید اللہ یہ دونوں عرب کے ماہر ترین تیر انداز تھے، انہوں نے تیر مار مار کر مشرکین حملہ آوروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پہلے مشرکین زخمی کر چکے تھے، عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کو پتھر مارا جس سے آپ پہلو کے بل گر پڑے، اور آپ کا داہنا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا، اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا صحیح بخاری میں ہے کہ آپ کا رباعی دانت توڑ دیا گیا۔ اور سر زخمی کر دیا گیا۔ اس وقت آپ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو زخمی کر دیا، اور اس کا دانت توڑ دیا، حالانکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ۔

پ ۴ آیت ۱۲۸ ۔ سورۃ آل عمران

ترجمہ:۔ اس معاملہ میں آپ کا کوئی اختیار نہیں یا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے بے شک وہ ظالم ہیں۔

مقام طلحہ و سعد بن وقاص

بہر کیف مشرکین اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر دینا چاہتے تھے مگر دونوں قریشی صحابہ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما جو عرب کے ماہر تیر اندازوں میں سے تھے، انہوں نے تیر مار کر

حملہ آور مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھا، سعد بن ابی وقاص کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ترکش کے سارے تیر بکھیر دیئے، اور فرمایا کہ اے سعد تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اور طلحہ بن عبیداللہ اکیلے نے تیرہ آدمیوں کے برابر لڑائی کی امام بخاری نے قیس بن حازم سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت طلحہ کا ہاتھ دیکھا وہ شل تھا، اس سے احد کے دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا تھا، ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جنگ احد کا تذکرہ کرتے تو کہتے کہ یہ جنگ کُل کی کُل طلحہ کے لئے تھی، اسی نازک ترین لمحے میں اللہ تعالی نے غیب سے مدد نازل فرمائی صحیحین میں حضرت سعد کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن دیکھا آپ کے ساتھ دو آدمی سفید کپڑوں میں ملبوس آپ کی طرف سے زوردار لڑائی لڑ رہے تھے، میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا دوسری روایت میں ہے کہ وہ دونوں جبرائیل اور میکائیل تھے۔

غزوہ احد کی تفصیل بخاری کی حدیث میں اور احد کی شکست کی وجہ

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے ہم مشرکین سے اس دن لڑے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کے ایک لشکر کو بٹھایا، اور ان پر عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر کیا، اور فرمایا تم نے اس جگہ کو چھوڑنا نہیں خواہ ہم غالب ہو جائیں اور خواہ ہم شکست کھا جائیں، پھر جب ان سے لڑے تو وہ بھاگ گئے حتی کہ میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا پہاڑ کے دامن میں دوڑتی تھیں اور ان کے پازیب کھلے ہوئے دکھائی دیتے تھے، تو صحابہ کرام کہنے لگے غنیمت لوٹو

عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا تم یہاں سے ہرگز جدا نہ ہونا تو انہوں نے اس کی بات نہ مانی، پھر جب انہوں نے اس کی بات نہ مانی تو ستر صحابی شہید ہو گئے تو پھر ابوسفیان نے اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر کہا کیا قوم میں محمد ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب نہ دو، پھر اس نے کہا کیا قوم میں ابن ابی قحافہ ہے یعنی ابوبکر موجود ہے آپ نے فرمایا اس کو جواب نہ دو، پھر اس نے کہا کیا قوم میں ابن الخطاب ہے تو پھر اس نے کہا کہ یہ سب مارے گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے تو اس وقت عمرؓ اپنے اوپر کنٹرول نہ کر سکے اور کہا اے اللہ کے دشمن تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے غم پہنچانے کے لئے ان سب کو باقی رکھا ہے، ابوسفیان نے کہا۔ (اعلی ھبل) اے ہبل اونچا ہو جا، آپ نے فرمایا اس کو جواب دو صحابہ نے عرض کیا کیا کہیں آپ نے فرمایا تم کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ یعنی اللہ سب سے بلند اور برتر ہے،

ابوسفیان نے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ یعنی ہمارے لئے تو عزیٰ ہے، تمہارا لئے عزیٰ نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو جواب دو صحابہ نے عرض کیا کیا جواب دیں، آپ نے فرمایا تم کہو اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ یعنی اللہ ہمارا مولیٰ تمہارا کوئی مولا نہیں۔ ابوسفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کے مقابلے میں ہے اور لڑائی ڈول ہے اور تم اپنے مقتولین میں مثلہ پاؤ گے، جس کا نہ میں نے حکم دیا ہے، اور نہ میں نے اس کا برا منایا ہے۔

غزوہ احد میں شکست کے بعد فتح اور نزول تسلی کا ذکر

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ

وَطَائِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ پ ۴ سورۃ ال عمران آیت ۱۵۴۔

ترجمہ:۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر غم کے بعد امن کو نازل کیا، اونگھ نے تمہاری ایک جماعت کو ڈھانپ لیا تھا اور ایک جماعت ان کو اپنی جانوں نے فکر میں ڈال دیا، اللہ تعالیٰ پر ناحق گمان کرتے تھے، جاہلیت والے گمان، کہتے کیا ہمارے لئے اس معاملہ میں کچھ اختیار ہے تو کہہ کہ حکم ہر چیز کا اللہ کے ہاتھ میں ہے اپنے دلوں میں وہ چیز چھپاتے جو تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اگر اس معاملہ کی کوئی چیز ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے تو کہہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو ضرور نکل آتے وہ لوگ جن پر قتل لکھا جا چکا تھا، اپنی موت کی جگہ پر اور تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے اس چیز کو جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ خالص کر دے اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو جاننے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکست کے بعد فتح سے نوازا تھا، یعنی مسلمان انتشار کے بعد جب اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے جان نثاری اور بہادری سے ایسی لڑائی لڑی جس سے کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے بجائے غم کے مسلمانوں کے دلوں میں تسلی نازل کر دی جس سے ان کو میدان جنگ میں اونگھ آنے لگی، جیسے غزوہ بدر میں انہیں اونگھ

آتی تھی مومنوں کے دلوں میں تو طمانیت نازل ہو چکی تھی لیکن منافقوں کو اپنی
موت کی فکر دامن گیر تھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناحق گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
شاید اب انہیں کافروں کے ہاتھوں سے مروا ڈالے گا، وہ اب سوچتے تھے کہ
ابو سفیان کے پاس جا کر امان طلب کر کے اپنی جان بچا لیں، پھر مسلمانوں کو غم
دلانے کے لئے ایسی باتیں کرتے تھے کہ جنگ میں ہماری بات تو مانی نہیں جاتی
اگر ہماری باتیں مانی جاتی تو یوں قتل عام نہ ہوتا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کا قتل جہاں لکھا تھا۔ وہ وہیں آکر
مرتے پھر شکست کی وجہ بتلائی کہ اس سے تمہارے دلوں کا امتحان مقصود تھا کہ
کون کون سے دل اللہ تعالیٰ کی توحید پر زندگی اور موت دونوں صورتوں میں
ثابت قدم رہتے ہیں اور کون ہیں جو مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ پر ناحق
گمان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے، اس سے کوئی
چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

غزوہ احد میں درہ چھوڑنے والوں اور بھاگ جانے والوں کے لئے معافی کا اعلان

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ
الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

پ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۵۔

ترجمہ:۔ بے شک وہ لوگ جو بھاگ گئے تھے تم میں سے جس دن دو جماعتیں
ٹکرائی تھیں یقینی بات ہے کہ شیطان نے انہیں پھسلایا تھا، ان کے بعض
کردار کی وجہ سے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا، بیشک

اللہ تعالیٰ بخشنے والا حوصلے والا ہے ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بھاگنے والوں میں درہ چھوڑ کر بھاگنے والوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا، اور انتشار کی حالت میں ادھر ادھر بھاگ جانے والوں کا ذکر کیا ہے کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے، اور جن کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہو تو دوسرا کون مائی کالال ہے جو ان پر ہٹ کرے ۔

دوسری آیت میں اس سے بھی واضح معافی کا اعلان ہے ۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ - آیت ۱۵۹ و ۱۶۰ ۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو سخت زبان اور سخت دل ہوتا تو وہ تیرے اردگرد سے بھاگ جاتے، پس تو ان کو معاف کر دے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور ان کو مجلس مشاورت میں شامل کر پھر جب تو پختہ ارادہ کرے تو پھر صرف اللہ پر بھروسہ کر بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اوپر توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں رسوا کرے تو پھر کون تمہاری مدد کرے گا، اس کے سوا اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے

ان دو آیات میں سے پہلی آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نرم دلی اور خوش خلقی کا ذکر کیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نرم دل اور خوش خلق واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر آپ سخت زبان اور سخت دل

ہوتے تو صحابہ کرام آپ کی مجلس سے بھاگ جاتے لہٰذا آپ کی خوش خلقی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان صحابہ کرام کو معاف کر دیں جن کی غلطی کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف پہنچی ہے پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کرنی ہے اور پھر مزید برآں ان کو اپنی مجلس مشاورت سے بھی دور نہیں کرنا بلکہ آپ نے ہر دینی دنیوی امور میں ان سے مشورہ کرنا ہے پھر مشورہ کے بعد جب آپ کا کسی کام کے لیے پختہ ارادہ ہو جائے تو پھر صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے کیونکہ حاجت روا مشکل کشا نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ اگر تمہاری مدد کرے گا، تو پھر کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکے گی اور اگر اس نے تمہیں رسوا کیا تو پھر کوئی طاقت تمہیں عزت نہیں دے سکتی۔

مومنوں کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے مشرک کا بھروسہ اپنے جھوٹے معبودوں اور جھوٹے حاجت رواؤں مشکل کشاؤں پر ہوتا ہے۔

غزوہ حمراء الاسد

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۷۲ سے ۱۷۵ تک۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکے تھے وہ لوگ جو ان میں سے نیک بن گئے اور ڈر گئے ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا بے شک بہت لوگ تمہارے لئے جمع ہیں تم ان سے ڈر جاؤ تو ان کا ایمان بڑھ گیا۔ اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت لے کر واپس ہوئے۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوئے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ پختہ بات ہے یہ شیطان ہے جو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے تم ان سے نہ ڈرو اور صرف مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

ان آیات میں غزوہ احد میں مشرکین کی واپسی کے بعد اندیشہ محسوس ہوا کہ مشرکین واپس جاتے جاتے کہیں مدینہ پر حملے کرنے کے لئے دوبارہ نہ لوٹ آئیں کیونکہ وہ راستہ میں سوچیں گے کہ جنگ میں ہم نے اپنا پلہ بھاری رکھنے کے باوجود کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں ندامت ہوگی اور وہ راستہ سے پلٹ کر دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ اسی لئے آپ نے غزوہ احد کے دوسرے دن اعلان فرمایا کہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے چلنا ہے، چنانچہ صحابہ کرام باوجود نڈھال ہونے اور زخموں سے چور ہونے کے سر اطاعت خم کیا اور جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔ پروگرام کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد مقام پر خیمہ زن ہوئے مشرکین نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے ایک قافلہ کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ بہت لوگ تمہارے خلاف جمع ہیں تم ان سے ڈر جاؤ اور آگے پیش قدمی نہ کرو، لیکن مسلمانوں نے جب یہ باتیں سنیں تو انکا ایمان بڑھ گیا

اور انہوں نے کہا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اس واقعہ میں کتنی توحید ہے کہ صحابہ کرام نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے رسول کافی ہیں یا ہمیں اللہ تعالیٰ کی عطائی قوت اور اس کے عطا کردہ صفات کافی ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس پر توکل کی بدولت صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے انہیں کسی تکلیف نے نہیں چھوا تھا، یہ غزوہ کوئی مستقل غزوہ نہیں تھا بلکہ یہ غزوہ غزوہ احد کا تتمہ اور اس کا ایک جزء تھا۔

غزوہ بنی نضیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کرام کے ہمراہ کسی ضروری کام کے لئے یہودیوں کے پاس گئے کیونکہ اس وقت یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، ادھر یہودی تنہائی میں مشورہ کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے کہا کون ہے جو اس چکی کو لے کر اوپر جائے اور آپ کے سر پر گرا کر آپ کو کچل دے۔ اس پر ایک بدبخت یہودی تیار ہو گیا، ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل بھیج دیا کہ یہودیوں کا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا ہے آپ وہاں سے اٹھے اور مدینہ کی طرف چل پڑے مدینہ واپس آکر آپ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور انہیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ اب تم میرے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتے تمہیں دس دن کی مہلت ہے اس کے بعد جو شخص تم میں سے پایا گیا، اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلا وطنی کے سوا

کوئی چارہ نظر نہ آیا، چنانچہ انہوں نے سفر کی تیاری شروع کردی، لیکن اسی دوران عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے کہلا بھیجا کہ تم اپنے گھر بار نہ چھوڑو ڈٹے جاؤ، میرے پاس دو ہزار لڑنے والے بہادر ہیں جو تمہاری حفاظت کریں گے، اور اگر تمہیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے، یہ پیغام سن کر یہود جلاء وطن ہونے کے بجائے ٹکر لینے کی سوچنے لگے۔ یہودیوں کے سردار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوابی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلتے جو کچھ آپ نے کرنا ہے۔ کرلیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے یہ جواب سن کر اللہ اکبر کہا اور لڑائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا انتظام سونپ کر بنو نضیر کے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے حضرت علی بن ابی طالب کے ہاتھ میں جھنڈا تھا، بنو نضیر اپنے قلعوں میں پناہ لے کر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے چونکہ ان کے باغات ان کے لئے ڈھال کا کام دے رہے تھے، اس لئے آپ نے ان کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ محاصرے نے زیادہ طول نہیں کھینچا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اور وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے اور جلاء وطنی کو قبول کر لیا، آپ نے فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جتنا ساز و سامان اونٹوں پر لاد کرلے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں کی کڑیاں دروازے اور کھڑکیاں اکھیڑ کر اپنے گھروں کو برباد کر دیا۔

غزوہ بنو نضیر کی تفصیل قرآن میں

قرآن مجید کی سورۃ حشر میں اللہ تعالیٰ نے یہ تفاصیل بیان فرمائی ہے:۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔

پ۲۸ سورۃ حشر آیت ۱ سے ۴ تک۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی بیان کرتی ہے وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے، وہی وہ ذات ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا پہلی ہی حملہ میں تم گمان نہیں کرتے تھے کہ وہ نکلیں گے، اوران کا گمان تھا کہ ان کو ان کے قلعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ سے عذاب دیا جس کا انہیں گمان ہی نہیں تھا، اوران کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مؤمنوں کے ہاتھوں سے خراب کرتے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو، اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی نہ لکھ دی ہوتی تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا عذاب ہے یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے کہ اے اللہ تیری ذات وصفات و حقوق میں کوئی شریک نہیں تو ہی زبردست طاقتوں والا، اور بڑی حکمتوں

والا ہے اس کی زبردست طاقت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو چھ
دن یا پندرہ دن کے محاصرے میں اتنا مرعوب کر دیا کہ انہوں نے جلا وطنی قبول
کر لی مسلمان بھی یہ سمجھتے تھے کہ یہودی نہیں نکلیں گے ۔ اور یہودیوں کا بھی یہ گمان
تھا کہ ہمارے محفوظ قلعے ہمیں مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے
اپنی زبردست قوت سے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ چھ دنوں یا پندرہ
دنوں میں علی حسب اختلاف الروایات جلاء وطنی قبول کر لی ۔ اور اپنے گھروں کو
خود اجاڑنے لگ گئے ، یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ مختار کل حاجت روا
مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کام میں نہ تو جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف تھا ، اور نہ صحابہ کرام کا تصرف تھا ، بلکہ یہ خالص اللہ تعالیٰ
ہی کا تصرف تھا اسی لئے اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی
دلیل یوں بیان فرمائی ۔

مندرجہ ذیل آیات میں ایک شبہ کا جواب اور مال فیٔ کا مصرف بیان کیا گیا ہے

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ
الْفٰسِقِيْنَ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا
رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ
مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا
اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ آیت ۵ سے ۷ تک

ترجمہ:۔ جو درخت کھجور تم نے کاٹے ہیں یا تم نے ان کو ان کے تنوں پر کھڑا چھوڑ دیا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ بے فرمانوں کو رسوا کرے اور جو چیز اللہ نے اپنے رسول کو مفت دی ہے اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ مسلط کرتا ہے، اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو انعام کیا اللہ نے اپنے رسول پر بستی والوں میں سے وہ اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہے اور رسول کے قریبی رشتہ داروں کے لئے اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، تاکہ وہ تم میں سے امیروں کے درمیان بانٹی ہوئی چیز نہ بن جائے اور جو کچھ تمہیں رسول دے تم اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کر دیئے جاؤ، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت کے اندر ایک شبہ کا جواب ہے کہ یہودیوں کو نکالنے اور ان کے مکان گرانے کی وجہ سمجھ آسکتی ہے لیکن ان کے باغوں کے درختوں کا کیا قصور تھا کہ ان کو کٹوایا گیا۔

جواب: اس شبہ کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ وہ درخت یہودیوں کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے، اسی لئے ان کو کٹوایا گیا تھا، لیکن یہاں اس آیت میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان درختوں کو کٹوا کر باغیوں کو رسوا کیا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کو رسوا کر کے اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے اور ان کا مال بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بطور انعام کے دے دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہان پر متصرف اور حاجت روا مشکل کشا ہے۔

منافقین کے حالات

اور جن منافقین کے سہارے یہودیوں نے جلا وطن ہونے سے انکار کیا تھا، ان کا قصہ بھی اللہ تعالیٰ نے سورۃ حشر کی مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۔

(پ ۲۸ سورۃ حشر آیت ۱۱ سے ۱۷ تک)

ترجمہ:۔ کیا تو نے ان منافقین کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہا کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ ضرور نکلیں گے، اور ہم تمہارے بارے کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے، کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں البتہ اگر وہ نکالے گئے تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی کی گئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔

اور اگر انہوں نے اللہ کی مدد کی تو ضرور وہ شکست کھا جائیں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے تمہارا خوف ان کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے، یہ اس لئے کہ وہ بے سمجھ قوم ہے وہ تمہارے ساتھ اکٹھے ہو کر نہیں لڑیں گے۔ مگر قلعوں والی بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے ان کی آپس کی لڑائی سخت ہے، تو ان کو اکٹھا سمجھتا ہے، حالانکہ ان کے دلوں میں پھوٹ ہے یہ اس لئے کہ وہ بے عقل قوم ہے ان کی مثال شیطان جیسی ہے جب وہ انسان کو کہتا ہے کفر کر پھر جب وہ کفر کرتا ہے تو کہتا ہے میں تجھ سے بری ہوں بے شک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے پھر ان دونوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی سزا ظالموں کی ہے۔

منافق یہودیوں کو تسلی دیتے رہے کہ تم جلاوطنی ہرگز قبول نہ کرو کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہیں مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے اور اگر مسلمان تمہارے ساتھ لڑے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقوں کی تسلیاں جھوٹی ہیں اگر یہودی نکالے گئے تو یہ منافق ہرگز ہرگز ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر مسلمانوں کی ان سے لڑائی ہو گئی تو وہ کبھی بھی یہودیوں کی مدد نہیں کریں گے، بالفرض اگر انہوں نے یہودیوں کی مدد بھی کی تب بھی وہ جلدی شکست کھا جائیں گے، کیونکہ یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا بڑا رعب اور خوف ہے وہ تمہارے سامنے آ کر کبھی نہیں لڑیں گے۔ قلعوں اور گڑھیوں میں رہ کر ہی کچھ معمولی لڑائی لڑ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق چھ دن یا پندرہ دن کی معمولی لڑائی کے بعد انہوں نے فوراً جلاوطنی قبول کر لی اور اس معمولی لڑائی میں بھی

منافقوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا، آگے منافق تو ایک طرف رہے یہودیوں کا آپس میں بھی اتفاق نہیں ان کا اتفاق اگر کہیں ظاہر میں نظر بھی آجائے تو وہ سرسری ظاہری ہے، ان کے باطن میں ایک دوسرے سے دشمنی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی آپس کی دشمنی کی مثال یوں بیان فرمائی کہ جیسے شیطان انسان سے باطنی دشمنی کی وجہ سے کہتا ہے تو کفر کریں تیری ہر طرح سے مدد کروں گا، پھر جب انسان شیطان کے کہنے پر کفر کر لیتا ہے، تو شیطان بھی اس سے دور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میں تجھ سے بری ہوں جیسے یہ مثال ان کی آپس کی دشمنی کی بن سکتی ہے، اس طرح یہ مثال یہودیوں اور منافقوں کی دوستی اور دشمنی کی بھی بن سکتی ہے، اسی سورت کے ابتداد اور آخر میں بیان توحید سے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ مدار نجات اور معیار دوستی اور خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔

غزوہ خندق یا احزاب

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۔ پ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۹

ترجمہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب تم پر کئی لشکر حملہ آور ہوئے پھر ہم نے ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیج دیا، جن کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں غزوہ احزاب کا ذکر ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ بنی نضیر کے بیس سردار مکے میں قریش کے پاس گئے تاکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ اور اپنی مدد کی یقین دہانی بھی کرائیں

چنانچہ انہوں نے قریش کو آمادہ جنگ کر لیا، اس کے بعد یہود کا یہی وفد بنو غطفان کے پاس گیا، انہیں بھی قریش کی طرح آمادہ جنگ کر لیا، پھر اس وفد نے بقیہ قبائل عرب میں گھوم گھوم کر ان کو بھی آمادہ جنگ کر لیا، اس کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق جنوب سے قریش اور دوسرے قبائل عرب نے مدینہ کی طرف کوچ کیا راستہ میں بنو سلیم بھی شامل ہو گئے اسی طرح مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل بھی آ گئے چنانچہ مدینے کے پاس دس ہزار کا ایک زبردست لشکر اکٹھا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے مدینہ کے اردگرد خندق کھدوا دی تھی، بخاری میں حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق میں تھے لوگ کھود رہے تھے، اور ہم کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ — یعنی اے اللہ زندگی تو آخرت کی ہے
فَاغْفِرْ لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ — مہاجرین وانصار کو بخش دے۔

دوسری حدیث میں یوں ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ — یعنی اے اللہ بے شک زندگی تو صرف
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ۔ — آخرت کی ہے انصار اور مہاجرین کو بخش دے

پھر انصار مہاجرین نے جواب میں کہا:۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا — ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا۔ — وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، جب تک باقی رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خندق سے مٹی ڈھو رہے تھے یہاں تک کہ غبار نے آپ کے شکم کی جلد کو ڈھانپ لیا، آپ کے بال بہت زیادہ تھے، میں نے اسی حالت میں آپ کو عبد اللہ بن رواحہ کے رجزیہ کلمات کہتے ہوئے سنا آپ مٹی ڈھوتے جاتے تھے۔ اور یہ کہتے جاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا۔ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا۔ اِنَّ الْاُوْلٰی رَغِبُوْا عَلَیْنَا۔ وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا۔

یعنی اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے، اور نہ نمازیں پڑھتے پس ہم پر تسلی نازل فرما، اور اگر ہماری ان سے جنگ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم فرمابے شک ان لوگوں نے ہم پر چڑھائی کی ہے اور اور اگر انھوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا۔

مسلمان ایک طرف اس گرمجوشی سے کام کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف اتنی شدت کی بھوک برداشت کر رہے تھے کہ اس کے تصور سے کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے، بخاری میں حضرت انس کا بیان ہے کہ اہل خندق کے پاس دو مٹھی جو لایا جاتا تھا، اور بو دینے والی چکنائی سے بنا کر لوگوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا، لوگ بھوک کی وجہ سے ناخوش گوار ذائقے کو برداشت کر کے کھا جاتے تھے، ترمذی میں ہے ابو طلحہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے شکم سے کھول کر ایک ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم کھول کر دو پتھر دکھائے ان احادیث اور سورۃ احزاب کی قرآنی آیات کو پڑھ کر بھی کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل تھے

اور حاجت روا مشکل کشا تھے کیا حاجت روا مشکل کشا خود مشکلات میں پھنس سکتے ہیں، حاشا و کلا۔ سورۃ احزاب کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالٰی نے فرمایا اے ایمان والو۔ اللہ تعالٰی کی اس نعمت کو یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر حملہ آور ہوئے پھر ہم نے ان سب لشکروں کو ہوا سے اور نہ نظر آنے والے لشکروں سے کیسے تم سے پھیر دیا۔ اے مومنو، تمہاری اس مشکل میں تمہارے اللہ نے کیسی مدد فرمائی اور کیسے تمہارے دشمنوں کو تم سے دفع کر دیا۔ مشرکین کا حملہ مدینہ کے شمال سے ہوا کیونکہ مدینہ کے شمال کے سوا باقی اطراف سے لاوے کے پہاڑ اور کھجوروں کے باغات ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال کی جانب سے خندق کھدوائی تھی۔

غزوہ احزاب میں مسلمانوں کی حالت

اِذۡ جَآءُوۡکُمۡ مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَبَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوۡنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوۡنَا هُنَالِكَ ابۡتُلِیَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ زُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا ۔ پ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۱۰ و ۱۱۔

ترجمہ:۔ جب وہ تم پر حملہ آور ہوئے تمہارے نیچے سے اور جب آنکھیں ٹیڑھی ہوگئیں اور دل حلق میں آگئے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی اور انہیں سخت جھنجھوڑا گیا۔

یعنی کچھ لشکر احد کے مشرقی جانب سے جس کو فوق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اور کچھ لشکر نیچے کی طرف یعنی شمال کی طرف سے حملہ آور ہوئے، اس وقت مؤمنوں کی یعنی صحابہ کرام کی یہی کیفیت تھی جس کو اللہ تعالٰی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ان کی آنکھیں چکرا گئیں تھیں، اور دل حلق سے باہر

نکلنے کو تیار ہو گئے تھے، اس وقت جلیل القدر لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے مختلف قسم کے خیال اٹھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی اسی دوران مسلمان اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا یعنی اے اللہ ہماری کمزوریوں پر پردہ ڈال اور ہمیں خوف سے امن نصیب فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ۔ اے اللہ کتاب اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ ان کو شکست دے اور ان کو ہلا کر رکھ دے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مؤمنوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اولیاء اللہ اور انبیاء کرام کا حاجت روا مشکل کشا ہے انبیاء اولیاء اپنی مشکلوں اور حاجتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ اور اسی کو اپنے نفع نقصان کا مالک سمجھتے تھے، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مدد فرمائی تو مشرکین کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور بد دلی اور پستی چھا گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہواؤں کا طوفان بھیج دیا جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیئے ہانڈیاں الٹ دیں۔ طنابوں کی کھونٹیاں اکھیڑ دیں، اس کے ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا، جس نے انہیں ہلا کر رکھ دیا، اور ان کے دلوں میں خوف اور رعب ڈال دیا اسی سرد اور کڑکڑاتی ہوئی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان کو کفار کی خبر لانے کے لئے بھیجا جب حذیفہؓ ان کے محاذ میں پہنچے تو وہاں ٹھیک یہی حالت تھی جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔

مشرکین نے ایک ماہ یا قریب ایک ماہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا محاصرہ جاری رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے:۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ۔

غزوہ احزاب کا نتیجہ

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ پ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۲۵۔

ترجمہ:۔ اور واپس کر دیا اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ کے ساتھ نہ پہنچ سکے بھلائی کو اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو لڑائی سے بچا لیا، اور اللہ تعالیٰ طاقت والا غالب ہے۔

یہ آیت بھی غزوہ احزاب کے نتیجہ کو بتانے کے لئے نازل ہوئی، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کے دس ہزار لشکروں کو اللہ تعالیٰ نے خائب خاسر واپس کر دیا، وہ مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اس غزوہ میں مسلمانوں کے چھ شہید ہوئے اور کافروں کے دس آدمی مارے گئے، اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نے مشکل کشائی حاجت روائی کی ان کو فتح میں نے دی لہٰذا حاجتوں اور مشکلوں میں صرف اسی کو پکارا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی حامی ناصر نہیں

غزوہ احزاب میں منافقوں کا حال

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اِلَّا غُرُوْرًا وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ سورۃ احزاب آیت ۱۲ و ۱۳ ۔

ترجمہ:- اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہنے لگے نہیں وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ اور اس کے رسول نے مگر دھوکہ اور جب ایک جماعت نے ان میں سے کہا اے یثرب والو تمہارے لئے یہاں رہنا نہیں واپس ہو جاؤ اور ایک فریق ان میں سے نبی سے اجازت چاہتا ہے، کہتے ہیں کہ ہمارے گھر ننگے ہیں حالانکہ وہ ننگے نہیں وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ان دو آیات میں اور اس کے بعد کی سات آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حالات بیان کئے ہیں۔

۱:- مثلاً شدت خوف کی وجہ سے منافق کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو فتوحات کے وعدے کئے تھے وہ سب کے سب دھوکہ تھے۔

۲:- ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ اے مدینہ والو تم اپنے مذہب پر نہیں رہ سکتے تم اپنے پرانے باپ دادے والے مذہب میں واپس ہو جاؤ۔

۳:- اور ان میں سے ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھروں میں چلے گئے اس بہانے سے کہ ہمارے گھروں میں کوئی آدمی نہیں ہم اپنے بال بچوں کی حفاظت کریں گے، حالانکہ ان کے گھر خالی نہیں تھے، صرف جہاد سے جان چھڑانے کے لئے اجازت مانگتے تھے۔

غزوہ بنی قریظہ

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا۔

پارہ ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۲۶ و ۲۷۔

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب کو جنہوں نے کافروں کی مدد کی ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو اور ایک فریق کو تم قید کرتے ہو اور تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور مالوں کا وارث بنا دیا۔ اور اس زمین کا جس کو تم نے نہیں لتاڑا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

غزوہ بنو قریظہ کی تفصیل یوں ہے کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس تشریف لائے اسی روز ظہر کے وقت جب آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں غسل فرما رہے تھے حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں حالانکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے، اور میں ابھی قوم کا تعاقب کر کے واپس چلا آ رہا ہوں، اٹھیے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر بنو قریظہ کا رخ کیجیے ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے منادی کروائی کہ جو شخص سمع وطاعت پر قائم ہے، وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں ہی پڑھے اس کے بعد مدینہ کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم کے سپرد کر کے جھنڈا حضرت علی کو دے کر بنو قریظہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ بنو قریظہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجرین وانصار کی معیت میں روانہ ہو چکے تھے، عام مسلمانوں نے بھی لڑائی کا اعلان سن کر فوراً دیار بنی قریظہ کا رخ کیا راستے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بنو قریظہ میں جا کر عصر کی نماز پڑھیں گے۔ حتی کہ بعض نے عصر کی نماز عشا کی نماز کے بعد پڑھی لیکن کچھ دوسروں نے کہا کہ آپ کا مقصد یہ نہیں تھا، بلکہ یہ تھا کہ ہم جلد از جلد روانہ ہو جائیں، اس لئے انہوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ نہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، اس لشکر کی کل تعداد تین ہزار تھی، اور تیس گھوڑے تھے، اس غزوے کا اصل سبب یہ تھا کہ جب قبائل عرب اور قریش مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو بنو قریظہ نے عہد توڑ کر کافروں کا ساتھ دیا، انہوں نے حی بن اخطب کے ذریعے عہد توڑا حی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو کہا کہ میں قریش اور قبائل عرب کو لایا ہوں، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کو ختم کر کے واپس ہونگے اس کو کعب بن اسد نے کہا خدا کی قسم ہے تو میرے پاس ہمیشہ کی ذلت کے سوا کچھ نہیں لایا تو بد بخت ہے تو مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ لیکن حی بن اخطب نے اس کو فریب دہی سے منوا لیا۔ البتہ اس نے ان سے یہ عہد کیا کہ اگر قریش نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کئے بغیر واپسی کی راہ لی تو میں بھی تمہارے ساتھ قلعہ بند ہو جاؤں گا، پھر جو انجام تمہارا ہوگا۔ وہی میرا ہوگا، اس کے بعد کعب بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد توڑ دیا، اور مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام کو اس عہد شکنی کی تحقیق کے لئے بھیجا کہ دیکھو کہ واقعی بنو قریظہ عہد توڑ چکے

ہیں تو پھر اشاروں میں کہہ دینا تاکہ لوگوں کے حوصلے پست نہ ہوں جب وہ ان کے پاس پہنچے تو ان کو نہایت خباثت پر آمادہ پایا تو اس وقت مسلمان نہایت نازک صورت حال سے دوچار تھے آگے مشرکین کا لشکر جرار جنہیں چھوڑ کر ہٹنا ممکن تھا اور پیچھے سے بنو قریظہ جو مسلمان عورتیں اور بچوں پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ اسی لئے مسلمانوں میں سخت اضطراب برپا ہوا جس کی کیفیت اس آیت میں مذکور ہے۔

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ الخ۔

بنو قریظہ کیلئے سعد بن معاذ کا فیصلہ

اسی لئے جب غزوہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا، جب پچیس راتیں گذر گئیں، تو وہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر آمادہ ہو گئے، حالانکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ سعد بن معاذ نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت دعا کی تھی جب خندق کے غزوہ میں ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی تھی، اے اللہ اگر تو نے قریش سے کوئی جنگ باقی رکھی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا اور اگر تو نے ان سے جنگ ختم کر دی ہے۔ تو اسی رگ کو کھول دینا تاکہ میں شہید مرجاؤں اور اے اللہ مجھے اتنے تک موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوجائیں، اللہ تعالیٰ نے سعد بن معاذ کی یہ دعا قبول کر لی، اسی لئے وہ اس کے فیصلے پر راضی ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو مدینہ سے بلا لیا تاکہ وہ ان کے بارے فیصلہ کرے، جب حضرت سعد گدھے پر سوار وہاں پہنچے تو حضرت سعد کی قوم اوس نے اسے کہا کہ اے سعد یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں، ان سے اچھا سلوک کرنا وہ خاموش رہے، پھر جب

انہوں نے اصرار کیا تو حضرت سعد نے کہا کہ اب سعد کے لئے وہ وقت آ گیا ہے جس میں اس پر کسی ملامت والے کی ملامت کا اثر نہیں ہونا چاہیئے انہوں نے معلوم کر لیا کہ سعد ان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے پھر جب حضرت سعد اس خیمے کے قریب آئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہائش پذیر تھے، تو آپ نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ، اس کو گدھے سے اتارو، پھر جب حضرت سعد بیٹھ گئے تو آپ نے سعد کو کہا یہ لوگ تیرے فیصلے پر راضی ہو چکے ہیں، تو ان کے درمیان فیصلہ کر تو حضرت سعد نے کہا کہ کیا میرا حکم ان پر نافذ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں سعد نے کہا اور ان پر بھی جو اس خیمے میں ہیں آپ نے فرمایا ہاں سعد نے کہا اور ان پر بھی جو یہاں ہیں اور اشارہ کیا اس جانب کی طرف جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور سعد دوسری طرف منہ پھیرنے والا تھا، آپ کے اعزاز و اکرام کے لئے تو آپ نے فرمایا ہاں پھر سعد نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا جائے۔ اور ان کی اولاد اور عورتوں کو قید کر لیا جائے، اور ان کے مالوں کو لوٹ لیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سعد تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین میں گڑھے کھدوا کر ان کے مردوں کو ان میں قتل کروا دیا، اور ان کے بچوں کو ان کی عورتوں کے ساتھ قید کر لیا گیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مدد کرنے والے اہل کتاب کو ان کے قلعوں سے رعب ڈال کر اتار لیا پھر تمہارے سپرد کر دیا، جن میں سے بعض کو تم نے قتل کر دیا، اور بعض کو تم نے قید کر لیا، اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں کا مالک بنا دیا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں وہ زمین بھی دے گا، جن کو ابھی تک تم نے دیکھا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس سے معلوم

ہوا کہ فتح و شکست اور نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، انبیاء اولیا کا حاجت روا مشکل کشا بھی وہی ہے۔

جب بنو قریظہ کا کام تمام ہو چکا تو حضرت سعد بن معاذ کی اس دعا کی قبولیت کا وقت آگیا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، چنانچہ ان کا زخم پھوٹ پڑا اس وقت وہ مسجد نبوی میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے وہیں خیمہ لگوا دیا تھا تاکہ آپ اسے قریب سے پوچھتے رہیں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضرت سعد کے سینے کا زخم پھوٹ کر بہا مسجد میں بنی غفار کے چند خیمے تھے وہ یہ دیکھ کر چونکے کہ ان کی جانب خون بہہ کر آ رہا ہے انہوں نے کہا خیمے والو یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف آ رہا ہے دیکھا تو حضرت سعد کے زخم سے خون کی دھار رواں تھی، اسی سے ان کی موت واقع ہو گئی صحیحین میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا۔

غزوہ بنی مصطلق اور اس میں دو قرآنی واقعات

اس کی تفصیل یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ضرار آپ سے جنگ کرنے کے لئے اپنے قبیلے اور کچھ دوسرے عربوں کو ساتھ لے کر آ رہا ہے، آپ نے تحقیق کے بعد صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا اور بہت جلد روانہ ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چشمہ مریسیع تک پہنچے تو بنو مصطلق آمادہ جنگ ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے صف بندی کر لی، اسلامی لشکر کے علم بردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا کچھ دیر

فریقین میں تیروں کا تبادلہ ہوا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر صحابہ کرام نے یک بارگی حملہ کیا اور فتح یاب ہو گئے مشرکین نے شکست کھائی کچھ مارے گئے عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا مولیشی اور بکریاں بھی ہاتھ آئیں لیکن علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لڑائی نہیں ہوئی بلکہ آپ نے چشمے کے پاس ان پر چھاپہ مار کر عورتوں اور بچوں اور مال مولیشی پر قبضہ کر لیا تھا، ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جو بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں، وہ ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں ثابت نے انہیں مکاتب بنا لیا یعنی مقررِ عوض کے بعد آزاد کرنے کا عدہ کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رقم دے کر اس سے شادی کر لی تھی۔

غزوہ بنی مصطلق میں منافقین کا کردار

غزوہ بنی مصطلق میں پہلا قرآنی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے فارغ ہو کر ابھی چشمہ مریسیع پر قیام فرما تھے کہ کچھ لوگ پانی لینے گئے ان میں حضرت عمر بن خطاب کا ایک مزدور بھی تھا جس کا ایک دوسرے شخص سے ٹکراؤ ہو گیا اور وہ دونوں لڑ پڑے۔ ایک مہاجر تھا، دوسرا انصاری تو انصاری نے کہا یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ۔ یعنی اے انصار مدد کے لئے پہنچو دوسرے نے مہاجرین کو پکارا یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ یعنی اے مہاجرو مدد کے لئے پہنچو (زندہ آدمی قریب سننے والے زندوں کو پکار سکتا ہے، مردہ کو پکارنا جائز نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا آپ فوراً وہاں پہنچے اور فرمایا میں تمہارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جا رہی ہے اسے چھوڑ دو یہ بدبو دار چیز ہے اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین

کو پہنچی تو غصے سے بھڑک اٹھا اور بولا کیا ان لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے یہ مہاجر ہمارے علاقے میں آکر ہمارے مدمقابل ہو گئے ہیں، سنو اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں سے معزز ذلیل کو نکال باہر کرے گا، اس وقت مجلس میں ایک نوجوان صحابی زید بن ارقم بھی موجود تھے۔ اس نے اپنے چچا کو پوری بات کہہ سنائی، اس کے چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اس وقت حضرت عمر بھی موجود تھے عمر بولے آپ عباد بن بشر کو فرمایئے کہ اسے قتل کر دے آپ نے فرمایا عمر یہ کیسے مناسب رہے گا، لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے، نہیں بلکہ تو کوچ کا اعلان کر دے یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ کوچ نہیں فرماتے تھے، لوگ چل پڑے تو اسید بن حضیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کر کے عرض کیا کہ آج آپ نے بے وقت کوچ کیا ہے آپ نے فرمایا کیا تمہیں عبداللہ بن ابی کی بات کی خبر نہیں اس نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کہا ہے آپ نے فرمایا اس نے کہا ہے کہ اگر وہ مدینہ واپس ہوا تو معزز ترین آدمی ذلیل ترین کو نکال دے گا۔ اس نے کہا اگر آپ چاہیں تو اسے مدینہ سے نکال دیں۔ اللہ کی قسم ہے وہ ذلیل ہے اور آپ باعزت ہیں اس کے بعد اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اس سے نرمی برتیئے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ اس وقت ہمارے پاس لایا جب اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لئے مونگوں کا تاج بنا رہی تھی اس لئے اب وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس سے اس کی بادشاہت کو چھین لیا ہے۔ پھر آپ شام تک سارا دن اور صبح تک پوری رات چلتے رہے، بلکہ اگلے دن کے ابتدائی اوقات اتنی دیر تک سفر جاری رکھا کہ دھوپ سے تکلیف ہونے لگی اس کے بعد اتر کر پڑاؤ ڈالا گیا، تو لوگ زمین پر جسم رکھتے ہی بے خبر ہو گئے آپ کا

مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو سکون سے بیٹھ کر گپ لڑانے کا موقع نہ ملے ، ادھر عبداللہ بن ابی کو جب پتہ چلا کہ زید بن ارقم نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے جو بات آپ کو بتائی ہے وہ بات میں نے نہیں کہی اور نہ اسے زبان پر لایا ہوں ، اس وقت انصار کے جو لوگ موقعہ پر موجود تھے ، انہوں نے بھی کہا یا رسول اللہ ابھی وہ لڑکا ہے ممکن ہے اسے وہم ہو گیا ہو ۔ اس لئے آپ نے ابن ابی کی بات سچ مان لی حضرت زید نے کہا کہ مجھے اس بات پر اتنا غم ہوا کہ ویسا غم مجھے کبھی نہ ہوا تھا ۔ میں اس صدمے سے گھر میں بیٹھ گیا ، اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقین نازل فرما کر میری تصدیق کر دی ،

زید بن ارقم کی تصدیق

سورہ منافقین کی ان آیات میں وضاحت ہے :۔

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ پ ۲۸ سورۃ منافقون آیت ۷ و ۸ ۔

ترجمہ :۔ وہی لوگ کہتے ہیں ان لوگوں پر خرچ نہ کرو ، جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے لیکن منافق سمجھتے نہیں کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ گئے تو وہاں کا عزیز ترین آدمی ذلیل ترین کو نکال باہر کرے گا اور عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے ۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے زید بن ارقم کو جھٹلاتے اور سورۃ منافقین کس لئے نازل ہوتی، عبداللہ بن ابی نے تو جھوٹی قسمیں اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطمئن کر لیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے زید بن ارقم کو سچا کر دیا اور رئیس المنافقین کو جھوٹا ثابت کر دیا۔

اس غزوے کا دوسرا قرآنی واقعہ واقعہ افک ہے

اس کی تفصیل یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر میں جاتے وقت اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے جس بیوی کا نام نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے، اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا آپ انہیں ساتھ لے گئے غزوے سے واپسی پر ایک جگہ ٹھہرے حضرت عائشہ اپنی حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، اور وہیں ہار کھو بیٹھیں جو بہن سے عاریۃً لے گئیں تھیں اسی ہار کو تلاش کرنے کے لئے باہر گئیں لیکن واپسی سے پہلے ہودج اٹھانے والوں نے ان کے ہودج کو اونٹ پر رکھ کر چل دیئے ان کو ہودج یعنی کجاوہ کے ہلکے پن کا بھی خیال نہ آیا، کیونکہ ابھی آپ نو عمر تھیں بدن موٹا اور بوجھل نہ ہوا تھا، نیز کئی آدمیوں نے مل کر اٹھایا تھا۔ اس لئے محسوس نہ ہوا، (صحابہ کرام اولیاء اللہ تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام عالم الغیب ہوتے تو حضرت عائشہؓ کو پیچھے نہ چھوڑ آتے، نیز حضرت عائشہؓ بھی تو اللہ تعالیٰ کی ولیہ تھی، وہ اگر عالم الغیب ہوتیں تو پہلے ہار گم نہ کرتیں نیز انہیں لشکر کے جانے کا پتہ ہوتا تو جلدی واپس آکر ہودج میں بیٹھ جاتی وغیرہ ذلک) جب حضرت عائشہؓ ہار تلاش کر کے واپس آئیں تو پورا لشکر جا چکا تھا، وہ اس خیال سے وہیں بیٹھ گئیں کہ

جب وہ انہیں گم پائیں گے تو ضرور واپس آئیں گے، لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے
جو چاہتا ہے کرتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کی آنکھ لگ گئی پھر صفوان بن معطلؓ
کی یہ آواز سن کر بیدار ہو جائیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی بیوی ....؟ وہ پچھلی رات کو چلا آرہا تھا، صبح کو اس جگہ پہنچا جہاں
آپ سوئی ہوئی تھیں، انہوں نے جب حضرت عائشہؓ کو دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ
وہ حجاب نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھ چکے تھے، اس نے اپنی سواری حضرت
عائشہؓ کے قریب بٹھا دی، حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں حضرت صفوان نے
انا اللہ کے بغیر کوئی لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا، چپ چاپ چلتے ہوئے
لشکر میں آگئے دوپہر کا وقت تھا، لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا، انہیں اس کیفیت
سے آتا دیکھ کر مختلف لوگوں نے مختلف خیالات دل میں لائے، اور اللہ تعالیٰ
کے دشمن خبیث عبداللہ بن ابی نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے بدکاری کی
تہمت تراش کر قسم و قسم کی باتیں کرنا شروع کر دیں اس کے ساتھی بھی اسی
بات کو بنیاد بنا کر خوب پروپیگنڈا کرنے لگ گئے ادھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم خاموش تھے جب لمبے عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ نے حضرت
عائشہؓ سے علیحدگی کے بارے اپنے خاص صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی نے
کہا ہم عائشہؓ پر بغیر خیر کچھ نہیں جانتے لیکن عورتیں ان کے علاوہ بھی کافی ہیں اللہ
تعالیٰ نے تعدد ازواج کے بارے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت اسامہؓ وغیرہ
نے مشورہ دیا کہ آپ عائشہؓ کے بارے مطمئن رہیں کیونکہ ہم اس پر خیر کے سوا کچھ نہیں
جانتے اس کے بعد آپ منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی کی ایذا رسانیوں سے
نجات دلانے کیطرف توجہ دلائی تو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے
اس کے قتل کی اجازت چاہی لیکن سعد بن عبادہ جو ابن ابی کے قبیلہ خزرج

کے سردار تھے ان پر قبائلی حمیت غالب آگئی دونوں میں ترش کلامی ہو گئی جس کے نتیجے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش کرادیا۔ ادھر عائشہؓ غزوے سے واپسی پر بیمار ہوگئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں انہیں اس تہمت کے بارے کچھ بھی معلوم نہ تھا یاں انہیں بیماری کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبت و پیار کی کمی کھٹکتی تھی ایک رات عائشہ صدیقہ ام مسطح کے ہمراہ قضاء حاجت کے لئے باہر گئیں اتفاقاً مسطح کی ماں چادر میں پھنس کر پھسل پڑی تو اس نے بیٹے مسطح کو بد دعا دی حضرت عائشہ صدیقہ نے اسے روکا تو اس نے کہا کہ میرا بیٹا بھی تجھ پر تہمت لگانے والوں میں شریک ہو گیا ہے تو اس وقت اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا حضرت عائشہ اس خبر کی پوری تحقیق کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والدین کے پاس جانے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دے دی والدین سے پوری خبر معلوم کرنے پر بے اختیار رونے لگیں، پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گذر گیا، اس مدت میں نہ نیند کا سرمہ پہنا اور نہ آنسو کی جھڑی رکی وہ سمجھتی تھیں کہ روتے روتے کلیجہ پھٹ جائے گا۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کلمہ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا۔ اور اما بعد کہہ کر فرمایا اے عائشہ اگر تم اس گناہ سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری براءت کا اعلان کرے گا۔ اور اگر تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے، تو تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر توبہ کر لو، اس وقت حضرت عائشہؓ کے آنسو تھم گئے انہوں نے اپنے والدین سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو، لیکن ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے کہا واللہ میں جانتی ہوں کہ یہ بات آپ کے

دل میں اچھی طرح بیٹھ گئی اور آپ نے اس کو سچ سمجھ رکھا ہے اس لئے اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے۔ اور اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ سچ مانیں گے، اس وقت میری اور آپ کی مثال یوسف علیہ السلام کے والد جیسی ہے کہ انہوں نے کہا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

ترجمہ، میرا صبر بہتر ہے اور اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، اس کام میں جو تم بیان کرتے ہو۔

(کیا عالم الغیب حاضر وناظر اپنی بیوی کو ایسی باتیں کہہ سکتا ہے) اس کے بعد حضرت عائشہؓ دوسری طرف جا کر لیٹ گئیں اور اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، پھر جب وحی کی شدت اور کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے مسکرا کر پہلی بات یہ فرمائی اے عائشہ تو خوش ہو جا اللہ تعالیٰ نے تیری براءت کا اعلان کر دیا ہے، اس خوشی سے عائشہ صدیقہؓ کی ماں نے کہا، اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو تو حضرت عائشہؓ نے کہا میں ان کا نہ شکریہ ادا کرتی ہوں، اور نہ ان کی حمد کرتی ہوں میں تو صرف اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کروں گی اور اسی کی حمد کروں گی۔

براءت عائشہؓ کیلئے قرآن کا نزول

اس موقعہ پر حضرت عائشہؓ کی براءت کے لئے سورۃ نور کی جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ لکھی جاتی ہیں۔

افک کی حکمت اور افک لگانے والوں کے لئے سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ جَاۗءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ پ۱۸ سورۃ نور آیت ۱۱

ترجمہ۔ بے شک جو جماعت تم میں سے بہتان کو لائی ہے اس کو برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کے لئے وہی ہوگا جو اس نے گناہ کمایا ہے اور جو ان میں سے اس بڑے گناہ کا متولی بنا ہے، اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی براءت کے چند پہلو نمایاں کئے ہیں۔

۱: حضرت عائشہؓ پر لگنے والے الزام کو بہتان کہا ہے۔

۲: اس الزام لگانے والوں کے لئے بہت بڑا عذاب آخرت میں ہوگا۔

۳: اس الزام لگانے کو برا نہ سمجھو کیونکہ اگر یہ الزام نہ لگتا تو براءت کے لئے قرآن کیسے نازل ہوتا۔

۴: اس الزام لگانے والوں میں سے جس نے جتنا پروپیگنڈا کیا اس کے مطابق اس کو بڑا چھوٹا عذاب دیا جائے گا۔

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں اور خاموش رہنے والوں کیلئے پہلی سرزنش:۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۔ آیت ۱۲

ترجمہ۔ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے

نفسوں میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا، اور انہوں نے اس کو واضح بہتان کیوں نہیں کہا۔

اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام مومن مردوں عورتوں کو سرزنش کی ہے کہ جب تم نے عائشہؓ صدیقہ کے خلاف یہ الزام سنا تو تم نے ان کے بارے اپنے دلوں میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا، اور تم نے اس کو کھلا جھوٹ کیوں نہیں کہا، یعنی عائشہ صدیقہ پر الزام سن کر تمہارا خاموش رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

۲۔ دوسری سرزنش:۔

لَوْلَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔ آیت ۱۳

ترجمہ:۔ وہ اس الزام پر چار گواہ کیوں نہیں لائے، پھر جب وہ اس الزام پر چار گواہ نہیں لائے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

اس آیت میں حضرت عائشہؓ صدیقہ پر تہمت لگانے والوں پر دوسری تنبیہ ہے کہ انہوں نے بغیر چار گواہوں کے عائشہ صدیقہ پر یہ تہمت کیوں لگائی جب ان کے پاس الزام پر گواہ نہیں تو وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

۳۔ سرزنش:۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ آیت ۱۴ اور ۱۵۔

ترجمہ:۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا و آخرت میں نہ ہوتی

تو جس کام میں تم شروع ہو چکے تھے تم کو اس پر بڑا عذاب پہنچتا، جب تم اس الزام کو اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے موہنوں سے وہ بات کہتے جس کا تمہیں علم نہیں تھا، اور تم اس کو معمولی چیز سمجھتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی چیز تھی ۔

تہمت لگانے والوں پر یہ تیسری سرزنش ہے اس سے حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کتنا اونچا مقام ہے، اس افک میں چونکہ کئی جلیل القدر صحابہ کرام منافقین کی سازش کی وجہ سے شریک ہو گئے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل دنیا و آخرت میں نہ ہوتا تو تم کو اسی افک میں شریک ہونے کی وجہ سے بہت بڑا عذاب پہنچتا، چونکہ صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کا دنیا و آخرت میں فضل نازل ہو چکا تھا۔ اسی لئے ان کو اس افک میں شریک ہونے کے باوجود عذاب عظیم سے بچا دیا گیا، اگرچہ حد قذف ان پر بھی نافذ کی گئی تھی، اور اس آیت سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت یوں معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عائشہ صدیقہؓ پر الزام کی وجہ سے اتنا غصہ آیا کہ اگر افک لگانے والوں میں سے نیک لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان پر بھی عذاب عظیم نازل کر دیا جاتا، نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ عائشہؓ پر تہمت کو تم نے معمولی سمجھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے نیز اس الزام کو زبانوں پر لانے سے بھی اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے ۔

۴۔ چوتھی سرزنش:۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ

هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ آیت ۱۶ تا ۱۸۔

ترجمہ:۔ اور جب تم نے اس بہتان کو سنا تو تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ ہمارے لئے لائق نہیں کہ ہم اس کو اپنی زبانوں پر لائیں، اے اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی بات کے لئے کبھی تم نہ لوٹو گے، اگر تم مؤمن ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونچے مقام کی طرف مزید اشارات کرائے۔

۱:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم نے عائشہ صدیقہ پر افتراء کی بات سنی تو تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ ہمارا ایمان ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم ایسی بات اپنی زبان پر لائیں۔

۲:۔ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ تم نے حضرت عائشہؓ پر افتراء کی بات سن کر یہ کیوں نہیں کہا کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے لیکن یہ عائشہؓ صدیقہ پر الزام بہت بڑا بہتان ہے۔

۳:۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ تاکید کر دی ہے کہ زندگی بھر کبھی بھی عائشہؓ صدیقہ کے بارے ایسی بات نہیں کہو گے، ورنہ تم مومن نہیں رہو گے۔

۴:۔ یہ براءت صدیقہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس آیات میں بیان کر دی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

عائشہ صدیقہ پر افتراء کی اشاعت کرنیوالوں کیلئے عذاب کی دھمکی

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ آیت ۱۹ ۔

ترجمہ:۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے لئے دردناک عذاب کا ڈراوا سنایا ہے جو عائشہ صدیقہ پر لگنے والے الزام کی تشہیر اور اشاعت کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں سخت ترین عذاب ہوگا ۔

سب سے آخر میں پانچویں سرزنش

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ آیت ۱۹ ۔

ترجمہ:۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور بے شک اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا مہربان ہے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر سرزنش فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم کبھی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ رؤف رحیم ہے، اس نے تم کو اپنے عذاب سے بچا لیا، حضرت عائشہؓ کی صفائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ دس آیت نازل فرما کر ان کی براءت کا اعلان کر دیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ کی ولیہ تھی، اس سے بڑھ کر کس کا مقام ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کے بارے قرآن

نازل ہوا، یہ پورا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام نہ عالم الغیب ہوتے ہیں اور نہ حاضر وناظر اور نہ مختار کل اور نہ حاجت روا مشکل کشا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورا ایک مہینہ پریشانی میں نہ رہتے فوراً اپنی بیوی کی براءت کا اعلان کر دیتے صحابہ کرام سے مشورے کرنے کی بھی ضرورت نہ رہتی اور جو صحابہ کرام اس الزام میں شریک ہو گئے وہ اگر عالم الغیب حاضر وناظر ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ عائشہ صدیقہ پاک صاف ہیں ان کے بارے تو قرآن اترنے والا ہے تو وہ اس بہتان میں کیوں شریک ہوتے نیز اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطائی طور پر بھی عالم الغیب ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میری بیوی پیچھے رہ گئی ہے، اس کو ساتھ لے کر آتے تاکہ منافقوں کو بہتان لگانے کا موقعہ نہ ملتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا ماہ پریشان نہ رہتے ۔

صلح حدیبیہ اور اس کے ضمن میں قرآنی واقعات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

احادیث صحیحہ کی رو سے کچھ تفصیلات اس طرح ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے اندر یہ خواب دکھلایا گیا کہ آپ مع صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے، آپ نے کعبہ کی کنجی لی، اور صحابہ سمیت بیت اللہ کا طواف کیا، پھر کچھ لوگوں نے سر منڈائے اور کچھ لوگوں نے سر کے بال کٹوائے آپ نے صحابہ کرام کو یہ خواب سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے، انہوں نے سمجھا کہ اسی سال یہ کام ہوگا. اور آپ نے صحابہ کرام کو یہ بھی بتایا کہ تم عمرہ بھی کرو گے، اسی لئے صحابہ کرام بھی تیار ہو گئے ۔

خواب کے بارے قرآنی آیات

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ پ۲۶ سورۃ فتح آیت ۲۷۔

ترجمہ:۔ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو حق کے ساتھ سچا کر دیا کہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تم امن کے ساتھ اپنے سروں کو منڈانے والے اور کتر انے والے ہو گے، تمہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ وہ چیز جانتا ہے جو تم نہیں جانتے پھر اس نے اس کے آگے فتح کو قریب کر دیا۔

یہ خواب عمرۃ القضاء میں آئندہ سال سچا ہوا اس وقت مکہ میں داخل ہوتے وقت امن سے داخل ہوئے، اور مکہ میں قیام کے دوران بھی کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔

بہرکیف عمرہ حدیبیہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اردگرد آبادیوں میں اعلان کروا دیا تاکہ لوگ آپ کے ہمراہ روانہ ہوں، آپ نے قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ اور چودہ یا پندرہ سو صحابہ کے ہمراہ روانہ ہوئے راستہ میں کئی قبائل آپ سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے، لیکن آپ نے ان سے لڑائی سے گریز کر کے بیت اللہ کا رخ کیا لیکن مکہ کی مرکزی شاہراہ پر خالد بن ولید دو سو سواروں کا دستہ لے کر کھڑا ہو گیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بدل کر سیدھے ثنیۃ المرار پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ

اٹھی لوگوں نے کہا قصواء اڑ گئی ہے، آپ نے فرمایا قصواء اڑی نہیں، اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اس ہستی نے روک دیا ہے جس نے ہاتھی والوں کو روک دیا تھا، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ اگر انہوں نے مجھ سے ایسا مطالبہ کیا جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہو گی تو میں اسے ضرور تسلیم کر لوں گا، اس کے بعد آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو فوراً کھڑی ہو گئی آپ نے حدیبیہ میں ایک چشمہ پر نزول فرمایا وہاں قریش کی طرف سے کئی لوگ یکے بعد دیگرے آتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں آپ نے صحابہ سمیت اپنے قربانی کے جانوروں کو قلادے پہنائے ہوئے تھے اور کوہان چیر کر نشان بنایا ہوا تھا، اور عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا۔ تلواریں میانوں میں بند رکھی ہوئی تھیں اسی لئے قریش بھی آمادہ صلح ہو گئے، لیکن ان میں سے چند پر جوش اور جنگ باز نوجوانوں نے صلح میں رخنہ ڈالنے کے لئے رات کی تاریکی میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا چنانچہ رات کی تاریکی میں ستر یا اسی نوجوانوں نے جبل تنعیم سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن، اسلامی پہرہ داروں کے کمانڈر محمد بن مسلمہ نے ان سب کو گرفتار کر لیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی خاطر انہیں معاف کر کے آزاد کر دیا، اسی کے بارے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿۲۴﴾ پ سورۃ فتح آیت ۲۴

ترجمہ۔ اور وہ وہی ذات ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا مکہ کے پیٹ میں بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر غلبہ دے دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ ہے اسی نے ان کو بچایا ہے۔

حضرت عثمان کی سفارت

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ایک سفیر بھیج کر قریش کو اپنے موقف سے مطلع کیا جائے تاکہ وہ بیت اللہ کے طواف کی اجازت دے دیں تو اس کام کے لئے آپ نے حضرت عثمان کو قریش کے پاس بھیج دیا، حضرت عثمان نے قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا، قریش نے حضرت عثمان کو اس لئے روک لیا کہ ہم مشورہ کر کے حتمی فیصلہ کے بعد ان کو واپس بھیجیں گے، حضرت عثمان کے دیر تک رکھنے کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام سے موت پر بیعت مانگی تو سب صحابہ کرام نے اس بات پر بیعت کی کہ میدان جنگ سے ہرگز نہیں بھاگیں گے یا حضرت عثمان کا بدلہ لیں گے یا یہیں شہید ہو جائیں گے۔

اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے

اسی بارے میں یہ آیات نازل ہوئی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ پ۲۶ سورۃ فتح آیت ۱۸ و ۱۹۔

ترجمہ۔ پختہ بات ہے کہ اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب تیری

بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے پھر اللہ تعالیٰ نے جان لیا، اس اخلاص کو جوان کے دلوں میں تھا، پھران پر تسلی نازل کردی اوران کو فتح قریب کا معاوضہ دے دیا، اور بہت سی غنیمتیں جن کو پکڑیں گے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب بیعت کرنے والوں کو مؤمن کہنے کے بعد ان پر راضی ہونے کا اعلان کردیا، اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انبیاء اولیاء نہ عالم الغیب ہوتے ہیں، اور نہ مختار کل ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ حضرت عثمان کے شہید ہونے کی افواہ غلط ہے نیز مختار کل کو موت پر بیعت لینے کی کیا ضرورت ہوتی وہ جیسا چاہے کرسکتا ہے سب کچھ کرنے والے کو اپنے ساتھیوں سے لڑنے مرنے پر بیعت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی

صلح اور اس کی کچھ تفصیل

قریش نے باہمی مشورت سے صلح کا فیصلہ کیا، اور سہیل بن عمرو کو صلح طے کرنے کے لئے بھیج دیا، اور اس کو تاکید کردی کہ اس سال انہیں واپس بھیجنا ہے ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ آپ ہمارے شہر میں جبرًا داخل ہوگئے ہیں جب سہیل آپ کے پاس حاضر ہونے کے لئے دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا کام تمہارے لئے سہل ہوگیا ہے، چنانچہ سہیل نے آپ سے کچھ دیر گفتگو کے بعد صلح کی یہ دفعات طے کیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

دفعات صلح

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں

اگلے سال مکہ میں آئیں گے اور تین دن قیام کریں گے۔ ان کے ساتھ تلواریں میانوں میں بند ہونگی ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

۲:- دس سال تک دونوں فریق جنگ بند رکھیں گے،

۳:- جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں داخل ہونا چاہے گا، داخل ہو سکے گا اور جو قریش کی پناہ میں داخل ہونا چاہے گا، داخل ہو سکے گا، اور ہر ایک کی پناہ میں داخل ہونیوالا ان کا جز سمجھا جائیگا

۴:- جو قریش کا آدمی بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیگا وہ اسے واپس کر دینگے، اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا، وہ اسے واپس نہیں کرینگے

اس کے بعد حضرت علی کو بلا کر یہ لکھوایا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سہیل نے کہا ہم نہیں جانتے رحمٰن کیا ہے آپ یوں لکھیں باسمک اللّٰھم (یعنی اے اللہ تیرے نام سے) پھر آپ نے یہ عبارت لکھوائی یہ وہ بات ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے اس پر سہیل نے کہا یہ نہ لکھو بلکہ یہ لکھو یہ وہ بات ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے، آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دیں، لیکن حضرت علیؓ نے گوارا نہ کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے مٹایا۔

نقصان کی شرائط پر صلح اور قرآنی تبصرہ

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ پ۲۶ سورۃ فتح رکوع ۱۵

ترجمہ:- یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا، اور قربانیوں کو اپنے مقام پر پہنچنے سے روکا، اور اگر مومن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں

جن کو تم نہیں جانتے، اگر تم ان کو رگڑ دیتے تو تمہیں ان کی وجہ سے بغیر علم کے نقصان پہنچتا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں کر دے جس کو چاہے اگر وہ ایک طرف ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب پہنچاتے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے جرائم کا ذکر کیا ہے۔

۱:۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور پیغمبر کی رسالت کا انکار کیا ہے۔

۲:۔ انہوں نے تم کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا ہے۔

۳:۔ بیت اللہ کی نیازیں جو دراصل اللہ تعالیٰ کی نیازیں ہیں، ان کو اپنے مقام یعنی قربان گاہ تک پہنچنے سے انہوں نے روکا،

یہ تین بڑے جرم ہیں ان جرائم کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں دردناک عذاب سے تباہ برباد کر دیا جائے، لیکن چونکہ مکہ میں کئی مومن مرد اور کئی مومن عورتیں موجود ہیں، جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو علم نہیں تھا اگر صلح نہ کرائی جاتی، بلکہ لڑائی ہو جاتی تو اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے شہید ہونے کا خطرہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان صلح کرادی تاکہ مومن مرد عورتیں جن کا مسلمانوں کو علم نہیں تھا، بچ جائیں اور اگر وہ مومن مرد عورتیں ایک طرف ہوتیں تو پھر ان کافروں کو دردناک عذاب سے رگڑ دیا جاتا۔ اس آیت سے دوسرا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام عالم الغیب نہیں ہوتے ورنہ ان کے علم سے مکہ کے رہنے والے مرد عورتیں کیسے مخفی رہ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے صبر و تقوی کی تعریف اور کافروں کی جاہلی حمیت کی مذمت

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ پ۲۶ سورۃ فتح آیت ۲۶)

ترجمہ۔ جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کو کر لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر تسلی نازل کر دی، اور مومنوں پر بھی اور ان کو تقوی کا کلمہ لازم کر دیا۔ اور وہ اس کے زیادہ لائق اور اس کے اہل تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں کی جاہلی حمیت کا ذکر یوں کیا کہ سارا عرب بیت اللہ کا طواف کرے، قربانی لائے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اجازت نہیں یہ جاہلی عصبیت نہیں تو اور کیا چیز تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کے ساتھیوں کو صبر اور تسلی دی، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا کلمہ لازم کر دیا، اور وہ اس کلمہ توحید کے اہل اور اس کے لائق تھے، یعنی مسلمانوں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقصان کی شرائط کو تسلیم کر کے تسلی اور تقوی کا مظاہرہ کیا جس سے کئی مسلمانوں کی جانیں محفوظ ہو گئیں۔

نقصان کے شرائط در اصل مسلمانوں کی عظیم فتح تھی

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا۔

پارہ ۲۶ سورۃ فتح آیت ۱ تا ۳ رکوع ۱۔

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے تجھے ظاہر فتح دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے اگلے اور پچھلے الزام دور کردے، اور تجھ پر اپنی نعمت کامل کردے اور تجھے سیدھی راہ کی رہنمائی کردے، اور تیری غالب مدد سے امداد کردے۔

صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کے لیے فتح مبین کہا ہے، کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی فوائد حاصل ہوگئے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم فتح مکہ کو فتح کہتے ہو، اور ہم بیعۃ الرضوان اور حدیبیہ کو فتح شمار کرتے ہیں، اسی طرح حضرت جابر اور حضرت ابن مسعود کہتے ہیں صلح حدیبیہ کے ذریعے مومنوں کو کافروں سے ملنے اور تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا، اسی لئے کافی لوگ مومن ہوگئے اور اسی کے ذریعے علم دین اور ایمان ہر طرف پھیلا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ یہ جملہ بھی صلح حدیبیہ کے فوائد کی طرف اشارہ کرتا ہے ذَنْب سے مراد الزام اور طعن بھی ہوسکتا ہے آپ پر مکی زندگی میں لوگوں نے جھوٹے الزام لگائے تھے کہ یہ ساحر ہے شاعر ہے، مجنوں ہے نعوذ باللہ من ذلک اسی طرح مدنی زندگی میں بھی یہی الزام بھی دہرائے گئے اور آپ کو اقتدار چاہنے والا اور مال لوٹنے والا بھی کہا گیا ان سب الزاموں سے صلح حدیبیہ کے ذریعے آپ کو بری ثابت کردیا گیا، کیونکہ لوگوں نے آپ کو قریب سے دیکھا سنا یقین ہوگیا کہ آپ میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔ ویسے صراحتاً اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے آپ کو فتح مبین دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے پچھلے گناہ معاف کردے۔

ہجرت کرنیوالی مسلمان عورتوں کی واپسی سے انکار

جب صلح حدیبیہ مکمل ہوگئی تو اس کے بعد چند عورتیں مومنات ہجرت کرکے مدینہ میں آگئیں تو ان کے متولیوں نے صلح حدیبیہ کی رو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مطالبے کو مسترد کر دیا کیونکہ معاہدہ کی اس شرط پر جو لفظ لکھا گیا تھا، وہ یہ تھا وَعَلٰی اَنْ لَّا یَاْتِیْکَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ کَانَ عَلٰی دِیْنِکَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ عَلَیْنَا۔ یعنی یہ معاہدہ اس شرط پر کیا جا رہا ہے کہ ہمارا جو آدمی آپ کے پاس جائے گا آپ اسے واپس کر دیں گے، خواہ وہ آپ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا عورتیں اس معاہدے میں سرے سے داخل ہی نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیات نازل فرمائیں

ہجرت کرنیوالی عورتوں کے ایمان کا امتحان

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ پ ۲۸ سورۃ ممتحنہ آیت ۱۰۔

ترجمہ: اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آجائیں تو تم ان کا امتحان لو، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر

تم ان کو مومن جان لو تو ان کو کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ نہ وہ عورتیں ان
کافروں کے لیئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران مومنات کے لئے حلال ہیں
اور دے دو، ان کافروں کو جو انہوں نے خرچ کیا اور تم پر کوئی گناہ نہیں
کہ ان سے نکاح کر لو، جب تم ان کو حق مہر دے دو، اور تم کافر عورتوں کی
عصمتوں کو نہ روکو، اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا تھا، اور وہ بھی مانگ لیں
جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے، اس نے تمہیں یہی حکم دیا ہے
اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ جو مؤمن عورتیں
ہجرت کر کے آجائیں ان کا امتحان لو۔ اگر وہ سچی اور کھری مؤمن ہوں تو ان
کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو، کیونکہ مؤمنات کا نکاح کافروں سے
جائز نہیں اور کافروں کا نکاح مومن عورتوں سے جائز نہیں۔

ہاں کافر مردنے جو مومن عورت کے نکاح پر خرچ کیا تھا، وہ انہیں
واپس کر دو، ان مؤمن عورتوں کے ساتھ مومن مردوں کو نکاح کر لینا چاہیئے
حق مہر دے کر اور کافر عورتوں کو طلاق دے دو، لیکن ان پر کیا ہوا خرچہ
کافروں سے لے لو، اور کافر مؤمن عورتوں پر کیا ہوا خرچہ لے لیں
یہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اسی پر عمل کرو، لیکن اگر کافر تمہیں تمہاری کافر
بیویوں پر کیا ہوا خرچہ نہ دیں۔ تو تم بھی ان کافروں کو مؤمن عورتوں پر کیئے
ہوئے خرچے نہ دو بلکہ ان مؤمن مردوں کو دے دو جن کی کافر بیویاں
کا خرچہ کافروں نے نہیں دیا، اس طرح تم ان سے بدلہ لے سکتے ہو
یہی مضمون اگلی آیت میں یوں ہے۔

وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا

الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ آیت ۱۱۔

ترجمہ۔۔ اور اگر تمہاری بیویوں پر خرچ کی ہوئی کوئی چیز کافروں کی طرف رہ جائے تو تم اس کا بدلہ لے سکتے ہو، پھر دے دو، ان کو جن کی بیویاں چلی گئیں ہیں، اتنا جتنا کہ انہوں نے خرچ کیا تھا، اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

مومن عورتوں کے امتحان کا طریقہ

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ آیت ۱۲۔

ترجمہ۔ اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں تیری بیعت کریں، اس شرط پر کہ شریک نہیں کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو اور چوری نہیں کریں گی، اور زنا نہیں کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور ایسا بہتان نہیں گھڑیں گی، جو ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے ہو، اور تیری کسی نیک کام میں بے فرمانی نہیں کریں گی، تو پھر ان کی بیعت کرلے، اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں ایمان خالص کی شرائط مذکور ہیں جو عورت یا مرد ان شرائط پر عمل کرے گا، وہی مومن مخلص ہوگا، یا دوسرے لفظوں میں رسول اللہ کے امتی ہونے اور آپ کے دست بیعت ہونے کے یہی شرائط ہیں۔

۱ : سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مرد یا عورت مشرک نہ ہو۔
۲ : شرط یہ ہے کہ وہ چوری نہ کرے۔
۳ : زنا نہ کرے۔
۴ : اپنی اولاد کو بھوک یا شرمساری کی وجہ سے قتل نہ کرے بعض عورتیں ناجائز حمل کو ضائع کر دیتی ہیں یہ بھی قتل ہے۔
۵ : اور ہاتھ پاؤں کے درمیان سے بہتان نہ گھڑے یعنی نسب کسی کا ہو اور لگائے کسی پر
۶ : اور آخری شرط یہ ہے کہ کسی نیک کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے فرمانی نہ کرے

غزوہ خیبر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے نتیجے میں قریش سے مطمئن ہو گئے تو اب خیبر کے یہود کی طرف متوجہ ہوئے، کیونکہ جنگ خندق میں وہی مشرکین کے تمام قبائل کو ابھار کر لائے تھے، اور بنو قریظہ کو بھی انہوں نے ہی غدر و خیانت پر آمادہ کیا تھا۔ بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس آکر ذوالحجہ کا پورا مہینہ اور محرم کے چند دن مدینہ میں قیام فرمایا، پھر محرم کے باقی دنوں میں خیبر کے لئے روانہ ہو گئے، مفسرین کا کہنا ہے کہ خیبر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا، جو اس نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے فرمایا تھا۔

فتح خیبر کا وعدہ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ پ۲۶ سورۃ فتح آیت ۲۰۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ہی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمہارے لئے یہ غنیمت جلدی دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے دور کر دیا، اور تاکہ یہ چیز مومنوں کے لئے نشانی ہو جائے اور تمہیں سیدھی راہ کی ہدایت نصیب کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی فتوحات کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ یعنی مومنوں کو اللہ تعالیٰ بہت غنیمتیں دے گا، جن میں سے پہلی غنیمت خیبر کی غنیمت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے لڑائی نہیں ہونے دی، صرف محاصروں سے یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، وہ جیسے چاہے کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں صرف ان لوگوں کو اجازت دی ہے جو غزوہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ گئے تھے۔

اور جو اعراب غزوہ حدیبیہ میں نہیں گئے تھے انہیں غزوہ خیبر میں جانے سے روک دیا گیا

جیسے اگلی آیات میں مذکور ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا

قَالَ اللّٰہُ مِن قَبلُ فَسَیَقُولُونَ بَل تَحسُدُونَنَا بَل کَانُوا لَا یَفقَھُونَ اِلَّا قَلِیلًا ۔ پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۵۔ ذَرُونَا نَتَّبِعکُم یُرِیدُونَ اَن یُّبَدِّلُوا کَلَامَ اللّٰہِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا کَذٰلِکُم

ترجمہ:۔ عنقریب غزوہ حدیبیہ سے پیچھے رہنے والے کہیں گے جب تم غنیمتوں کو حاصل کرنے کے لئے چلو گے ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے کی اجازت دے دو، اللہ تعالیٰ کی کلام کو بدلنا چاہتے ہیں تم ان کو کہو کہ تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آسکتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے تو پھر کہیں گے بلکہ تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو بلکہ وہ لوگ تھوڑا ہی سمجھتے ہیں۔

غزوہ خیبر کے چند چیدہ واقعات

۱ :۔ حضرت ابوہریرہ اسی غزوہ کے دوران مسلمان ہو کر شریک ہوئے۔
۲ :۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دوسرے اشعری قبیلہ کے لوگ اسی غزوہ کی فتح کے موقعہ پر آپ کی خدمت میں پہنچے۔
(۳) حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب سے شادی اسی موقعہ پر ہوئی۔
۴ :۔ زہر آلود بکری کے گوشت کھلانے کا واقعہ اسی موقعہ پر ہوا۔
۵ :۔ فدک اسی موقعہ پر فتح ہوا۔
۶ :۔ لیلۃ التعریس کا واقعہ بھی اسی غزوے سے واپسی پر سامنے آیا۔

غزوہ فتح مکہ

صلح حدیبیہ میں صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں داخل ہونا چاہیئے، داخل ہو سکتا ہے اور جو قریش کی پناہ

میں داخل ہونا چاہئے، داخل ہو سکتا ہے جب اسی شرط کی بناء پر بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پیمان میں داخل ہو گئے۔ اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہو گئے۔ تو اس وقت بنو بکر نے بنو خزاعہ سے بدلہ لینے کے لئے رات کی تاریکی میں ان پر حملہ کر دیا، اور قریش نے ان کی مدد کی اب بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ ہماری امداد کریں تاکہ ہم بنو بکر سے بدلہ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ تیاری شروع کر دی

حضرتؓ حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ

ادھر حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک رقعہ لکھ کر یہ اطلاع بھیجی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر حملہ کرنے والے ہیں، انہوں نے یہ رقعہ ایک عورت کو دیا، اور اسے قریش تک پہنچانے کا معاوضہ بھی مقرر کیا تھا۔ عورت سر کی چوٹی میں رقعہ چھپا کر روانہ ہوئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اطلاع کر دی، آپ نے حضرت علی حضرت مقداد حضرت زبیر اور حضرت ابو مرثد غنوی کو بھیجا کہ جاؤ روضہ خاخ پر ایک عورت کے پاس رقعہ ہے اسے لاؤ، چنانچہ یہ حضرات گھوڑوں پر سوار تیزی سے وہاں پہنچے تو وہاں عورت موجود تھی، انہوں نے اس سے خط مانگا اس نے انکار کیا، انہوں نے اس کے کجاوے کی تلاشی لی، لیکن کچھ نہ ملا، حضرت علی نے کہا کہ خدا کی قسم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں تو یا تو خط نکال ورنہ ہم تجھے ننگا کریں گے تو اس وقت اس نے سر کی چوٹی سے خط نکال کر ان کے حوالے کیا وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس میں یہ تحریر تھا، حاطب بن ابی بلتعہ کیطرف

سے قریش کی طرف اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلا کر پوچھا اے حاطب یہ کیا ہے، اس نے کہا اے اللہ کے رسول مجھ پر جلدی نہ کرنا، اللہ کی قسم اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان ہے نہ میں مرتد ہوا ہوں اور نہ مجھ میں کوئی تبدیلی آئی ہے بات صرف اتنی ہے کہ میں قریش کا آدمی نہیں ہوں میرے بال بچے وہاں ہیں اور میری ان سے کوئی رشتہ داری نہیں جس کی وجہ سے وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں، آپ کے دیگر صحابیوں کے رشتہ دار وہاں موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کر رہے ہیں، اسی لئے میں نے چاہا کہ میں ان پر ایک احسان کر دوں، جس کی وجہ سے وہ بچوں کی حفاظت کریں گے، حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ مجھے چھوڑ دیئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے آپ نے فرمایا اے عمر تجھے کیا پتہ شاید اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کا دل دیکھ کر فرمایا تھا کہ اے اہل بدر آج کے بعد جو تم کرو اللہ تعالےٰ نے تمہیں معاف کر دیا، یہ سن کر حضرت عمر رونے لگے اور کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں اس پر سورۃ ممتحنہ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت حاطب کے بارے میں قرآنی آیات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً

وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔ پ۲۸ سورۃ ممتحنہ آیت ۱ تا ۳ ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست جن کی طرف تم اپنی دوستی ڈالتے ہو، حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہاری طرف آیا ہے، انہوں نے اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس لئے نکالا کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا پروردگار ہے اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرتے اور میری رضا چاہنے کے لئے نکلے ہو، (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان سے خفیہ دوستی رکھتے ہو، حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور جس نے یہ کام کیا وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا، اگر انہوں نے تمہیں کہیں پالیا تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے، اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ لمبی کریں گے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ، ہرگز تمہیں تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد کام نہیں دے گی، قیامت کے دن تمہارے درمیان اللہ جدائی ڈال دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔

سورۃ ممتحنہ کی ان آیات میں سے پہلی آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو مومن کہا ہے، اور اس کو اور تمام مومنوں کو مشرکین اور کافرین کی دوستی سے منع فرمایا، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول اور صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے ہجرت پر مجبور کیا تھا۔ یعنی وہ تمہارے اور تمہارے ایمان کے دشمن ہیں۔ ان سے نہ علانیہ دوستی رکھو، اور نہ چھپی ہوئی دوستی رکھو۔ ان سے دوستی رکھنے والا گمراہ متصور ہوگا۔ دوسری آیت میں فرمایا

کہ ان کی دوستی دھوکہ پر مبنی ہوگی، ان کو جب ہی تمہارے خلاف موقعہ ملا تو وہ تمہیں اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے ایذا پہنچائیں گے، پھر تیسری آیت میں فرمایا کہ اپنی اولاد اور رشتہ داروں کے بچاؤ کے لئے بھی ان سے دوستی نہ رکھو، کیونکہ یہ نسب اور رشتے قیامت کے دن کام نہیں آئیں گے بلکہ قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی دوسرے کے بچاؤ کیطرف دھیان ہی نہیں کرے گا۔

غزوہ فتح مکہ کا سفر

رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف رخ فرمایا آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام تھے راستہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب آپ کے چچا اپنے بال بچوں سمیت مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آپ کے ساتھ مل گئے پھر ابوسفیان بھی راستہ میں ملا۔ آپ نے اس سے رخ موڑ لیا حضرت علی نے اسے سمجھایا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر وہی کلمے دوسرا جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے سامنے کہے تھے، چنانچہ ابوسفیان نے آپ کے سامنے آکر کہا۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

پارہ ۱۳ سورۃ یوسف آیت ۹۱۔

ترجمہ:۔ اللہ کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے، اور ہم یقیناً خطا کار تھے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً جواب میں فرمایا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

پارہ ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۹۲۔
ترجمہ:۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

سفر کے روزے کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر جاری رکھا، جب صحابہ کرام شدت پیاس اور بھوک سے سفر جاری نہیں رکھ سکتے تھے تو آپ نے روزہ کھولا تو صحابہ کرام نے بھی روزے کھول دیئے کئی صحابہ کرام نے روزے نہیں کھولے تھے آپ نے فرمایا اُولٰئِکَ العُصَاۃُ یہی لوگ بے فرمان ہے تو اس وقت انہوں نے بھی کھول دیئے۔

ابوسفیان کا اسلام

ابوسفیان کو حضرت عباس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا: اے ابوسفیان کیا اب بھی تمہارے لیئے وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، ابوسفیان نے کہا میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہوتا تو اب تک میرے کام آیا ہوتا تو اس وقت ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے آپ کے اردگرد مہاجرین وانصار تھے آپ نے حجر اسود کو چوما، اس کے بعد

بیت اللہ کا طواف کیا آپ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی، بیت اللہ میں اور اس کے ارد گرد اور چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے، آپ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکریں مارتے تھے، اور کہتے تھے :۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۱

ترجمہ: حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والی چیز ہے۔

آپ کی ٹھوکر سے بت چہروں کے بل گرتے جاتے تھے، آپ نے اونٹنی پر طواف کیا حضرت عثمان بن طلحہ سے چابی لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا آپ نے اندر حضرت ابراہیم، اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں ان کے ہاتھ فال گیری کے تیر تھے، آپ نے مشرکین پر بددعا فرمائی، اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو تباہ کرے، ان دونوں پیغمبروں نے کبھی فال کے تیر استعمال نہیں کئے تھے، آپ نے تمام تصویروں کو مٹا دیا، پھر آپ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، حضرت اسامہ اور حضرت بلال اندر تھے پھر دروازے کے سامنے والی دیوار کی طرف رخ کیا، جب دیوار تین ہاتھ کے فاصلے پر رہ گئی تو وہیں ٹھہر گئے دو کھمبے آپ کے بائیں جانب تھے، اور ایک کھمبا دائیں جانب اور تین کھمبے پیچھے کی طرف آپ نے وہیں نماز پڑھی پھر تمام گوشوں میں تکبیر و توحید کے کلمات کہے، پھر دروازہ کھولا قریش مسجد حرام میں صفیں بنائے، اس انتظار میں تھے کہ آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، آپ نے بیت اللہ کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلا اسی نے تمام جتھوں کو شکست دی، پھر آپ نے اپنے قریش بھائیوں کو معاف کر دیا، اور

کہا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں اے قریشیو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا تکبر اور باپ دادا کے فخر کا خاتمہ کر دیا ہے ۔ سارے لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّأُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰکُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔

پارہ ۲۶ سورۃ حجرات آیت ۱۳ ۔

ترجمہ :۔ اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم سے زیادہ پرہیزگار ہے ۔

فتح مکہ کی بشارت

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا

پارہ ۳۰ سورۃ نصر آیت ۱ سے ۳ تک ۔

ترجمہ :۔ جب اللہ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوگیا اور دیکھے گا تو لوگوں کو داخل ہوں گے اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں پھر تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس سے معافی مانگ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۔

مکہ کی فتح کے بعد لوگ دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے ۔

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد لوگوں میں اسلام کی محبت بہت بڑھ گئی کفار و مشرکین کی قوت مدافعت نہ ہونے کے برابر ہو گئی لیکن بعض اڑیل متکبر قبائل مثلاً ثقیف اور ہوازن نے مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی روانگی کی اطلاع پہنچ گئی تو آپ کو مکہ میں آئے ہوئے ۱۹ دن ہو چکے تھے آپ نے جب مکہ سے حنین کی طرف کوچ فرمایا تو آپ کے ساتھ بارہ ہزار کی تعداد تھی، دس ہزار وہ جو آپ کے ساتھ فتح مکہ کے لئے آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم باشندگان مکہ سے تھے حنین جاتے ہوئے لوگوں نے ایک بیر کا درخت دیکھا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا مشرکین عرب اس پر ہتھیار لٹکاتے تھے، اس کے پاس جانور ذبح کرتے تھے بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرض کیا کہ آپ بھی ہمارے لئے اسی طرح کا ذات انواط بنا دیجئے آپ نے فرمایا اللہ اکبر اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم نے ویسی بات کہی جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی، اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ہمارے لئے بھی ایسے الٰہ بنا دو جیسے ان کے الٰہ ہیں فرمایا یہ طور طریقے ہیں تم بھی پہلوں کے طور طریقوں پہ سوار ہو گئے، راستے میں کئی لوگوں نے لشکر کی کثرت کی وجہ سے کہا تھا کہ ہم آج ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔

غزوہ حنین کا ذکر مسلم کی حدیث میں

حضرت انس کا بیان مسلم شریف میں یوں مروی ہے کہ ہم نے مکہ فتح کیا، پھر حنین پر چڑھائی کی مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو میں نے کبھی نہیں دیکھیں سواروں کی صف پھر پیدل چلنے والوں کی صف پھر ان کے پیچھے عورتیں بھیڑ بکریاں پھر دوسرے چوپائے ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے ہمارے سواروں کے دائیں جانب خالد بن ولید تھے، مگر ہمارے سوار دشمن کی تیر اندازی کی وجہ سے) ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ لینے لگے اور تھوڑی دیر میں ہمارے سوار بھاگ گئے اعراب بھی بھاگ گئے، اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔ جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، لوگو! میری طرف آؤ، اس وقت آپ کے ساتھ چند مہاجرین اور انصار کے سوا کوئی نہیں تھا، اس وقت آپ نے انتہائی شجاعت کا اظہار فرماتے ہوئے کافروں کی طرف رخ کر کے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ۔

ترجمہ:۔ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اس کے بعد صحابہ کرام کو آواز دی گئی جس سے تمام صحابہ کرام اکٹھے ہو گئے اور لڑائی دوبارہ شروع ہو گئی، پھر آپ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی کفار کی طرف شَاہَتِ الْوُجُوْہُ۔ چہرے بگڑ جائیں کہہ کر پھینکی اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کو کافروں کی آنکھوں تک پہنچایا جس سے ان کو شکست ہونی شروع ہو گئی، دشمن کے تقریباً (۷۰) ستر آدمی مارے گئے، اور

ان کا مال ہتھیار اور بچے مسلمانوں کے کام آئے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

غزوہ حنین میں شکست کے بعد فتح

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۲۵ تا ۲۷ ۔

ترجمہ۔ یہ پختہ بات ہے کہ اللہ نے تمہاری بہت مقاموں پہ مدد فرمائی بالخصوص حنین کے دن جب تمہیں تمہاری کثرت نے خود پسندی میں ڈال دیا تھا، پھر وہ تمہارے ذرہ بھر بھی کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہو گئی تھی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی اپنے رسول پر نازل کی اور مؤمنوں پر اور ایسے لشکر نازل کئے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو عذاب دیا، اور یہ سزا ہے کافروں کی پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی، اس کے بعد جس کی چاہی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ اللہ نے بہت مقامات پر تمہاری مدد فرمائی لیکن بالخصوص حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت تعداد اور کثرت اسلحہ پر ناز تھا، لیکن تمہاری طاقت رتی بھر بھی تمہارے کام نہ آئی اور حنین کی زمین باوجود کھلے

ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی تھی، تمہارا وہاں ٹھہرنا بھی محال ہوگیا تھا، بالآخر تم وہاں سے شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے انبیاء اولیاء اسی کے محتاج ہیں انبیاء اولیاء کا حاجت روا مشکل کشا بھی صرف وہی ہے صحابہ کرام جیسا ولی کون ہوسکتا ہے، صحابہ کرام میں چاروں خلفاء بھی موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے، اللہ تعالےٰ نے ان سب کو مخاطب فرما کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت مقامات پر تمہاری مدد کی لیکن حنین کی مدد کا تو کیا کہنا اس میں تو تم سب نے شکست کھا کر پیٹھ پھیر لی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری شکست کے بعد تمہیں کیسی فتح دی، آسمانوں سے تم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تسلی نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے دیکھا تک نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے لشکر اور تمہارے ذریعے کافروں کو عذاب دیکر شکست سے دوچار کیا۔

غزوہ تبوک

غزوہ فتح مکہ کے بعد اہل عرب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی شک باقی نہیں رہ گیا تھا، اسی لئے حالات کی رفتار بالکل بدل گئی اور لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوگئے، مگر اب ایک ایسی طاقت کا رخ مدینہ کی طرف ہوچکا تھا جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑی فوجی قوت کی حیثیت رکھتی تھی اور وہ رومیوں کی طاقت تھی رومیوں کی طرف سے مدینہ میں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ رومی مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری کر رہے ہیں اسی

لئے مسلمانوں کو ہر وقت یہ خوف لگا رہتا کہ کہیں رومی ہم پر حملہ آور نہ ہو جائیں، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ اسی ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر ایلاء کر لیا تھا، اور انہیں چھوڑ کر ایک بالاخانے میں علیحدہ ہو گئے تھے، صحابہ کرام نے سمجھا کہ آپ نے شاید انہیں طلاق دے دی ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام میں شدید اضطراب تھا، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم میں چرچا تھا کہ آل غسان یعنی رومی اور ان کے ماتحت عربوں نے ہم پر چڑھائی کرنے کے لئے تیاری کر لی ہے ایک روز میرا ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی باری پر گیا اور عشاء کے وقت واپس آیا میرا دروازہ بڑے زور سے کھٹکھٹایا میں گھبرا کر باہر آیا، اس نے کہا بڑا حادثہ ہو گیا ہے میں نے کہا کیا ہو گیا ہے کیا غسانی آگئے ہیں، اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بڑا حادثہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ بعد بالاخانے سے اتر آئے۔

ایلاء اور آیت تخییر

ایلاء بیویوں کے پاس چار ماہ نہ جانے کی قسم ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیویوں نے زائد خرچہ کا مطالبہ کیا تھا۔ جس پر آپ نے ایلاء کیا تھا، اور آیت تخییر نازل ہوئی جو اس طرح ہے،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ

مِنكُنَّ اَجْرًا عَظِيمًا ۔ پ ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۲۸ و ۲۹ ۔

ترجمہ:۔ اے نبی تو اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دے کر چھوڑ دیتا ہوں اور اگر تم اللہ کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے بہت بڑا انعام تیار کیا ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے پر سب ازواج مطہرات نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کو چاہتی ہیں ہم دنیا نہیں چاہتیں اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی غسانی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اور منافقین مسلسل مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے ان کی خبریں پہنچا رہے تھے، صرف خبریں پہنچانے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی خفیہ سازشیں بھی کرتے تھے اسی سازش کے لئے انہوں نے ایک مسجد بنائی۔

مسجد ضرار

اللہ تعالیٰ نے ان کی مسجد کو مسجد ضرار کہا، قرآن مجید میں یہ واقعہ اس طرح ہے

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ

فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۔ پ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۰۷ سے ۱۱۰ تک۔

ترجمہ :۔ اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان دینے کے لئے اور کفر کے لئے اور مومنوں کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے انتظار کے لئے اور قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ نیکی کا ہے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں تو اس میں ہرگز نہ کھڑا نہ ہو کبھی بھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر پہلے دن سے رکھی گئی ہے وہ زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں قیام کر اس میں ایسے آدمی ہیں جو پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے، بھلا جس کی بنیاد اللہ کے ڈر پہ اور اس کی رضا پہ رکھی گئی ہو وہ بہتر ہے یا وہ جس کی کمزور گرنے والے کنارے پر رکھی گئی ہو جو اس کو جہنم میں لے گرے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ہمیشہ ان کا یہ مکان جو انہوں نے بنایا ہے ان کے دلوں میں کھٹکتا رہے گا، مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ علم اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر پھیلانے کے لئے اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے پرانے دشمنوں کے لئے چھاؤنی بنائی ہے حالانکہ وہ مسجد بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں اٹھاتے تھے کہ ہم نے یہ مسجد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بنائی لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو کہا کہ آپ اس مسجد کا افتتاح فرمائیں، آپ اس میں نماز پڑھیں، تاکہ یہ مسجد بابرکت ہو جائے آپ نے ان سے وعدہ فرما لیا تھا، کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر میں اس مسجد میں نماز پڑھوں گا۔

رومیوں سے جنگ کی تیاری کا اعلان

پہلے آپ کا دستور تھا کہ جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو کسی اور جانب جانے کا اظہار کرتے لیکن غزوہ تبوک میں آپ نے صاف واضح اعلان فرمایا کہ تیاری کرو، رومیوں سے لڑائی کرنی ہے۔

غزوہ تبوک کا حکم

غزوہ تبوک پر جانے کا اللہ تعالیٰ نے یوں حکم دیا :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ پ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۳۸ و ۳۹۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کے لئے کہا گیا ہے تو تم زمین کی طرف بوجھل ہو گئے ہو کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو دنیا کا سامان آخرت کے بدلے تھوڑا ہے اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے سوا دوسری قوم بدل دے گا، اور تم اس

کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو غزوہ تبوک میں جانے کی ترغیب کے ساتھ ساتھ نہ جانے پر ترہیب بھی فرمائی ہے۔ ترغیب اس طرح کہ غزوہ تبوک پر جانے سے تمہاری آخرت بنے گی، دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں انتہائی حقیر اور قلیل ہے اور ترہیب اس طرح کہ اگر تم اس غزوہ پر نہ گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے کر ختم کر دے گا، پھر تمہارے بدلے کوئی دوسری قوم لائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔

اس تبدیلی پر تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پھر آیت ۴۰ میں فرمایا کہ اگر تم نے اس کے پیغمبر کی مدد نہ کی تو سن لو اس کو تمہاری مدد کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس کا مددگار صرف اللہ تعالیٰ کافی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی جب اس کو کافروں نے گھر سے نکالا۔ وہ دوسرا تھا دو کا جب دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے پیارے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے پیغمبر پر تسلی نازل کی اور اس کو ایسے لشکروں کے ساتھ مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا تھا۔

غزوہ تبوک پر جانے کا حکم

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ

وَسَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَوِ اسۡتَطَعۡنَا لَخَرَجۡنَا مَعَکُمۡ یُہۡلِکُوۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ - آیت ۴۱ و ۴۲ -

ترجمہ:- کوچ کرو ہلکے ہونے کی صورت میں اور بھاری ہونے کی صورت میں اور اپنے مالوں جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو یہ چیز تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو اگر سامان قریب اور سفر درمیانی ہوتا، تو پھر تیرے پیچھے آتے، لیکن ان پر مشقت بھاری ہوگئی، اور عنقریب اللہ کی قسمیں اٹھائیں گے اگر ہمارے پاس طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ نکلتے اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت کے اندر غزوہ تبوک پر جانے کا حکم ہے کہ ہر حال میں اس غزوہ پر جانے کے لئے نکلو خواہ تمہارے پاس اسلحہ ہے یا نہیں خوراک ہے یا نہیں سواری ہے یا نہیں خِفَافًا وَّثِقَالًا کے یہ تینوں معانی ہو سکتے ہیں، یہ سفر جہاد تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو، دوسری آیت میں فرمایا کہ اگر اس غزوہ میں سفر تھوڑا ہوتا، اور مال غنیمت بہت ملنے کی توقع ہوتی تو وہ ضرور تمہارے ساتھ جاتے لیکن چونکہ اس غزوہ میں سخت گرمی کا موسم تھا لوگ تنگی قحط سالی سے دوچار تھے سواریاں کم تھیں پھل پک چکے تھے، اس لئے سائے اور پھلوں میں رہنا چاہتے تھے فی الفور روانگی نہیں چاہتے تھے نیز مسافت کی دوری اور راستہ کی پیچیدگی اور دشواری تھی، اسی لئے وہ جانا نہیں چاہتے تھے، لیکن ان میں منافقین تو ویسے ہی نہ جانا چاہتے تھے، اور نہ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر قسمیں اٹھا کر کہنے لگے کہ اگر ہمارے پاس طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چلتے سورۃ توبہ میں اگلے سالم رکوع میں منافقین کے

بہانوں کا ذکر ہے بلکہ آگے سات رکوعوں تک انہیں کے کارناموں کا تفصیلی ذکر ہے۔ مثلاً رکوع ۱۱ آیت ۸۱ میں،

غزوہ تبوک پر انکے نہ جانے کی خوشی کا یوں ذکر کیا گیا ہے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ الخ

ترجمہ:۔ غزوہ سے پیچھے رہنے والے خوش ہوئے اپنے گھروں میں بیٹھنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور انہوں نے اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے کو ناپسند سمجھا، اور انہوں نے کہا کہ تم گرمی میں نہ کوچ کرو، تو کہہ جہنم کی آگ سخت گرم ہے کاش سمجھنے والے ہوتے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ غزوہ تبوک نہایت سخت گرمیوں میں واقع ہوا اور اس سے پہلے آیت ۴۲ میں گذرا ہے کہ غزوہ تبوک میں سفر دور دراز طے کر کے وہاں پہنچنا تھا،

غزوہ تبوک میں سواریوں کی کمی

اور اس غزوہ میں سواریوں کی کمی کا ذکر رکوع ۱۲ میں یوں ہے:۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَنْ لَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَّكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۔ آیت ۹۰ سے ۹۳ تک۔

ترجمہ۔ اور جانگلی لوگ آئے تاکہ انہیں اجازت دی جائے اور بیٹھ گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا عنقریب ان میں سے کفر کرنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ کمزور مریض اور نادار لوگوں پر کوئی حرج نہیں جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے خیر خواہی کریں نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے جو تیرے پاس آتے ہیں تاکہ تو انہیں سواری دے دے تو پھر تو انہیں کہتا ہے کہ میرے پاس وہ چیز نہیں جس پر میں تمہیں سوار کروں، وہ واپس جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اس غم سے کہ ان کے پاس وہ چیز نہیں جو خرچ کریں، الزام ان لوگوں پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ دولت مند ہیں وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں، اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ نہیں جانتے۔

ان آیات میں منافقوں کے جھوٹے بہانوں کے ساتھ ان مخلص مسلمانوں کا ذکر ہے جو کمزوری اور مرض اور ناداری کی وجہ سے غزوہ تبوک پر نہیں جا سکے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر کوئی گناہ

نہیں اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواریاں حاصل کرنے کے لئے آتے تھے تاکہ ان سواریوں پر سوار ہو کر غزوہ تبوک میں شامل ہو سکیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواریوں کی کمی کے پیش نظر فرماتے تھے کہ میرے پاس بھی سواریاں نہیں جن پر میں تمہیں سوار کر سکوں تو وہ روتے ہوئے واپس ہوتے تھے کہ کاش آج ہمارے پاس سواریاں ہوتیں تو خود بھی اس غزوہ میں جاتے اور لوگوں کو ساتھ لے جاتے آخر میں فرمایا کہ اصل مجرم وہ ہیں جن کے پاس دولت بھی ہے سواریاں بھی ہیں لیکن وہ غزوہ تبوک جانا نہیں چاہتے بلکہ عورتوں کے پاس گھر میں بیٹھنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اسی لئے وہ جہاد میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔

غزوہ تبوک کیلئے صدقات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان اور ترغیبات پر تیس ہزار مردان جنگی تیار ہوئے حضرت علیؓ کو اپنے اہل عیال کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ میں ہی رہنے کا حکم دیا، لیکن جب منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی تو وہ مدینہ سے نکل کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملے۔ آپ نے پھر انہیں واپس کر دیا اور کہا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی

ترجمہ:۔ تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی یعنی تو میرا بھائی ہے۔

اس غزوہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کی بھی بہت ترغیب دی بعض صحابہ کرام نے تھوڑا بہت جو کچھ ان کے گھر

میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر رکھ دیا جس پر بعض منافقین نے طعن کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ آیت ۷۹ میں یوں ذکر کیا۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو خوشی سے صدقات کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہوں نے اپنی محنت مزدوری سے خرچ کیا وہ ان پر مذاق کرتے ہیں اللہ ان پر مذاق کرے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

غزوہ تبوک کیلئے صدقات پر طعن

یعنی منافق بہت زیادہ خیرات کرنے والوں پر ریاء کا طعن لگاتے اور تھوڑا خرچ کرنے والوں کا مذاق اڑاتے اسی لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے۔

مقام عثمانؓ

بہت زیادہ خرچ کرنے والوں میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے تو غزوہ تبوک کیلئے ایک قافلہ تیار کیا جس میں پالان اور کجاوے سمیت دو سو اونٹ تھے، اور دو سو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) چاندی صدقہ کی پھر ایک سو اونٹ پالان کجاوے سمیت صدقہ کیا، اس کے بعد ایک ہزار دینار (تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونے کے سکے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر بکھیر دیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الٹتے جاتے تھے، اور فرماتے جاتے تھے آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں انہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

ترمذی باب مناقب عثمان؛ اسی طرح عبدالرحمان بن عوف نے دو سو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) چاندی لائے، حضرت ابوبکر اپنے گھر کا سارا مال لائے۔

غزوہ تبوک پر جانیوالوں کی تعریف

لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ سورۃ توبہ آیت ۱۱۷۔

ترجمہ: البتہ تحقیق اللہ نے رجوع برحمت فرمایا نبی پر اور ان مہاجرین انصار پر جنہوں نے اس کی اتباع کی تنگی کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھے کہ ٹیڑھے ہو جاتے دل ان میں سے ایک جماعت کے بے شک وہ ان کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اس غزوہ کو ساعۃ العسرۃ سے کیوں تعبیر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غزوہ قحط سالی کے موسم میں ہوا اور ان دنوں میں سخت گرمی تھی اور خرچ اور پانی کی سخت کمی تھی حتی کہ دو آدمی ایک کھجور کے دانہ کو آپس میں نصفا نصف تقسیم کرتے تھے بلکہ ایک کھجور کے دانہ کو ایک آدمی چوس کر اوپر سے پانی لیتا تھا، پھر دوسرا آدمی اسے چوستا تھا، اور پانی لیتا تھا، پھر پتوں کے کھانے کی نوبت آگئی جس سے ہونٹوں پر ورم آگیا سواری کی اتنی کمی تھی کہ اٹھارہ آدمیوں کی سواری کے لئے صرف ایک اونٹ ہوتا تھا، اور پیاس کی اتنی

شدت ہوتی تھی کہ اونٹ کو ذبح کر کے اس کے معدے اور آنتوں سے اندر جمع شدہ پانی اور تری پی جا سکے راستے میں لشکر کو پانی کی سخت ضرورت پڑی، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا، بارش ہوئی لوگوں نے جی بھر کر پانی پیا، اور ضرورت کا پانی لاد بھی لیا، یہ دلیل ہے کہ حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ کی ذات ہے، ورنہ صحابہ کرام پر یہ مشکل گھڑیاں اور تکالیف کیوں آتیں راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر، عصر کی نمازیں اکٹھی اور مغرب عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے، کبھی ظہر، عصر، ظہر کے وقت میں اور کبھی ظہر، عصر، عصر کے ٹائم میں اور اسی طرح مغرب عشاء مغرب کے وقت میں یا مغرب، عشاء عشاء کے ٹائم پڑھ لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ سے بغیر لڑائی کے آپ کو اور صحابہ کرام کو کامیابی کے ساتھ واپس کیا۔

تین صحابہ کرام کا قرآنی واقعہ

اس غزوہ میں پیچھے رہنے والے یا منافق تھے یا معذور لیکن مخلص صحابہ بھی اس غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ یوں بیان فرمایا:۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۸۔

ترجمہ:۔ اور ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی جو غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ جب ان پر زمین (مدینہ کی) تنگ ہوگئی باوجود کھلی ہونے کے اور ان پر انکی

جانیں بھی تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر رحمت فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں بے شک اللہ تعالےٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تینوں صحابیوں کا واقعہ حدیث میں

اس آیت کی تفسیر میں حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں مسند احمد کی روایت لائے ہیں جو اس طرح ہے کہ حضرت کعب کا بیٹا عبیداللہ جوان کے نابینا ہونے کے بعد ان کا قائد تھا، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس کی یہ حکایت سنی جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ میں پیچھے رہ گیا تھا، اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا سوائے تبوک کے مگر میں بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا لیکن اس غزوہ میں شریک نہ ہونے والوں پر کسی قسم کی کوئی سرزنش نہیں کی گئی تھی، کیونکہ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تجارتی قافلے کو پکڑنا چاہتے تھے لیکن ان کی کافروں سے ٹکر ہوگئی، بغیر کسی وعدہ کے اور میں رسول اللہ کے پاس لیلۃ العقبہ میں حاضر ہوا جب ہم نے آپ سے اسلام پر مضبوط رہنے کا عہد کیا تھا، اور وہ رات اتنی قیمتی تھی کہ میں اس کے بدلے بدر کی حاضری کو بھی پسند نہیں کرتا اگرچہ لوگوں میں بدر کی حاضری کی زیادہ شہرت ہے، اور غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ یوں ہوا کہ اس وقت میرے پیچھے رہ جانے کا کوئی عذر باقی نہیں تھا، کیونکہ اس وقت میرے پاس دو سواریاں تھیں، اس سے پہلے کسی غزوہ میں میرے پاس دو سواریاں نہیں تھیں، اور اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

توریہ بھی نہیں فرمایا بلکہ صاف صاف فرما دیا کہ غزوہ تبوک کے لئے جانا ہے، کیونکہ اس میں مسافت بعیدہ تھی اور گرمی شدیدہ اور سفر جنگل کا اور دشمن کثیر سے مقابلہ تھا، اس لیئے آپ نے واضح دوٹوک لفظوں میں بتا دیا تاکہ لوگ اچھی طرح تیاری کرلیں، تو آپ نے جہاں جانا تھا، اس جانب کا پتہ بتا دیا تو بہت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھے ہو گئے، حضرت کعب کہتے ہیں، اس غزوہ میں انسان بآسانی چھپ سکتا تھا، جب تک اس کے بارے وحی نازل نہ ہوتی تو پتہ نہ چل سکتا تھا، آپ نے اس غزوہ کے لئے اس وقت تیاری فرمائی جب پھل پک چکے تھے، اور سائے گھنے ہو چکے تھے، اور میں ایسی چیزوں کا دلدادہ تھا، آپ نے اور آپ کے ساتھ مومنوں نے تیاری کر لی میں بھی تیاری کے لیے اٹھا، لیکن تیاری نہ کر سکا اور میں نے کہا کہ میں جب چاہونگا ان کے پیچھے پہنچ جاؤں گا۔ اسی تیاری میں سستی کرتا رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ اور مومن چلے گئے میں نے کہا ایک دن بعد یا دو دن بعد پہنچ جاؤں گا لیکن پھر بھی نہ جا سکا، پھر مجھے اس بات سے بہت دکھ ہوا کہ جب میں باہر نکلتا تو یا معذور کو دیکھتا یا منافق کو لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں پہنچ گئے تو اس وقت آپ نے مجھے یاد کیا اور کہنے لگے کہ کعب بن مالک نے کیا کیا تو بنی مسلمہ کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول اس کی سفید پوشی اور تکبر نے اسے روک لیا ہے تو معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے بہت برا کلمہ کہا ہے اے اللہ کے رسول ہم اس پر خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے تو کعب کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آنے لگے تو میں نے سوچا کہ آپ کی ناراضگی سے کیسے بچوں اور اپنے گھر والوں سے بھی مشورے کرنے لگا پھر

جب کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں، تو میرے دل میں جو جھوٹ بولنے کے تخیلات تھے سب مٹ گئے، اور میں نے تہیا کیا کہ آپ کے سامنے سچ بولنے سے ہی نجات ہو سکتی ہے، جب آپ اپنی عادت مبارکہ کے مطابق مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے دو رکعتیں نفل پڑھے، پھر لوگوں کے لئے مسجد میں ہی بیٹھ گئے، تو آپ کے پاس جھوٹے بہانے والے بہانے بیان کرتے اور قسمیں اٹھاتے گئے، تو آپ نے ان پر اعتماد کر کے ان کے بہانے قبول کر لئے اور ان کے باطن اللہ کے سپرد کر دیئے جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، تو آپ نے غصہ آمیز مسکراہٹ کے بعد فرمایا کہ ادھر آ تو میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا تو کیوں نہیں آیا، کیا تیرے پاس سواری نہیں تھی، تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر میں آپ کے سوا کسی دوسرے دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں اس کے سامنے عذر کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیونکہ اس کام میں مجھے مہارت حاصل تھی، لیکن اللہ کی قسم اگر میں آپ کے پاس جھوٹ بول کر آپ کو راضی کر لوں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال بتا کر آپکو مجھ پر ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ کو سچ بتا دوں اگرچہ آپ اس سے مجھ پر ناراض ہو جائیں گے، لیکن ہو سکتا ہے کہ میری عاقبت بہتر ہو جائے، اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم ہے میرا کوئی عذر نہیں کیونکہ میں اتنا فارغ اور آسانی میں کبھی نہ تھا جتنا اس مرتبہ تھا، صرف سستی سے نہیں پہنچ سکا۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے آپ نے فرمایا اٹھ جا، اللہ تعالیٰ ہی تیرے بارے فیصلہ فرمائے گا۔ جب میں وہاں سے اٹھا تو بنو سلمہ کے کئی آدمی میرے پیچھے لگ گئے اور کہنے لگے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی بڑا گناہ نہیں کیا، تو نے دوسرے پیچھے رہ جانے والوں

کی طرح عذر کیوں پیش نہیں کیا، تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معافی مانگنا
کافی ہو رہتا تو کعب کہتے ہیں انہوں نے مجھے اتنا ورغلایا قریب تھا کہ میں
واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنے آپ کو جھٹلا دیتا، لیکن میں
نے ان سے پوچھا کہ میرے اس کام میں کوئی دوسرا بھی میرے ساتھ شریک ہے
انہوں نے کہا دو آدمی دوسرے بھی اسی طرح کہہ گئے ہیں جیسے تو نے کہا اور
ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کہا جیسے تجھے فرمایا ہے میں نے
پوچھا وہ دو کون ہیں انہوں نے کہا ایک مرارہ بن ربیع عامری ہے، اور
دوسرا ہلال بن امیہ واقفی انہوں نے میرے سامنے ان دو آدمیوں کا ذکر کیا جو
بدر میں شریک ہوئے تھے، میں نے کہا میرے لئے ان دونوں کی پیروی بہتر
ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے کلام کرنے کو منع فرما دیا
لوگ ہم سے دور ہو گئے ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ وہ زمین ہی نہیں جس
میں رہتے تھے، ہم نے اسی حالت میں پچاس راتیں گذاریں میرے دونوں ساتھی
تو گھر میں بیٹھے روتے رہتے تھے، لیکن میں ان سے زیادہ طاقت ور اور
مضبوط تھا میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا، اور بازاروں میں
پھرتا تھا، مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہو کر سلام عرض کرتا اور دل میں سوچتا کہ آپ
میرے سلام کے جواب میں ہونٹ ہلاتے ہیں یا نہیں پھر آپ کے قریب نماز
پڑھتا اور آپ کی طرف نظر چرا کر دیکھتا جب میں نماز کی طرف متوجہ ہو جاتا
تو آپ میری طرف دیکھتے لیکن جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ
اعراض فرما لیتے جب مسلمانوں کے بائیکاٹ کی یہ کیفیت طویل ہو گئی
تو ایک مرتبہ میں اپنے چچا زاد بھائی ابی قتادہ کے باغ میں گھس گیا، وہ

مجھ سے بہت پیار رکھتا تھا۔ جب میں نے اسے سلام کیا۔ تو اللہ کی قسم ہے، اس نے مجھے سلام کا جواب تک نہ دیا تو میں نے اسے کہا اے ابو قتادہ تو جانتا نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں وہ خاموش رہا میں نے دوبارہ اسے یہی بات کہی پھر بھی خاموش رہا میں نے تیسری مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا تو پھر بھی خاموش رہا لیکن اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، کعب کہتے ہیں اس وقت میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور میں باغ سے واپس آگیا، اور بازار میں جا رہا تھا، تو ملک شام کے کسانوں سے ایک کسان جو مدینہ میں طعام لا کر بیچتا تھا، اس نے کہا کون ہے جو مجھے کعب بن مالک کا پتہ دے تو لوگ اسے میری طرف اشارہ کر کے بتانے لگے وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا خط مجھے دیا، میں نے خط کھول کر پڑھا، تو اس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تیرے ساتھی نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلیل گھر میں نہیں بنایا تو، ہمارے پاس آجا ہم تجھ سے خیر خواہی کریں گے، تو میں نے جب اسے پڑھا تو میں نے کہا یہ مزید امتحان ہے تو میں نے اسے تنور میں جلا دیا، پھر جب پچاس سے چالیس راتیں گذر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد یہ پیغام لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو اپنی عورت سے بھی الگ ہو جا تو میں نے پوچھا کیا اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں، اس نے کہا کہ تو اس کے قریب مت جا، اور یہی پیغام آپ نے میرے دوسرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی بھیج دیا میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے میکے چلی جا، اور وہیں رہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہ آجائے ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی

اور کہنے لگی یا رسول اللہ ہلال کمزور بوڑھا ہے اس کا کوئی خادم نہیں تو کیا آپ مجھے اس کی خدمت کی اجازت دیں گے، آپ نے فرمایا ہاں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے اس نے کہا اللہ کی قسم اس میں کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں وہ تو اسی دن سے گھر میں بیٹھا رو رہا ہے مجھے بھی بعض رشتہ داروں نے کہا کہ تو بھی ہلال بن امیہ کی طرح اپنی بیوی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتا تو میں نے کہا اللہ کی قسم ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیوی کے متعلق ہرگز اجازت نہیں چاہوں گا اور کیا پتہ پھر آپ کیا جواب دیں گے جبکہ میں جوان ہوں، اس کے بعد ہم نے دس راتیں گذاریں تو پوری پچاس راتیں گذر گئیں جب میں نے اسی رات کی صبح کو نماز صبح پڑھ لی، اور میں اسی حال میں تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ مجھ پر جینا مشکل ہو گیا تھا، اور مجھ پر مدینہ کی زمین باوجود کھلی ہونے کے تنگ ہو چکی تھی تو میں نے ایک بلند آواز سنی جو سلع پہاڑی پر چڑھ کر کسی نے کہا اے کعب بن مالک خوش ہو جا تو میں سجدہ میں گر پڑا اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ قبول ہو چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح کے بعد ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا تھا، تو لوگ جوق در جوق ہمیں خوشخبری سنانے کیلئے دوڑے کئی میری طرف اور کئی میرے ساتھیوں کی طرف ایک آدمی گھوڑے پر چڑھ کر مجھے خوشخبری سنانے کے لئے دوڑا۔ اور دوسرے نے پہاڑی پر چڑھ کر اونچی آواز سے مجھے خوشخبری سنائی اور آواز گھوڑے سے تیز رفتار ہوتی ہے جب وہی شخص میرے پاس پہنچا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اسے دے دیئے اور میں نے کسی سے مانگ کر کپڑے پہن لئے، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیا، راستہ میں لوگ فوجوں کی شکل میں

مجھے مبارکیں دینے لگے کہ تجھے قبول توبہ کی مبارک ہو جب میں مسجد میں داخل ہوا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے اردگرد
جمع تھے، تو ان میں سے طلحہ بن عبید اللہ اٹھ کر دوڑ کر آیا مجھ سے مصافحہ کیا
اور مجھے مبارک دی اللہ تعالیٰ کی قسم مہاجرین میں اس کے سوا کسی نے یوں
نہیں کیا تھا، اسی لئے مجھے طلحہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولا، کعب کہتے ہیں
جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا اور آپ کا چہرہ خوشی
سے چمک رہا تھا، تو آپ نے فرمایا اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّ عَلَیْكَ مُنْذُ
وَلَدَتْكَ اُمُّكَ ۔ تجھے مبارک ہو اس دن کی جس سے بہتر دن تجھ پر کبھی
نہیں آیا جب سے تجھے تیری ماں نے جنا ہے تو کعب نے کہا اے اللہ تعالیٰ
کے رسول یہ مبارک آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے
فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کعب کہتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم
خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اتنا خوبصورت ہوتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے پھر
جب آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول
میں اپنی توبہ کی قبولیت کے عوض اپنا سارا مال اللہ کے لئے وقف کر کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتا ہوں آپ نے فرمایا اپنا کچھ مال اپنے
لئے روک لے تو میں نے عرض کیا اچھا میں خیبر کا حصہ اپنے لئے رکھتا
ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے، اس لئے اب میں ہمیشہ کے لئے
عزم کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا، سچ بولوں گا، اس نے کہا
جتنا اللہ تعالیٰ نے سچی بات میں میرا امتحان لیا ہے، اتنا کسی کا نہیں
لیا، اور میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی ہے

اس دن سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے محفوظ رکھے گا، اس واقعہ پر گذشتہ آیت نازل ہوئی اس واقعہ سے کئی مسائل حل ہوتے ہیں:۔

۱:۔ مثلاً حضرت کعب غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبوک میں پہنچ کر یاد آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے،

۲:۔ اس غزوہ میں جانے والے لشکر کو جیش العسرۃ کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام جو اولیا اللہ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الانبیاء تھے حاجت روا مشکل کشا نہیں تھے، ورنہ ان پر یہ مشکل گھڑی کیوں آتی۔

۳: اس غزوہ میں بھوک کی اتنی شدت آئی کہ درختوں کے پتوں کے کھانے کی نوبت آگئی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مشکل کشا ہوتے تو خود مشکل میں کیوں پھنستے۔

۴:۔ اسی غزوہ میں اگر تینوں صحابیوں کو علم غیب ہوتا کہ ہمارے نہ جانے کی وجہ سے ہم پر اتنی مشکل آئے گی کہ مسلمان ہم سے بائیکاٹ کریں گے، تو وہ اس غزوہ سے پیچھے قطعاً نہ رہتے یا اپنی مشکل کو دور کر دیتے۔

مباہلہ

نجران مکہ سے یمن کی جانب سات منزلوں پر واقع ایک بڑا علاقہ جو کئی بستیوں پر مشتمل تھا، اس علاقہ میں ایک لاکھ مردان جنگی تھے جو سب کے سب عیسائی تھے، نجران کا وفد جو ساٹھ آدمیوں

پر مشتمل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں تین آدمیوں کو اہل نجران کی سربراہی حاصل تھی، ایک عاقب جس کے ذمہ امارت و حکومت کا کام تھا، اور اس کا نام عبد المسیح تھا، دوسرا سید جو سیاسی امور اور ثقافت کا نگران تھا، اس کا نام شرجبیل تھا، تیسرا اسقف (لاٹ پادری) جو دینی امور کا سربراہ اور روحانی پیشوا تھا، اس کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا، وفد نے مدینہ پہنچ کر نبی علیہ السلام سے چند سوالات کئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چند سوالات کئے، پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیات سنائیں، لیکن انہوں نے اسلام قبول نہ کیا، اور انہوں نے آپ سے مسیح علیہ السلام کے بارے سوال کیا کہ آپ انہیں کیا سمجھتے ہیں۔ اس کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن توقف فرمایا یہاں تک کہ آپ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

عیسائیوں سے مباہلہ پر قرآنی آیات

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ پ ۳ سورۃ آل عمران آیۃ ۵۹ تا ۶۱

(ترجمہ) بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کو کہا ہو جا وہ ہو گیا یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو شک کرنے والوں سے

نہ ہو پھر جو کوئی تیرے ساتھ اس مسئلہ میں جھگڑا کرے تیرے پاس علم آنے کے بعد تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو پھر ہم عاجزی سے دعا کریں اور اللہ کی لعنت بھیجیں جھوٹوں پر۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے سچے جھوٹے معلوم کرنے کے لئے مباہلہ کیا جا سکتا ہے عیسائیوں نے مباہلہ نہیں کیا تھا، بلکہ کچھ عرصہ بعد ان میں کئی لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ

ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی ہیں یہ عرب کے معزز قبیلہ بنی کلب کے ایک فرد تھے مگر بچپن میں ایک حادثہ میں غلام بنا لئے گئے حادثہ یوں ہوا کہ ان کی والدہ ان کو اپنے ساتھ لئے ہوئے بنی معن میں جا رہی تھی راستہ میں قبیلہ بنی قین نے ان کو لوٹ لیا، اور زید کو بھی لے گئے، اور عکاظ کے بازار میں فروخت کر دیا، حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے ان کو اپنی پھوپھی کے لئے خرید لیا، یہ ابھی آٹھ سال کے تھے کہ حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہو گئی، تو انہوں نے زید کو رسول اللہ کے لئے ہبہ کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

منہ بولے بیٹے کی رسم کو توڑنے کیلئے قرآنی آیات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اسی دن سے زید کو

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہتے رہے یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَیْنِ فِی جَوْفِہٖ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰئِی تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ اُمَّھٰتِکُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَکُمْ اَبْنَاءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَاءَھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا اَخْطَاْتُمْ بِہٖ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ پ ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۵،۴۔

ترجمہ: نہیں بنائیے اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے پیٹ میں دو دل اور نہیں بنایا ان عورتوں کو جن کو تم نے ماں کی طرح کہا تمہاری مائیں اور نہیں بنایا تمہارے منہ کہے کو بیٹے یہ باتیں تمہارے اپنے موہنوں کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی صحیح راستہ کی راہنمائی کرتا ہے، ان کو ان کے باپوں سے بلاؤ، یہی چیز اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی ہے، پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم کو بھول چوک ہو جائے، اور لیکن اگر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہے (تو اس پر پکڑ ہوگی) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیٹے بنا لینے کی تردید کے لئے مثالیں دی ہیں۔

۱:۔ مثال جیسے کسی شخص کے پیٹ میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح کسی شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے۔

۲:۔ مثال جیسے کسی عورت کو ماں کہنے سے وہ عورت ماں نہیں بن سکتی؛ اسی طرح کسی کو بیٹا کہنے سے وہ بیٹا نہیں ہو سکتا، اور اسی طرح کسی کو باپ کہنے سے وہ باپ نہیں بن سکتا۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح

حکم دیا ہے کسی کے لے پالک بیٹے کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکاریں ان کے فرضی باپ کے نام سے ہر گز نہ پکاریں اور اگر تمہیں ان کے اصلی باپ کا نام نہ آتا ہو تو ان کو بھائی یا دوست کے الفاظ سے بلائیں بعض لوگ اپنے فرضی بیٹوں کو وارث بنا کر اصلی وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں، یہ سخت گناہ ہے جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو لوگوں نے زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کا زید کا نکاح اپنی دودھ پلانے والی عورت ام ایمن سے کر دیا جس کے بطن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے اس کے بعد آپ نے ارادہ فرمایا کہ زید کی شادی اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش سے کریں، جس سے ایک دوسری رسم ٹوٹ جائے کہ ہاشمی خاندان کی بیٹی سے ایک آزاد شدہ غلام کا نکاح جائز ہے، لیکن زینب اور اس کا بھائی اس عقد پر راضی نہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

کامل مومن مرد عورت کی پہچان

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔ پ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۳۶۔

ترجمہ:۔ اور مومن مرد اور عورت کے لئے لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دے تو پھر ان کے لئے اس میں اختیار باقی ہو، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی بے فرمانی کرے گا، تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

اس آیت کو سن کر حضرت زینب اور ان کے بھائی نے فوراً تسلیم کر لیا جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کا نکاح زید سے کر دیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ ان کا آپس میں نباہ نہ ہو سکے تا کہ دوبارہ اس کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جس سے لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کے جواز مسئلہ معلوم ہو سکے، چنانچہ جب زید نے زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا۔

حضرت زید کا نام قرآن میں

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا۔ سورۃ احزاب آیت ۳۷۔

ترجمہ:۔ اور جب تو کہتا تھا اس شخص کو جس پر اللہ نے انعام کیا، اور تو نے بھی اس پر انعام کیا تھا، کہ روک لے اپنی بیوی کو اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے جی میں چھپاتا تھا، اس چیز کو جس کو اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، اور اللہ زیادہ لائق ہے کہ اسی سے ڈرے، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو ہم نے تیرے ساتھ اس کی شادی کر دی، تاکہ نہ ہو مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کے بارے کوئی تنگی جب وہ ان سے حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے زید کو کہا کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اسے طلاق نہ دے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اسے بلاوجہ کیوں طلاق دینا چاہتا ہے

اور تو دل میں وہ چیز چھپاتا تھا جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے، اس سے مراد یہ تھی کہ اگر زید نے زینب کو طلاق دے دی تو زینب کو راضی کرنے کے لئے سوا اس کے کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نکاح کریں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے نکاح کیا تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈا کریں گے کہ اس نے اپنی بہو کے ساتھ شادی کر لی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرمایا کہ تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ تو صرف اسی سے ڈرے، پھر جب زید نے زینب کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی شادی کر دی تاکہ منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے مؤمنوں پر کوئی تنگی باقی نہ رہے۔

اس آیت سے کئی مسائل سمجھ آتے ہیں۔

۱:- مثلاً منہ بولے بیٹے کی بیوی بہو نہیں ہوتی اور منہ بولا بیٹا بیٹا نہیں ہوتا،

۲:- کسی صحابی کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر نہیں سوائے حضرت زید کے۔

۳:- زینب کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کر دیا تو گویا زینب کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آسمانوں پر ہوا تو زینب کے لئے دو خصوصیتیں ثابت ہوئیں۔

۱:- اس کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا جبکہ دوسری ازواج مطہرات کے نکاح ان کے والدین اور بھائیوں رشتہ داروں نے کئے۔

۲: باقی سب ازواج مطہرات کے نکاح زمین پر ہوئے جب کہ زینب کا نکاح آسمانوں پر ہوا۔

خبر کی تحقیق

جب غزوہ بنی مصطلق کی فتح کے بعد حضرت جویریہ قبیلہ کے سردار کی بیٹی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی بیوی کی وجہ سے صحابہ کرام نے اسی قبیلہ کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا، تو مسلمانوں کے اس حسن سلوک کی وجہ سے تمام قبیلہ کے افراد مسلمان ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہ زکوٰۃ کا حکم دیا، اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے ولید بن عقبہ کو ان کے پاس بھیجا تاکہ ان کے امراء سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کرے۔ جب اہل قبیلہ کو ولید کی آمد کا پتہ چلا تو وہ اس کے استقبال کے لئے تیاریاں کرنے لگے جب وہ ساز و سامان کے ساتھ استقبال کے لئے نکلے تو ولید نے سمجھا کہ وہ لڑنے کے لئے نکلے ہیں تو وہ راستے سے واپس مدینہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قبیلہ بنی مصطلق مرتد ہو گیا ہے، اور انہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور مسلمان ان سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ادھر قبیلہ بنی مصطلق کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت حال کہہ سنائی کہ ولید راستہ سے واپس آگیا ہے، ہم نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کی وجہ سے اسے واپس بلا لیا ہے، اس لئے ہم حاضر خدمت ہوئے ہیں تاکہ معلوم کر سکیں کہ کس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس بلایا ہے

صحابہ کرام کے عالم الغیب نہ ہونے کی دلیل

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بارے میں سورۃ حجرات کی آیت ۶، ۷، ۸۔

نازل فرما کر خبر کی تحقیق کا حکم دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تم اس کی تحقیق کرو، کہیں تم کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچا دو، پھر تم اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤ گے، اور جان لو بے شک تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ تمہارے کسی کام میں تمہارا کہا مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے، اور کفر اور فسق اور بے فرمانی کو تمہارے لئے ناپسند بنا دیا ہے وہی لوگ بھلائی والے ہیں اور یہ اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی بے عمل آدمی کوئی خبر لائے تو تم پر لازم ہے کہ اس خبر کی تحقیق کرو، تاکہ تمہیں اس کے سچے جھوٹے ہونے کا پتہ چل سکے، اور اگر تم نے بغیر تحقیق کے اس کی خبر پر عمل کیا تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس سے زبردست نقصان پہنچے، جیسے قبیلہ بنی مصطلق کے ارتداد کی خبر کسی فاسق نے ولید بن عقبہ کو پہنچائی، اگر مسلمان اس پر عمل کرتے تو اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کر بیٹھتے جس کے بعد انہیں زبردست پشیمانی اٹھانی پڑتی، لیکن ان

صحابہ کرام کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور نعمت سے بچا لیا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایسا خاص مقام عطا فرمایا کہ ایمان کو ان کے لئے محبوب بنا دیا، اور ایمان کو ان کے دلوں میں مزین کر دیا، اور کفر بے عملی اور گناہوں کو ان کے لئے ناپسند کر دیا یہی صحابہ کرام تو اللہ تعالیٰ کے ہاں راشد ہیں۔

ان آیات سے کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جو اولیاء تھے وہ عالم الغیب نہیں تھے ورنہ قبیلہ بنی مصطلق کے ساتھ لڑنے کیلئے تیار نہ ہوتے کیونکہ وہ تو مرتد نہیں ہوئے تھے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر ان کی حقیقت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔

شہد کو حرام کرنیکا واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہ ہونے کی دلیل

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ آیت ۱، ۲، و ۳ سورۃ تحریم پ ۲۸۔

ترجمہ ۔ اے نبی تو کیوں حرام ٹھہراتا ہے اس چیز کو جس کو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا ہے تو اپنی بیویوں کو راضی کرنا چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تحقیق فرض کیا ہے اللہ نے تمہارے لئے قسموں کے کھولنے کو اور اللہ تمہارا سردار ہے، اور وہی علم والا حکمت والا ہے اور جب نبی نے اپنی بعض بیویوں کو ایک راز کی بات بتائی، پھر جب اس نے وہ بات بتادی، اور اللہ نے یہ بات نبی پر ظاہر کردی تو نبی نے بعض بات کی پہچان کرادی، اور بعض سے اعراض کیا، پھر جب نبی نے یہ بات اپنی بیوی سے کہی تو اس نے کہا آپ کو کس نے بتائی، آپ نے فرمایا مجھے علم والے خبر والے نے بتائی ہے،

ان آیات کے شان نزول کے متعلق بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد تمام ازواج کی خبر گیری کے لئے تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، چنانچہ جب آپ حضرت زینب کے پاس جاتے تو وہ آپ کو شہد پلاتی، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ نے پروگرام بنایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کے پاس تشریف لائیں تو وہ آپ کو کہیں گی کہ آپ کے منہ مبارک سے مغافیر کی ہوا آرہی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان دونوں کے پاس تشریف لائے تو دونوں نے کہا کہ آپ کے منہ مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے، مغافیر بدبودار گوند یا پھول ہوتا ہے، آپ نے فرمایا میں نے تو زینب کے پاس شہد پیا ہے، پھر آپ نے اس شہد کے پینے کو اپنے اوپر حرام کردیا جس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

۱ ۔ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کا آپ کو بھی اختیار نہیں تھا، دوسرے

لفظوں میں دین میں ترمیم کرنے کا آپ کو بھی اختیار نہیں تھا، دین بنانے یا حرام وحلال بنانے کا صرف اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے یا یوں کہو کہ پیغمبر علیہ السلام جو بھی فرماتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے پیغمبر علیہ السلام اپنی طرف سے دین میں کوئی بات نہیں فرماتے تھے۔

۲:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہیں تھے، ورنہ شہد کو حرام ٹھہرانے پر آپ کو تنبیہ کیوں کی گئی۔

۳: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، اگر عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ شہد کو حرام ٹھہرانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے، تو پھر قسم کا کفارہ دینا پڑے گا تو ابتداءً اسے حرام ہی نہ ٹھہراتے۔

۴:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر بھی نہیں ورنہ جب آپ نے بیوی سے راز ظاہر کرنے کی بات کی تو بیوی نے کہا آپ کو کس نے بتایا، تو آپ نے فرمایا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ مجھے علم والے، خبر والے مالک نے بتایا ہے، اگر حاضر و ناظر ہوتے تو فرماتے اے بیوی تو مجھے حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں مانتی ہیں تو اپنے عطائی علم غیب سے جانتا ہوں یا میں حاضر و ناظر ہوں، اس لئے میں سب کچھ جانتا ہوں نیز اگر بیویاں آپ کو عالم الغیب یا حاضر و ناظر جانتی ہوتی تو خفیہ پروگرام کیوں بناتی نیز آپ سے یہ سوال کیوں کرتی کہ آپ کو کس نے بتایا۔ وغیر ذٰلک۔

یہ کتاب **قصص القرآن الکریم** کو جو شخص اپنے خرچ پر چھپوانا چاہتا ہے اسکو ادارہ توحید و سنت کی طرف سے اجازت ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ (پ۲۰) بھلا کون ہے جو بے قرار کی دُعا سُنتا ہے اور اُس کی تکلیف دُور کرتا ہے؟

کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟

ایک سوال کی دس شکلیں

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا خدا کے سوا غیر اللہ مشکل حل کر سکتا ہے؟ یا صرف خدا ہی اِس پر قادر ہے۔ بڑے زور شور سے اُچھالا جاتا ہے مگر فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے تو وہ اِس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کس طرح خدا کے سوا اور کوئی ہستی مشکل کُشائی کر سکتی ہے۔ اِس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں جن کا جواب عُلمائے کرام سے مطلوب ہے۔ اُمید ہے کہ وہ ہماری تسلی فرمائیں گے۔ "زید کو کسی مشکل کا سامنا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دُور ہو۔ وہ اللہ کے سوا کسی دُوسری ہستی کو پُکارنا چاہتا ہے جو اُس کی مشکل دُور کر دے" اب

1. اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کُشا کے درمیان ہزاروں میلوں کی دُوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سُن سکتا ہے؟
2. بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلوں پر آواز سُن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ دُنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں، مثلاً سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کرے گا۔ اِسی طرح جرمن جرمنی زبان میں۔ انگریزی زبان میں انگریز۔ اور پٹھان پشتو میں آواز دے گا۔
3. اگر یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اُس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ اُن سب کی مشکلات اسی لمحہ سُن اور سمجھ سکتا ہے یا اُس کے لئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی
4. کیا اُس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہیے کہ کب اُس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے۔ تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اُسی وقت پیش کریں جب کہ وہ سو نہ رہا ہو۔ یا وہ نیند میں بھی سُنتا ہے؟
5. انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟
6. ایک شخص بولنے سے قاصر ہے۔ وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اُس کا گلا بند ہو چکا ہے۔ اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ اُس کی دلی فریاد بھی سُن لے گا۔
7. اگر غیر اللہ مشکل کُشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا خدا نے اُٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہیے کہ کون کونسی مشکلات خدا تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کون کونسی مشکلات غیر حل کر سکتا ہے تاکہ سائل اپنی مشکل اُسی کے سامنے پیش کر سکے جو اُس کو حل کرنے پر قادر ہو۔
8. کیا خدا کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اُس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کر سکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟
9. بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا۔ بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مُصر ہو اور دُوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کون سی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے گی؛
10. کسی بھی برگزیدہ یا گُناہ گار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اُس کی بخشش کے لئے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کُشا کو؟